زینبؓ

بنتِ

زہراؓ

۱۸۸

ماخذِ کتاب :

- تذکرۃ الحفاظ
- اسد الغابہ
- اصابہ
- طبقات ابن سعد
- استیعاب
- ادب المفرد
- ابن خلکان
- شقائق نعمانیہ
- عصر المامون
- طبری
- ابن اثیر
- اخبار الطوال
- زرقانی
- درۃ البیضا
- در المنثور
- طراز المذہب المظفری

Marfat.com

زینبؓ

بنتِ

زہراؓ

۱۸۸

مولانا محمد وارث کامل

مکتبۂ نفیس ○ چوک انارکلی ○ لاہور

مکتبہ قاسمیہ رنگپورہ روڈ شہر سیالکوٹ

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ

طابع : محمد طفیل ، نقوش پریس لاہور

ناشر : سیّد انور حسین زیدی ، مکتبۂ نفیس ، چوک انارکلی لاہور

جولائی ۱۹۵۸ء ، محرم ۱۳۷۸ھ

سول ایجنٹ : ادارۂ فروغ اردو ، ایبک روڈ ، لاہور

سٹاکسٹ : مدنی کتب خانہ ، بیرون اکبری دروازہ لاہور

قیمت ۴ ۱/۲ روپے

Marfat.com

ترتیب

تعارف	۹
برسبیلِ عنوان	۲۱
زینبِ کبریٰ کی مائیں	۳۳
اے چشمِ فلک !	۵۵
زینبِ کبریٰ کی ولادت	۵۹
تعمیرِ سیرت کا آغاز	۶۳
دو جانکاہ صدمے	۹۷
داستانِ کربلا	۱۱۱
سفرِ کوفہ	۱۳۳
قاتلینِ امام حسینؓ کا حشر	۱۹۹
زینبِ کبریٰ کی خطابت	۲۰۴

Marfat.com

زینب کبریٰ رض کی مسافرت پسندی	۲۲۸
حادثۂ حرّہ اور زینب کبریٰ رض	۲۳۲
انتقالِ پُر ملال	۲۳۵
زینب کبریٰ رض کا مزار کہاں ہے؟	۲۳۹
عجائب الغرائب	۲۴۳
حرفِ آخر	۲۴۶
عورت — اسلام سے پہلے	۲۴۹
عورت — ظہورِ اسلام کے بعد	۲۵۷

Marfat.com

مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ
وَ مَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ
وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾

سورۂ تغابن : پارہ ۲۸

رکوع ۱۶

ترجمہ : کوئی مصیبت حکم خدا کے بغیر نہیں آتی اور جو کوئی اللہ پر (پورا) ایمان رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس کے قلب کو (صبر و رضا) کی راہ دکھا دیتا ہے اور اللہ ہر شئے کا علم رکھنے والا ہے۔

Marfat.com

[illegible]
مجدد آباد (چرنڈ) ضلع سیالکوٹ

تعارف

زینب بنت زہراؑ کی سیرت سوانحی زاویۂ نگاہ سے کچھ کم اہمیت کی حامل نہیں اس لیے کہ یہ اس تاریخ ساز خاتون کی شخصیت کا تذکرہ ہے جو ہر حیثیت سے ایک مثالی شخصیت ہے۔ اس شخصیت کے آئینے میں جہاں صدق و صفا، زہد و اتقا صبر و رضا، مہر و وفا اور ایثار و قربانی کے روشن خدوخال نظر آتے ہیں۔ وہاں ایک ایسے وجود کی دلنواز تصویر دعوتِ نظارہ دیتی ہے جس میں قدرت نے کچھ ایسے رنگ بھرے ہیں کہ سبحان اللہ! شاہ دوسراؐ کی امانت و دیانت، حیدر کرارؑ کی فصاحت و بلاغت، خاتونِ جنتؑ کی عفت و عصمت، امام حسنؑ کی متانت اور امام حسینؑ کی روح صداقت کا حسین امتزاج اگر کہیں کسی ایک ہستی میں نظر آتا ہے تو ہم بلا مبالغہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہستی بنت زہراؑ کی ہے۔ تاریخ عالم نے ہمیں آج تک جن باعظمت خواتین سے متعارف کرایا ہے ان کے تذکرے بنت زہراؑ کی سیرت کے اجزا معلوم ہوتے ہیں۔ دنیا کی سب سے پہلی خاتون بی بی حواؑ کے بطن سے جو باکمال خواتین پیدا ہوئیں ان میں شہرت اور قدامت کے اعتبار سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ یوخاندؑ کا نام

Marfat.com

سرفہرست آتا ہے ان کی سیرت میں خدا کی ذات پر اعتماد اور توکل کی شان نظر آتی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام جن ایام میں تولد پذیر ہوئے، فرعون کے اس ظالمانہ حکم پر بڑی سختی کے ساتھ عمل ہو رہا تھا کہ بنی اسرائیل میں جس کے یہاں بھی لڑکا پیدا ہو اسے فوراً قتل کر دیا جائے اور یہ حکم اس نے اس لیے صادر کیا تھا کہ فرعون کو بعض غیب دانوں نے یہ اطلاع دی تھی کہ بنی اسرائیل میں ایک ایسا لڑکا عنقریب پیدا ہوگا جو تیری بادشاہت کی بساط الٹ کر رکھ دے گا۔ بھلا فرعون یہ کیسے گوارا کر سکتا تھا کہ وہ لڑکا پیدا ہو اور اس کے بعد زندہ بھی رہے۔ فرعون کے متشددانہ فرمان کی تعمیل میں ہزارہا بچے موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو اللہ تعالےٰ نے ان کی والدہ کے دل میں یہ القا کیا کہ بے خوف و خطر بچے کو پالتی اور دودھ پلاتی رہو جب کسی قسم کا کوئی خطرہ لاحق ہوگا تو پھر اپنے بچے کو ایک صندوق میں بند کر کے دریا میں بہا دینا پھر ہم جانیں اور ہمارا کام۔ ہم اس بچے کو کسی نہ کسی طرح پھر تمہارے پاس پہنچا دیں گے۔ بی بی یوخانڈ نے اس خیال کی جو غیب سے ان کے دل میں پیدا ہوا تھا تعمیل کی غور و فکر کا مقام ہے کہ ایک ممتا کی ماری ماں دودھ پیتے بچے کو اپنے ہاتھوں سے صندوق میں بند کر کے دریا برد کر دیتی ہے اور صرف اس اعتماد پر کہ خدا کی ذات میرے بچے کو ضائع نہیں ہونے دے گی۔ کیا یہ کوئی معمولی بات ہے؟ بنت زہراؑ کی سیرت میں بھی یہ پہلو نظر آتا ہے بلکہ زیادہ نمایاں صورت میں۔ بی بی یوخانڈ نے تو اشارۂ غیب کی تعمیل کی تھی لیکن بنت زہراؑ نے خود اپنی مرضی سے اس تعلق کی بنا پر جو انہیں اپنے حقیقی بھائی سے تھا۔ اپنے جگر کے ٹکڑے اپنی آنکھوں کے سامنے شہید ہونے دیے اس اطمینان کے ساتھ کہ میں حق ہمشیرگی ادا کر رہی ہوں۔

ایک دوسری خاتون سے تاریخ ہمیں روشناس کراتی ہے یہ تھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ کلثوم یا مریم۔ جب ان کی ماں نے ان کے بھائی کو صندوق میں بند کر کے دریا برد کر دیا تو یہ اس ٹوہ میں دریا کے کنارے کنارے چلیں کہ دیکھوں صندوق کہاں پہنچتا ہے۔ صندوق اس نہر سے ہو کر جو دریا سے کاٹی گئی تھی اور فرعون کے محل کے اندر سے ہو کر گذرتی تھی محل میں جا پہنچا تو فرعون کی بی بی حضرت آسیہؓ کی نظر پڑ گئی۔ صندوق پانی سے نکال کر کھولا گیا تو اس میں سے ایک حسین و جمیل بچہ برآمد ہوا اتفاق کی بات، فرعون بھی وہیں موجود تھا اس نے اسے قتل کرنا چاہا بی بی آسیہؓ کو بچے کی بھولی بھالی صورت پر ترس آگیا انھوں نے منت سماجت کر کے فرعون کو اس کے ارادہ سے باز رکھا اور یہ مشورہ دیا کہ ہمارے بھی تو اولاد نہیں ہے اس بچے کو ہم پال لیں گے۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ دودھ کون پلائے۔ جو عورت بھی اس خدمت پر مامور کی جاتی یہ اس کے دودھ کو منہ نہ لگاتے۔ خدا کا کرنا یہ ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ بھی اپنے بھائی کی ٹوہ میں محل تک جا پہنچیں اور جب انھوں نے یہ سُنا کہ فرعون کی بی بی آسیہ کو کسی انا کی ضرورت ہے تو بی بی آسیہؓ سے ملیں اور کہا کہ میں آپ کو ایک انا کا سراغ بتاتی ہوں جو بہت خلیق اور نرم مزاج ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ بچہ اس کا دودھ ضرور پی لے گا۔ غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کی طلبی محل میں ہوئی اور بچہ ان کے سپرد کر دیا گیا۔ حق بحق دار رسید۔ کلثوم یا مریم کی سیرت سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ایک بہن اپنے بھائی کی محبت میں کتنی قربانی کر سکتی ہے لیکن بنت زہراؑ کی سیرت میں ہم جب اس پہلو پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے بھائی کی محبت میں سب کچھ تج دیا تھا۔ دولت مند شوہر کی رفاقت چھوڑی، وطن کا آرام چھوڑا اور سب سے بڑھ

Marfat.com

کر یہ کہ اپنے لال اپنی آنکھوں کے سامنے خاک وخون میں لوٹتے دیکھے کیوں؟ کس لیے؟ کس کی خاطر؟ صرف اپنے بھائی کی محبت میں آپ نے یہ سب کچھ گوارا کیا۔

ایک تیسری خاتون حضرت آسیہؓ کی زندگی ہمارے سامنے ہے آپ فرعون ایسے شقی القلب بادشاہ کے عقد میں تھیں لیکن قدرت نے ان میں وہ جوہر ودیعت کیے تھے کہ سبحان اللہ! حضرت موسیٰؑ کو چونکہ انہوں نے بچپن سے پالا تھا اس لیے اتنی محبت ہوگئی تھی کہ جیسی ایک ماں کو اپنے بچے سے ہوتی ہے۔ اس محبت کا نتیجہ تھا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام منصب نبوت پر فائز ہوئے تو یہ اپنے شوہر کی سرکشی کے باوجود ان پر ایمان لے آئیں۔ فرعون نے ان پر کافی سختیاں کیں لیکن ان کے ایمان میں فرق نہیں آیا۔ اور انجام کار ان کا خاتمہ بالخیر بھی ایمان پر ہوا۔ اس سیرت میں ہمیں قلبی رابطے کی ایک مثال ملتی ہے، بنت زہراؑ کی سیرت میں یہ وصف بدرجہ کمال پایا جاتا ہے۔ ان پر ان کے شفیق شوہر کی طرف سے تو نہیں البتہ کوفیوں، شامیوں اور ابن زیاد کے ہاتھوں کافی سے زیادہ صبر آزما مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا لیکن یہ آخر تک اس حق کی حمایت کرتی رہیں جس کے تحفظ کے لیے ان کے بھائی امام حسینؑ نے کربلا میں جام شہادت نوش کیا تھا جب تک زندہ رہیں ان کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی۔

ایک چوتھی خاتون رعضہؓ ہوئی ہیں۔ یہ نمرود کی بیٹی تھیں جب نمرود کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دہکتی اور بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالا گیا تو یہ اوپر کھڑی ہوئی دیکھ رہی تھیں جب انہوں نے دیکھا کہ آگ نے خلیل اللہؑ پر مطلق اثر نہیں کیا تو انہوں نے باآواز بلند پوچھا کہ آخر اس کا کیا سبب ہے۔ خلیل اللہؑ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کی برکت سے مجھے محفوظ رکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے بھی اس ایمان کی تعلیم دو تاکہ میں بھی آگ

Marfat.com

میں کود دوں۔ خلیل اللہؑ نے فرمایا، لا الہ الا اللہ ابراہیم خلیل اللہ کہہ کر چلی آیئے۔ چنانچہ وہ کلمہ پڑھتی ہوئی بھڑکتی ہوئی آگ میں گھستی چلی گئیں ان پر بھی آگ نے کوئی اثر نہیں کیا۔ پھر آگ سے باہر آ گئیں۔ اور اپنے باپ کو بُرا بھلا کہا۔ نمرود پر بھلا اس کا کیا اثر ہوتا تھا اس نے الٹی اپنی بیٹی پر سختیاں شروع کر دیں لیکن اس کے باوجود وہ اپنے ایمان پر جمی رہیں کربلا میں بھی کشت و خون کا منظر آتش نمرود سے کم ہولناک نہ تھا لیکن کون نہیں جانتا کہ بنت زہراؑ اسی میدان میں رہیں۔ یہ پروردگار کی مشیت تھی کہ اس نے آتش نمرود میں اپنے خلیل کو محفوظ رکھا اور امام حسینؑ کو مقام شہادت عطا کیا۔ پہلا واقعہ عظمت و کبریائی پر دلالت کرتا ہے اور دوسرا عوام کے لیے عبرت و موعظت کا ایک سبق ہے یعنی یہ کہ کبھی کبھی انسان اتنا گر جاتا ہے۔ کہ احسان فراموشی اور محسن کوشی ایسے افعال بھی اس سے کھلے بندوں سرزد ہوتے ہیں۔

ایک پانچویں خاتون بی بی رحمتؓ ہیں یہ حضرت ایوب علیہ السلام کی اہلیہ محترمہ تھیں انہوں نے اپنے شوہر کی خدمت میں کوئی کوتاہی نہیں کی ایسے عالم میں بھی جب کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے تمام جسم میں کیڑے پڑے ہوئے تھے اور کوئی آپ کے پاس آنا، بیٹھنا اور کھڑا ہونا بھی گوارا نہیں کرتا تھا۔ بی بی رحمتؓ اپنی اطاعت شعاری کا ثبوت دیتی رہیں اللہ تعالےٰ کو ان کی یہ ادا بہت پسند آئی اور حضرت ایوب علیہ السلام کو یہ ہدایت کی کہ وہ ان کے ساتھ ہر حال میں رعایت برتیں صحت یابی کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی وہ قسم پوری کرنی چاہی جو غصہ میں کھا بیٹھے تھے۔ تو اللہ تعالےٰ نے انہیں اس کی ایک آسان سی تدبیر سمجھا دی۔ غصہ میں قسم حضرت ایوب علیہ السلام نے اس موقعہ پر کھائی تھی۔ جب ایک دفعہ بی بی رحمت کو ان کے پاس پہنچنے میں کچھ دیر ہو گئی تھی اور وہ

قسم یہ تھی کہ جب میں صحت مند ہو جاؤں گا تو اپنی بی بی کے سو درے ماروں گا۔ جب صحت کے بعد یہ قسم پورا کرنے کا وقت آیا تو اللہ تعالےٰ نے انہیں وحی کی کہ سو سینکوں کی ایک جھاڑو لو اور ایک ہی دفعہ ہلکے سے اپنی بیوی کے جسم سے چھوا دو قسم پوری ہو جائے گی۔ بنت زہراؑ بھی اپنے شوہر عبداللہ بن جعفرؓ کی تابعدار بی بی تھیں نوکر چاکر باندی غلام ہونے کے باوجود آپ نے گھر کا کام کاج ہمیشہ خود اپنے ہاتھوں سے کیا۔ امور خانہ داری میں اپنی اہلیت کا وہ کامل ثبوت دیا کہ ایک دفعہ آپ کے شوہر عبداللہ بن جعفرؓ کو بھی اس کی داد دینی پڑی۔ شوہر کے ہمراہ سفر میں ساتھ ساتھ رہنا بھی اطاعت گذاری کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ آپ نے امام حسینؑ کے ہمراہ سفر کرنے پر اپنے شوہر سے اجازت طلب کی ان کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر قدم نہیں نکالا۔

ایک چھٹی خاتون بی بی ہاجرہؑ ہیں جو ایک نسبت سے آنحضرتؐ صلعم کی دادی ہوتی ہیں آپ نے مکہ کی سنگلاخ اور بن جتی سرزمین میں خشک پہاڑیوں کے آس پاس اپنے دودھ پیتے بیٹے اسمٰعیلؑ کے ہمراہ تن تنہا وقت گذارا۔ خدا پر بھروسہ تھا اس لیے کہ رخصت ہوتے وقت ان کے شوہر نے ان سے یہ کہہ دیا تھا کہ تمہیں خدا کی مرضی سے یہاں چھوڑے جا رہا ہوں۔ تنہائی کے صدمے سہے، بھوک پیاس کی تکلیف گوارا کی لیکن پھر بھی زبان پر کوئی حرف شکایت نہیں آیا۔ بنت زہراؑ کا کربلا کے میدان میں لٹے ہوئے قافلے کے ہمراہ رہ جانا بے سروسامانی کے عالم میں جب کہ خدا کی ذات کے سوائے اُن کا کوئی سہارا نہ تھا بہت بڑی بات تھی آپ نے اظہارِ غم بے شک کیا لیکن آپ کی زبان پر کسی کا گلہ نہ تھا صبر و شکر کے ساتھ وقت گذارا۔

بنت زہراؑ کی سیرت کا مطالعہ ہمارے قارئین پر یہ حقیقت آشکارا اور روانشگاف

کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ انھوں نے رہتی دنیا تک کے لیے مسلم خواتین کا معیار انسانیت بلند کر دیا ہے۔ حریت وحمیت اور شجاعت و بسالت کے وہ جوہر جو قدرت نے بنتِ علیؓ کی شخصیت میں ودیعت کئے تھے ہر دور میں نسلاً بعد نسلٍ خواتین میں منتقل ہوتے رہے ہم ایسی چند خواتین سے متعارف کرانا چاہتے ہیں جو حادثۂ کربلا سے کافی طویل عرصہ بعد پیدا ہوئیں لیکن ان میں بلا کی ہمت وجرأت اور قیامت کی شجاعت تھی۔

۱۳۹ھ میں جب منصور عباسی کا دورِ خلافت تھا قسطنطنیہ کی مہم کا آغاز ہوا۔ اس مہم میں جہاں عہد عباسیہ کے بہادر مردوں نے حصہ لیا وہاں ام عیسٰی بنتِ علی اور لبابہ بنت علی خلیفہ منصور کی چھوپھیاں بھی شریک جہاد ہوئیں۔

۱۷۸ھ میں جب ہارون الرشید کا زمانہ تھا ولید بن ظریف خارجی نے علم بغاوت بلند کیا اس بغاوت کی فروکرنے کی خدمات اس دور کے ایک مشہور مجاہد یزید شیبانی کو سپرد کی گئیں اس موقعہ پر ولید کی بہن فارعہ نے اپنے بھائی کے قتل ہو جانے پر سختی سے مقابلہ کیا۔ اگرچہ یہ عورت خارجیہ تھی لیکن تھی مسلمان اور اس کی نگاہوں کے سامنے بھی قرن اول کی صحابیات اور تابعات کے ایثار وقربانی کی مثالیں تھیں۔ اس نے ان سے سبق لیتے ہوئے میدان جنگ میں مردوں کے دوش بدوش اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے۔

شاہ التمش کی بیٹی رضیہ سلطانہ کے نام سے کون ناواقف ہے ایک دفعہ التمش پر شکارگاہ میں ایک شیر نے حملہ کیا تو اس کی بیٹی رضیہ نے جو اس کے ہمراہ تھی جھپٹ کر تلوار کے ایسے تو بر تو وار کیے کہ شیر ڈھیر ہو گیا۔

سلطان علاؤالدین خلجی کے زمانۂ حکومت میں قلعۂ جالور کے راجہ کانیر دیو نے متکبرانہ انداز میں یہ کہا تھا کہ سلطان جالور کے قلعہ پر قبضہ نہیں پا سکتا۔ سلطان نے کہا

Marfat.com

اچھا تو اپنے قلعہ کو جتنا چاہے مضبوط کر لے ہم اس مہم پر ایک فوج بھیجیں گے جس کا سپہ سالار کوئی مرد نہ ہوگا بلکہ ہماری ایک لونڈی ہوگی۔ چنانچہ سلطان نے اپنی لونڈی گل بہشت کو سپہ سالار بنا کر ایک فوج کے ہمراہ روانہ کیا راجہ گل بہشت کا مقابلہ نہ کر سکا اور قلعہ بند ہو گیا۔

اس موقعہ پر نور جہاں کا ذکر بھی بے محل نہ ہوگا نور جہاں نے ایسے نازک موقعہ پر شیر کا شکار کیا جب کہ اس دور کا مشہور قادر انداز رستم خاں بھی چوکڑی بھول گیا تھا۔ ایک دفعہ اسی نور جہاں نے بندوق کی گولیوں سے یکے بعد دیگرے چار شیر شکار کیے اس پر کسی شاعر نے یہ شعر کہا تھا ؎

ملکہ نور جہاں گرچہ زن ست
در صفِ مرداں زن شیر افگن ست

حمیدہ بیگم، لونجی خاتون، چاند خاتون نے بھی بہادری کے وہ کارنامے سرانجام دیئے ہیں کہ ان پر طبقہ نسواں جتنا بھی فخر کرے تھوڑا ہے۔

طرابلس کی جنگ میں فاطمہ بنتِ عبداللہ کی شہادت کا واقعہ ایک چشم کشا واقعہ ہے۔ یہ خاتون اس جنگ میں غازیوں کو پانی پلاتی ہوئی شہید ہوئی تھی۔ اقبال نے اسی فاطمہ کے بارے میں یہ شعر کہے ہیں ؎

فاطمہ تو آبروئے امتِ مرحوم ہے — ذرہ ذرہ تیری مشتِ خاک کا معصوم ہے
یہ سعادت حورِ صحرائی تری قسمت میں تھی — غازیانِ دیں کی سقائی تری قسمت میں تھی
یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر — ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت کس قدر
یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی — ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی

اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں
بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں

ہندوستان میں جب انگریزوں کے خلاف پہلی جنگ آزادی کا علم بلند کیا گیا تو اس وقت مسلمانوں کا معاشرہ کچھ اس قسم کا تھا جس میں رہ کر عورتیں کھلم کھلا میدانِ سیاست میں حصہ نہیں لے سکتی تھیں تہذیب کا رکھ رکھاؤ اور تربیت کچھ ایسی تھی کہ مسلمان اس بات کو اپنے لیے باعثِ ننگ سمجھتے تھے کہ ان کی عورتیں بھی ان کی طرح میدان میں نکل آئیں لیکن اگر تاریخ کے ابواب کی ورق گردانی کی جائے تو پتہ چلے گا کہ ان معاشرتی پابندیوں اور مجبوریوں کے باوجود اس وقت کی عورتوں نے اپنی بساط سے کہیں بڑھ کر جنگ آزادی میں حصہ لیا جب واجد علی شاہ کی معزولی کے بعد ۷ جون ۱۸۵۷ء کو اس کے دس سالہ بیٹے برجیس قدر کی والدہ نواب حضرت محل نائب السلطنت مقرر ہوئیں اور پھر انہوں نے جس طرح انگریزوں سے جنگ لڑی وہ اپنی مثال آپ ہے انہوں نے اپنی ذہانت سے کام لیتے ہوئے باقاعدہ فوج کی قیادت کی۔ جب دہلی میں چاروں طرف لاشوں کے ڈھیر لگ رہے تھے۔ اور ہر طرف خون ہی خون دکھائی دے رہا تھا اس وقت ۱۷ ستمبر ۱۸۵۷ء کو لوگوں نے دیکھا کہ ایک نقاب پوش عورت مجاہدوں کے ایک دستے کی قیادت کر رہی تھی اور ہر طرف مار دھاڑ کر رہی تھی تین روز تک اس نے مجاہدوں کے اس دستے کے ساتھ اس بے جگری اور دلیری سے انگریزوں کا مقابلہ کیا کہ خود مجاہدوں کے تصور میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ ایک عورت میدانِ جنگ میں فراست کا ثبوت دے گی اور اس طرح شجاعت کے جوہر دکھائے گی انگریز مورخوں نے اسے ہندوستان کی "جون آف آرک" کے نام سے یاد کیا ہے۔ ۲۹۔ جولائی

۱۸۵۷ء کو لفٹننٹ ڈبلیو ایس آر ہڈسن نے انبالہ کے ایک ڈپٹی ڈگلس فارسیتھ کے نام ایک خط لکھا جس میں وہ تحریر کرتا ہے۔

مائی ڈیر فارسیتھ! جو بوڑھی خاتون بہ نفس نفیس اس مراسلہ کے ہمراہ آ رہی ہے وہ محاصرہ دہلی کی مکمل و مجسم داستان ہے۔ وہ ہمارے خلاف شہر میں جہاد کا وعظ کہتی تھی اور اپنے مواعظ سے اس نے تعجب خیز طریقے پر مسلمانوں کے دلوں میں جوش پیدا کر دیا تھا بالآخر ان کی ناکامی سے متنفر ہو کر وہ خود میدانِ جنگ میں اتر آئی اور سبز لباس پہن کر گھوڑے پر سوار اور تلوار، بندوق سے مسلح ہو کر اس کے سواروں کے ایک دستے کی کمان سنبھال لی اور وہ ۵ ویں پیدل فوج پر حملہ آور ہوئی سپاہیوں کا کہنا ہے کہ اس کا مقابلہ کرنا پانچ سپاہیوں کے مقابلہ سے زیادہ مہلک تھا۔ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس نے ان کے رفقا میں سے بہت سوں کو بندوق کا نشانہ بنا دیا آخر کار وہ زخمی ہو کر گرفتار ہوئی جنرل نے اوّل اوّل اسے آزادانہ طور پر چلے جانے کی اجازت دینی چاہی تھی مگر میں نے ان سے بمنت درخواست کی کہ وہ ایسا نہ کریں اس لیے کہ وہ پھر شہر میں فاتحانہ انداز میں داخل ہو گی اور ہمارے قبضہ سے نکل جانے کے بعد طوفان برپا کر دے گی اور بلاشبہ یہ ظاہر کرے گی کہ وہ اپنی کرامت کی وجہ سے بچ گئی ہے اور اس طرح جون آف آرک کا سا رتبہ حاصل کر لے گی مجھے اس کو آپ کے پاس بھیجنے کی اجازت مل گئی ہے تاکہ وہ جیل خانے میں بہ حفاظت تمام رکھی جائے یا جہاں کہیں آپ مناسب خیال کریں تاوقتیکہ یہاں کا کام ختم نہ ہو

Marfat.com

جائے کیا آپ براہ کرم اس امر کی نگہداشت کریں گے کہ اس کا طرزِ عمل
قابلِ اطمینان رہے یہ کہتے ہوئے تعجب ہوتا ہے کہ اس وقت اس بڑھیا
کھوسٹ نے معقول اثر پیدا کر لیا ہے۔

آپ کا زیادہ مخلص (ڈبلیو ایس آر ہڈسن)

اوپر کی سطور میں ہم نے تاریخ کی روشنی میں مسلم خواتین کے بہادرانہ کارناموں کی ایک ہلکی سی جھلک دکھائی ہے۔ یہ خواتین بہت بعد میں پیدا ہوئیں اور ان پر اسلام کا اتنا اثر بھی نہ تھا جتنا کہ قرنِ اوّل کی خواتین کی زندگیوں پر نظر آتا ہے لیکن پھر بھی انہوں نے اپنی عملی سرگرمیوں سے ثابت کر دیا کہ مردوں ہی سے بازارِ ہستی کی رونق نہیں ہے ہمارا بھی بہت کچھ حصہ ہے۔ اگر ان کی نگاہوں کے سامنے سلف کی تاریخ نہ ہوتی تو ان سے ان بہادرانہ خدمات کی ہرگز توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ ہم بلا مبالغہ کہہ سکتے ہیں کہ بنتِ زہرا نے یزید اور ابن زیاد کے دربار میں کوفہ و دمشق کی گلیوں میں اور میدانِ کربلا میں جن حوصلہ مندانہ جذبات کا ثبوت دیا تھا قیامت تک ان کی صدائے بازگشت سنائی دے گی ؂

اُٹھائے کچھ ورق لالہ نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

آج اس دور میں جب کہ ہمارے معاشرہ کی حالت ناگفتہ بہ ہے اور خصوصیت کے ساتھ طبقہ نسواں اخلاقی پستیوں کی حدیں چھو رہا ہے۔ ضرورت اس چیز کی ہے کہ سلف کی خواتین کے سوانحی کارنامے اور ان کی سیرت کے نقوش اُجاگر کیے جائیں تاکہ دورِ حاضر کی خواتین کی آنکھیں کھلیں اور وہ یہ سمجھیں کہ ہمارے فرائض کیا ہیں اور قدرت نے کس لیے ہمیں بنی نوعِ انسان کی رفاقت کا اعزاز مرحمت کیا ہے۔ ماؤں، بہنوں، بیٹیوں اور

Marfat.com

بیویوں کو تاریخ کے آئینے میں اپنے خد و خال دیکھنے چاہیں۔ آنحضرت صلعم کی جس لاڈلی نواسی کی سیرت ہم پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں وہ ایسی ماں تھی جس کی گود میں عونؑ و محمدؑ ایسے مجاہد پروان چڑھے، ایسی بہن تھی جس نے اپنے بھائی کی محبت میں شوہر کی رفاقت، وطن کی راحت اور بچوں کی محبت کی پرواہ بھی نہ کی، ایسی بیٹی تھی کہ منزلِ حیات کے ہر موڑ پر اپنے والد محترم کی علمی وراثت سے خاص و عام کو مستفید کیا اور ایسی بیٹی کہ جس نے اپنی سیرت سے یہ ثابت کر دیا کہ خاندانِ نبوت کے ماحول اور خاتونِ جنت کی گود میں جس نے آنکھیں کھولیں اس کی شان دنیا بھر سے نرالی ہے۔ ایسی بیوی تھی کہ شوہر سے اپنی اہلیت پر خراج تحسین وصول کیا۔ اور ایسی رفاقت کا ثبوت دیا کہ سفر و حضر میں اپنے شوہر کے دامن سے وابستہ رہیں۔ ان اوصاف پر مستزاد ان کی وہ امتیازی خصوصیات ہیں جو انہیں ایک تاریخ ساز شخصیت کا درجہ دیتی ہیں۔

بھرے ہیں تجھ میں وہ لاکھوں ہنر اے مجمعِ خوبی
ملاقاتی ترا گویا بھری محفل سے ملتا ہے

بر سبیلِ عنوان

مری انتہائے نگارش یہی ہے
ترے نام سے ابتدا کر رہا ہوں

بنتِ زہرؑا حضرت زینب کبریٰؑ کی شخصیت جانی پہچانی شخصیت ہے۔ ان کی سیرت نے تاریخ اسلام کے صفحات پر کچھ ایسے دیرپا نقوش چھوڑے ہیں کہ لیل ونہار کی پیہم گردشوں سے بھی ان کی آب وتاب میں فرق نہیں آسکا۔ یہ دیرپا نقوش کیا ہیں؟ اس سوال کا جواب تفصیل طلب ہے۔ سردست ہم اس کا بار اپنے قارئین کے ذہن پر نہیں ڈالتے۔ البتہ یہ یقین دلاتے ہیں کہ اس کتاب کے آئندہ صفحات میں ہم یہ نقوش پوری دیانت داری کے ساتھ اُجاگر کریں گے۔ فی الحال ہمیں بنت زہرؑا کے نام نامی کی لغوی تحقیق اور ان صحابیات سے متعلق کچھ معروضات پیش کرنی ہیں جن میں سے ہر ایک کا نام زینب تھا۔ ہماری معروضات کا آخری گوشہ محض رفعِ اشتباہ کے لیے ہے تاکہ ہر وہ شخص جن کی نظر کتب اسماءالرجال پر نہیں ہے پوری کتاب کے مطالعہ کے بعد یہ نہ کہہ اٹھے۔

عجم شد پریشاں خواب من از کثرتِ تعبیرہا

Marfat.com

لغوی تحقیق :

"المنجد" میں زینب کے معنی ہیں :۔ شجر حسن المنظر طیب الرائحہ[1] یعنی خوبصورت اور خوشبودار درخت۔ اس کے دوسرے معنی بیاہ الناصیہ اور جبان بھی ہیں یعنی کشادہ جبیں اور فراخ پیشانی اگر ہم حسن المنظر اور طیب الرئحہ سے مراد ایسی ہستی لیں جس میں قدرت نے صورت و سیرت کی دلآویزیاں اور زیبائشیں جمع کر دی ہیں تو بیجا نہ ہوگا اس لیے کہ زینب کبریٰ رضؓ اور اس نام کی دیگر صحابیات میں یہ خصوصیات بدرجۂ کمال پائی جاتی ہیں۔ ان نیرات کی صورت و سیرت سے متعلق اس سے زیادہ ہم کیا کہہ سکتے ہیں ؎

تیرے فروغ جمال کی تابشیں ہمیں یہ بتا رہی ہیں
کہ تیری صورت میں تیری سیرت کی طلعتیں جگمگا رہی ہیں

ہم نام صحابیات :

زینب نام کی صحابیات حضرت زینب کبریٰ رضؓ کے علاوہ پانچ ہیں۔ ان کی انفرادی خصوصیات کے پیش نظر ہم انہیں جواہر خمسہ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی شخصیت کا جوہر رخشندگی و درخشندگی میں اپنی مثال آپ ہے۔ ان صحابیات کے اسمائے گرامی یہ ہیں :۔

(۱) ام المساکین حضرت زینب رضؓ بنت خزیمہ بن عبداللہ بن عمرو بن عبد مناف بن ہلال بن عامر

(۲) ام الحکم حضرت زینب رضؓ بنت جحش بن اشاب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان ؛

---

[1] المنجد صفحہ ۳۱۴ مطبوعہ بیروت

Marfat.com

(۳) حضرت زینب بنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

(۴) حضرت زینب بنت عبداللہ ابی معاویہ بن عتاب بن اسعد بن غاضرہ بن حطیط

(۵) حضرت زینب بنت ابی مسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد بن عمرو بن مخذوم

ام المساکین حضرت زینب رضی پہلے حضرت عبداللہ بن جحش رضی کے نکاح میں تھیں جب آخرالذکر نے غزوۂ احد میں جام شہادت نوش کیا تو آنحضرت صلعم نے اُسی سال اُن سے عقد کر لیا۔ صرف دو تین ماہ آنحضرت صلعم کی زوجیت میں رہنے پائی تھیں کہ اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ حضرت خدیجہ رض کے بعد ازواج مطہرات میں سے صرف یہی ایک بی بی تھیں جن کی وفات آنحضرت صلعم کی حیات مبارکہ میں ہوئی آنحضرت صلعم نے ان کی نماز جنازہ خود پڑھائی اور جنت البقیع میں انہیں سپرد خاک کیا گیا وفات کے وقت ان کی عمر تیس ۳۰ سال تھی۔ چونکہ فقراء و مساکین کے ساتھ نہایت فیاضی سے پیش آتی تھیں اس لیے ام المساکین کی کنیت سے شہرت پائی [1]۔

ام المومنین

ام الحکم حضرت زینب رض بنت جحش۔ آنحضرت صلعم کی حقیقی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ آپ نے نبوت کے ابتدائی دور میں اسلام قبول کیا۔ آنحضرت صلعم نے اپنی اس تعلیم کے ثبوت میں کہ غلام و آقا اور پست و بلند میں کوئی امتیاز نہیں ہے ان کی شادی اپنے آزاد کردہ غلام اور متبنی زید رض بن حارثہ سے کر دی تھی تقریباً ایک سال تک یہ ازدواجی رشتہ قائم رہا بعد میں کچھ اختلافات پیدا ہو گئے جن کی بنا پر زید رض بن حارثہ نے حضرت زینب کو طلاق دے دی،

---

[1] اصابہ ج ۸ ص ۹۲، ۹۵

Marfat.com

آنحضرت صلعم نے ان کی دل جوئی کی خاطر ان سے عقد کر لیا۔ حضرت زینب کے نکاح کی چند خصوصیتیں ہیں۔ جو کہیں اور نہیں پائی جاتیں[1]

(۱) جاہلیت کی یہ رسم کہ متبنیٰ اور ابن میں کوئی فرق نہیں، مٹ گئی۔

(۲) مساوات کا وہ عظیم الشان منظر نظر آیا کہ آزاد و غلام کی تمیز اُٹھ گئی

(۳) پردہ کا حکم ہوا۔

(۴) نکاح کے لیے وحیِ الٰہی کا نزول ہوا

(۵) دعوتِ ولیمہ کا اہتمام کیا گیا۔

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے مروی ہے کہ "ازواج میں سے وہی (زینبؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں عزت و مرتبہ کے اعتبار سے برابر مقابلہ کرتی تھیں"

حضرت زینب کا انتقال ۲۰ھ میں ہوا اور آپ نے ۵۳ سال کی عمر پائی۔ کتب احادیث میں ان سے صرف گیارہ روایات منقول ہیں۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں۔ کہ "حضرت زینبؓ نیک خو، روزہ دار اور نماز گذار تھیں"۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ "میں نے کوئی عورت زینبؓ سے زیادہ دیندار، پرہیزگار، راست گفتار، فیاض، سخی، مخیر اور خدا کی رضا جوئی میں سرگرم نہیں دیکھی فقط مزاج میں ذرا تیزی تھی جس پر انہیں بہت ندامت بھی ہوتی تھی" افک عائشہ رضؓ کے سلسلہ میں حضرت زینب نے زہد و تورع کا ثبوت دیتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ "مجھے حضرت عائشہؓ کی بھلائی کے سوائے اور کسی چیز کا علم نہیں" موصوفہ نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ عبادت میں مصروف رہتی تھیں[2]۔ نہایت قانع اور

---

[1] ترمذی ص ۵۳۱ [2] مسلم ج ۲ ص ۳۳۵

Marfat.com

فیاض طبع تھیں خود اپنے دست و بازو سے معاش پیدا کرتی اور راہ خدا میں لٹا دیتی تھیں۔

بنت رسول اللہ

حضرت زینب بنت رسول اللہ بعثت سے دس سال قبل جب کہ آنحضرت صلعم کی عمر ۳۰ سال کی تھی مکہ مکرمہ میں حضرت خدیجہؓ کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ آپ کا نکاح ابوالعاص بن ربیع لقیط سے ہوا تھا جو حضرت زینبؓ کے خالہ زاد بھائی ہوتے تھے نبوّت کے تیرھویں سال جب آنحضرت صلعم نے مکہ معظّمہ سے ہجرت فرمائی تو آپ کے اہل وعیال مکہ میں رہ گئے تھے حضرت زینبؓ بھی اپنی سسرال میں تھیں۔
غزوہ بدر میں ابوالعاص کفار کی طرف سے شریک ہوئے تھے۔ عبداللہؓ بن جبیر انصاری نے انھیں گرفتار کرایا اور اس شرط پر رہا کیا کہ مکہ جا کر حضرت زینبؓ کو مدینہ روانہ کریں۔ ابوالعاص نے مکہ جا کر حضرت زینبؓ کو اپنے چھوٹے بھائی کنانہ کے ہمراہ مدینہ روانہ کیا چونکہ کفار سے مڈبھیڑ کا ڈر تھا اس لیے کنانہ نے ہتھیار ساتھ لے لیے تھے۔ مقام ذی طوی میں پہونچے تو قریش کے چند آدمیوں نے تعاقب کیا۔ ہبار بن اسود نے حضرت زینبؓ کو نیزہ مار کر زمین پر گرا دیا۔ اس صدمہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا کنانہ نے ترکش سے تیر نکالے اور کہا کہ اب اگر کوئی قریب آیا تو ان تیروں کا نشانہ ہوگا لوگ راستے سے ہٹ گئے تو ابوسفیان اور دوسرے سرداران قریش نے قریب آکر ان سے کہا تیر نہ چلاؤ ہمیں تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ انھوں نے تیر ترکش میں ڈال لیے ابوسفیان نے کہا ہمیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ سے جو مصیبتیں پہنچی ہیں تم کو معلوم ہیں اب اگر تم علانیہ ان کی لڑکی کو ہمارے قبضہ سے نکال لے گئے تو لوگ کیا کہیں گے یہ ہماری کمزوری ہے۔ زینبؓ کو روکنا ہمارا مقصد نہیں جب شور و ہنگامہ کم ہو جائے اس وقت تم چوری چھپے انہیں لے جا سکتے ہو۔ کنانہ نے یہ بات مان لی اور حضرت

Marfat.com

زینب کو لے کر واپس مکہ آئے چند روز بعد ان کو راتوں رات لے کر مدینہ روانہ ہو گئے۔ زیدؓ بن حارثہ کو آنحضرت صلعم نے پہلے بھیج دیا تھا وہ بطن یاجج میں تھے کنانہ نے زینب کو ان کے حوالہ کیا اور وہ ان کو لے کر مدینہ پہونچے [۱]

جمادی الاول ۶ھ میں ابو العاص ایک قریشی قافلہ کے ہمراہ شام کی جانب روانہ ہوئے۔ آنحضرت صلعم نے زیدؓ بن حارثہ کو مع ۱۷۰ سواروں کے ان کی مزاحمت کے لیے بھیجا مقام عیص میں یہ قافلہ ملا کچھ لوگ گرفتار کر لیے گئے اور ان کا مال و اسباب بھی قبضے میں لے لیا انہی گرفتار شدگان میں ابو العاص بھی تھے۔ ابو العاص آئے تو حضرت زینبؓ نے انہیں پناہ دی۔ اور ان کی سفارش سے آنحضرت صلعم نے ان کا مال بھی واپس کر دیا ابو العاص نے مکہ جا کر لوگوں کی امانتیں واپس کیں اور اسلام قبول کیا۔ قبول اسلام کے بعد مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی۔ ابو العاصؓ نے حضرت زینبؓ کے ساتھ عمر بھر جو شریفانہ برتاؤ کیا تھا آنحضرت صلعم نے اس کی تعریف کی ہے [۲]

ہجرت کے بعد حضرت زینبؓ بہت کم زندہ رہیں ۸ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ حضرت ام ایمنؓ، حضرت سودہؓ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت ام عطیہؓ نے انہیں غسل دیا۔ جس کا طریقہ خود آنحضرت صلعم نے تلقین کیا تھا۔ آنحضرت صلعم نے خود نماز جنازہ پڑھائی خود قبر میں اترے اور اپنی نور عین کو سپرد خاک کیا۔ اس موقعہ پر آنحضرت صلعم کے چہرۂ انور پر حزن و ملال کے آثار نمایاں تھے [۳]

حضرت زینبؓ نے دو بچے اپنی یادگار چھوڑے ایک علیؓ (پسر) اور دوسرے

---

۱ زرقانی ج ۳ ص ۲۲۱، ۲ طبقات ابن سعد ج ۸، ص ۲۲، ۳ طبقات ج ۸ ص ۲۴

حضور کا نواسہ اور نواسی

امامہ (بیٹی) بیٹے کے بارے میں یہ روایت ہے کہ انہوں نے بچپن میں وفات پائی لیکن عام روایت یہ ہے کہ سنِ رشد کو پہنچے اور ابن عساکر کی روایت کے بموجب معرکہ یرموک میں جام شہادت نوش کیا فتح مکہ میں آنحضرت صلعم کے ردیف تھے۔ امامہؓ عرصہ تک بقید حیات رہیں۔

حضرت زینب بنت عبداللہ

حضرت زینبؓ بنت عبداللہ ابی معاویہ بن معاویہ بن عتاب کا عرف رائطہ تھا۔ قبیلہ ثقیف سے تعلق رکھتی تھیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے نکاح میں تھیں چونکہ حضرت ابن مسعودؓ کا کوئی ذریعہ معاش نہ تھا اور زینبؓ دستکار تھیں اس لیے اپنے شوہر اور بال بچوں کی کفالت کا بار خود سنبھالے ہوئے تھیں انہیں کبھی کبھی یہ خیال آتا تھا کہ اس کفالت نے انہیں صدقہ وخیرات سے روک رکھا ہے ایک دن انہوں نے آنحضرت صلعم سے اس سلسلہ میں گفتگو کی اور یہ دریافت کیا کہ اس کفالت سے مجھے کچھ ثواب بھی ملے گا؟ آنحضرت صلعم نے انہیں یقین دلایا کہ تم ثواب سے محروم نہ رہو گے کفالت کا جو بار تم نے اٹھا رکھا ہے اٹھائے رہو۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابوعبیدہؒ جو اپنے زمانے کے مشہور محدث گذرے ہیں حضرت زینبؓ کے نور نظر تھے۔ ان سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں۔

بارگاہ نبوت میں انہیں مخصوص درجہ حاصل تھا اکثر حاضر باش رہتیں۔ ایک دن حضرت زینبؓ آنحضرت صلعم کے سر کے بالوں میں جوئیں دیکھ رہی تھیں کچھ اور مہاجرات بھی بیٹھی ہوئی تھیں ایک مسئلہ پیش ہوا تو انہوں نے (حضرت زینبؓ) اپنا کام چھوڑ کر بحث وگفتگو میں پورے جوش وخروش کے ساتھ حصہ لیا اس پر آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا۔

Marfat.com

(زینبؓ) تم آنکھ سے نہیں بولتی ہو۔ کام بھی کرو اور گفتگو بھی [1]

ربیبۂ آنحضرت

حضرت زینبؓ بنت ابی سلمہ عبداللہؓ بن عبدالاسد بن عمرو بن مخزوم کا تعلق قبیلۂ مخزوم سے تھا۔ آپ حضرت ام سلمہؓ کے بطن سے پیدا ہوئیں اور انہیں کے ہمراہ کچھ عرصہ کے بعد مدینہ کو ہجرت کی۔ حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں دودھ پلایا (اصابہ ص ۹۴ ج ۸) پہلے ان کا نام برّہ تھا بعد میں آنحضرت صلعم نے زینب نام رکھا۔[2]

سنہ ۴ھ میں ابوسلمہؓ نے وفات پائی تو حضرت ام سلمہؓ آنحضرت صلعم کے عقد میں آئیں ان ایام میں حضرت زینبؓ شیرخوار تھیں۔ آنحضرت صلعم کے آغوش تربیت میں انہوں نے ہوش سنبھالا۔ آنحضرت صلعم کو ان سے بے حد محبت تھی۔ پیروں چلنے لگیں تو آنحضرت صلعم کے پاس دوڑی دوڑی آتیں کبھی کبھی آنحضرت صلعم ان کے منہ پر غسل کے پانی کے چھینٹے ڈال دیتے۔ ان چھینٹوں کی برکت تھی۔ کہ بڑھاپے تک ان کے چہرہ پر شباب رہا۔

ان کی شادی حضرت عبداللہؓ بن زمعہ بن اسود اسدی سے ہوئی دو لڑکے پیدا ہوئے جن میں ایک کا نام ابوعبیدہ تھا سنہ ۶۳ھ میں جب حرّہ کا معرکہ پیش آیا تو یہ دونوں کام آئے جب حضرت زینبؓ کے سامنے ان کی لاشیں لاکر رکھی گئیں۔ تو آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون کا خداوندی فرمان دہرایا اپنے بیٹوں کی شہادت کے بعد دس سال بقید حیات رہیں۔ ان کا انتقال سنہ ۷۳ھ میں ہوا حضرت ابن عمرؓ نے ان کے جنازہ میں شرکت کی۔

---

[1] مسند ج ۶ ص ۲۹۳ [2] صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۳۱

حضرت زینبؓ فضل و کمال میں اپنی مثال آپ تھیں۔ اسد الغابہ میں علامہ ابن عبدالبر نے تحریر کیا ہے کہ کانت من افقہ نساء زمانہا وہ اپنے دور کی ——— بہت بڑی فقیہہ تھیں۔

ایک اور صحابیہؓ : ———

مذکورہ بالا پانچ صحابیات کے علاوہ ایک صحابیہ حضرت زینبؓ بنت عوام بھی ہیں۔ جو حضرت زبیر بن العوام کی ہمشیرہ اور آنحضرت صلعم کی پھوپھی حضرت صفیہؓ کی دختر نیک اختر تھیں۔ فصاحت و بلاغت اور شجاعت و بسالت میں آپ نے بھی اچھی خاصی شہرت پائی ہے۔ موصوفہ نے حضرت صفیہؓ ایسی مجاہدہ غزوہ خندق کے زیر سایہ تربیت پائی تھی۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ ان کے اندر ان کی تربیہ کے اوصاف پیدا نہ ہوتے غزوہ خندق میں حضرت صفیہؓ نے ایک یہودی کا کام تمام کر دیا تھا واقعہ یہ ہے کہ جب آنحضرت صلعم مجاہدین کے ساتھ جہاد کے لیے روانہ ہوئے تو عورتوں کو حضرت حسانؓ بن ثابت کے ساتھ ایک قلعہ میں جس کو اطم اور فارع بھی کہتے ہیں۔ ٹھہرا دیا۔ اور حضرت حسانؓ (مداح رسول) کو حفاظت کے لیے متعین کر دیا۔ یہ موقعہ ایسا تھا کہ عورتیں تنہا تھیں صرف حضرت حسانؓ کی موجودگی چنداں مفید نہ تھی۔ اس لیے یہودیوں نے میدان خالی دیکھ کر مسلمانوں کی مشغولیت سے فائدہ اٹھانا چاہا چنانچہ ایک یہودی قلعہ کے دروازہ تک پہنچ گیا اور کان لگا کر باتیں سننے لگا کہ موقع پائے تو حملہ کرے حضرت صفیہؓ نے دیکھ لیا چونکہ طبیعت کی دلیر تھی اس لیے فوراً حسانؓ سے بولیں "اتر کر اسے قتل کر دو" انہوں نے جواب دیا کہ اگر میں اس قابل ہوتا تو آنحضرت صلعم کے ساتھ نہ ہوتا" واقعہ یہ ہے۔ کہ اس سے قبل حضرت حسانؓ ایک مرض میں مبتلا رہ چکے تھے جس کی وجہ سے جسمانی کمزوری

Marfat.com

سکے علاوہ دل بھی اتنا ضعیف ہو چکا تھا کہ اس قسم کی جرأت نہ کر سکے اور معذوری ظاہر کرنے لگے۔ بہرحال حضرت صفیہؓ کی جرأت اس جواب سے کم نہ ہوئی اُٹھیں اور ایک خیمہ کی چوب اُکھاڑ کر یہودی کے سر پر دے ماری یہ ضرب ایسی نہ تھی کہ خطا ہوتی یہودی اس کے صدمہ سے جانبر نہ ہو سکا۔ اب یہ حضرت حسانؓ سے مخاطب ہوئیں کہ جاؤ اور اس کا سر کاٹ کر قلعے کے نیچے یہودیوں کے پاس ڈال آؤ حضرت حسانؓ نے اس میں بھی عذر کیا آخر یہ کام بھی حضرت صفیہؓ نے کیا جس سے یہودیوں کو یقین ہو گیا کہ قلعہ پر حملہ کرنا خطرے سے خالی نہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی مسلمانوں کی کچھ فوج متعین ہے[1]

ہو سکتا ہے کہ حضرت زینبؓ بنتِ عوام کو فصاحت و بلاغت کے محاسن بھی اپنی والدہ ماجدہ سے ملے تھے۔ صاحب در منثور کا بیان ہے کہ کانت شاعرۃً فصیحۃً متقدمۃً عند جمیع العرب بالقول والعقل والشرف والحسب والنسب (وہ ایک فصیح و بلیغ شاعرہ تھیں اور عربوں کے نزدیک قول و فعل، حسب و نسب اور شرف کے اعتبار سے امتیازی خصوصیت رکھتی تھیں) یہ تعریف حضرت صفیہؓ بنتِ عبدالمطلب کی ہے لیکن اس کا اطلاق Outlines of Islamic Culture (ثقافت اسلامیہ کے خدوخال کے ضمیمہ الف میں ایم اے شستری نے حضرت زینب بنتِ عوام پر بھی کیا ہے۔

اسمِ زینب کا تصرّف آخر الذکر انگریزی کتاب میں ایم اے شستری نے فاضلات دینیات اور راویاتِ احادیث کے زیرِ عنوان ایک درجن سے زیادہ زینب نام خواتین کا ذکر کیا ہے۔ ہم اپنے قارئین کی معلومات میں

[1] اصابہ ج ۸ ص ۱۲۷

اضافہ کے لیے کسی قدر اختصار کے ساتھ ذیل میں ان کا تعارف بھی کراتے ہیں۔

(۱) زینبؒ بنتِ احمد شامی۔ موصوفہ نے فلسطین، مصر اور مدینہ میں درس حدیث دیا۔ موصوفہ کا انتقال ۶۴۵ھ ہوا۔

(۲) زینبؒ بنتِ کمال الدین احمد۔ ان کا انتقال ۷۵۰ھ میں ہوا۔ یہ بھی معلمۂ حدیث تھیں

(۳) زینبؒ بنتِ سلیمان شامی کی عمر مصر میں بسر ہوئی۔ ان کا انتقال ۷۰۵ھ میں ہوا۔ قرآن و حدیث پر اچھی خاصی نظر رکھتی تھیں۔

(۴) زینبؒ بنتِ شوس نیشاپور میں پیدا ہوئیں اور وہیں ۶۱۵ھ میں ان کا انتقال ہوا یہ بھی دینیات پر عبور رکھتی تھیں۔

(۵) زینبؒ بنت ابراہیم بھی نیشاپور میں پیدا ہوئیں اور وہیں ۶۷۹ھ میں رحلت پذیر ہوئیں علم و فضل میں ان کا مقام بھی خاصا بلند تھا۔

(۶) زینبؒ بنتِ احمد شروبکی ان کی پیدائش ۶۹۶ھ میں بمقام مکّہ ہوئی۔ یہ ابھی پانچ سال کی تھیں کہ انھوں نے علوم و فنون کی منزل میں قدم رکھا۔ بعد کے زمانے میں ان کا فیض علم بھی جاری ہوا

(۷) زینبؒ بنت عبدالرحمٰن بھی اپنے دور میں صاحبۂ علم و فضل تھیں ان کا انتقال ۷۳۰ھ میں ہوا رحلت کے وقت ان کی عمر اسّی سال کی تھی۔

(۸) زینبؒ بنت عماد الرحمٰن کے علم و فضل کے تذکرے بھی عام رہے ہیں۔ اس خاتون کا انتقال ۸۵۰ھ میں ہوا۔

(۹) زینبؒ بنت عمرو نے بعلبک میں بساط فضل و کمال بچھائی۔ بے شمار طالبانِ علم ان سے فیض یاب ہوئے ان کا انتقال ۶۹۹ھ میں ہوا۔

(۱۰) زینبؒ بنت محمدؒ نے سو سال سے زیادہ عمر پائی۔ اس عمر کا بیشتر حصہ انہوں نے درس و تدریس کی نذر کیا۔ موصوفہ کا انتقال ۷۹۹ھ میں ہوا۔

(۱۱) زینبؒ بنت یحیٰ ۷۳۵ھ میں رحلت پذیر ہوئیں ان کا مقام بھی کافی بلند تھا۔

(۱۲) زینبؒ بنت اسمٰعیل شامی کا انتقال ۷۵۰ھ میں ہوا۔ موصوفہ نے بھی علوم و فنون کی نشر و اشاعت میں کافی سے زیادہ دلچسپی لی۔

ترکی، اسپین اور غرناطہ میں بھی تین خواتین اسی نام کی تھیں۔ آٹھویں۔ نویں اور پندھویں صدی ہجری میں انہوں نے شعر و ادب میں کمال حاصل کیا۔

امام حسینؑ کی ایک بیٹی کا نام بھی زینب تھا۔ اہل بیت میں اور ان تمام مسلمانوں کے گھرانوں میں جنہیں اہل بیت سے تعلق خاطر رہا ہے اور ہے۔ یہ نام مرغوب و محبوب رہا ہے۔ اگر تحقیق کے ساتھ مردم شماری کے رجسٹروں کی مدد سے ہم صرف پاکستان کی خواتین کے اسماء دریافت کریں تو اس کثرت سے یہ نام ملے گا کہ عقل دنگ رہ جائے گی۔ لیکن انصاف اور ایمان کی بات یہ ہے کہ چراغ صرف ایک ہی ہے۔ یعنی زینب کبریٰؑ کی ذات گرامی جس سے اولین و آخرین نے انجمن سازیاں اور محفل آرائیاں کی ہیں۔

یک چراغیست دریں خانہ کہ از پر تو آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

Marfat.com

زینب کبریٰ رضی کی مائیں

بنتِ زہراؓ حضرت زینبِ کبریٰؓ کی والدۂ ماجدہ خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراؓ ہیں اور یہ ایک ایسی فضیلت ہے جس پر جتنا بھی فخر کیا جائے تھوڑا ہے قدرت کی شان کہ اس نے صرف ایک فضیلت، ایک شرف، ایک نسبت اور ایک کمال پر بس نہیں کی بلکہ یہ کیا کہ ایک ذات میں اتنی فضیلتیں جمع کر دیں جن سے کسی انسان کو شاذونادر ہی نوازا جاتا ہے۔ بنت زہراؓ کے نانا تھے خود صاحب مازاغ البصر وماطغیٰ، پھر ابا جان کی شان کہ انہیں دربارِ رسالت سے باب العلم کا خطاب ملا۔ اماں جان کا یہ مقام کہ جنت میں دنیا بھر کی خواتین کی قیادت کا تاج ان کے سر ہو گا۔ اماں جان تو خیر ہیں ہی امام الانبیاء کی بیٹی بنتِ زہراؓ کی نانی اماں اور دادی اماں بھی تو کچھ کم رتبہ کی مالک نہیں۔ بنتِ زہراؓ کی سیرت کی تشکیل میں جہاں ان کی والدہ ماجدہ کی تربیت کو دخل ہے وہاں ام المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ (نانی) اور حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد (دادی) کے شخصی کمالات بھی اس پر اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ چہرہ کی تراش خراش اور اپنے ڈیل ڈول کے اعتبار سے زینب کبریٰؓ میں ان کی نانی کی ہو بہو جھلک تھی۔ اور اس کی شہادت خود آنحضرت صلعم نے دی۔ دادی

Marfat.com

کی نیک مزاجی اور شریف طبعی کا اثر پوتی پر کیسے نہ پڑتا اثر پڑا اور کچھ اس شان سے پڑا کہ پوتی نے دادی کا نام روشن کر دیا۔ بنت زہرا کی یہ ما یش تو ہم سے متقاضی نہیں البتہ ادب و احترام کا وہ رشتہ جو ہمیں ان کے دامن سے وابستہ کیے ہوئے ہے یہ تقاضا کرتا ہے کہ ہم ان کا ذکر خیر بھی کریں۔

اس اک آستاں پر جبیں سائیاں ہیں
جلو میں ہیں جس کے کئی آستانے

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ

ام المومنین خاندان قریش کی ایک معزز و محترم خاتون تھیں نام خدیجہ اور لقب طاہرہ ان کے والد ماجد کا نام خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ تھا اور نانا اصم بن ہرم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامر تھے یعنی چند پشتوں پہلے ان کے دادھیالی اور ننھیالی رشتے مل جاتے تھے۔ قصی بن کلاب جو حضرت خدیجہ کے پر دادا تھے آنحضرت صلعم کے شجرۂ نسب میں بھی جدا علیٰ کی حیثیت سے نظر آتے ہیں [1]

شروع شروع میں حضرت خدیجہؓ کی نسبت ورقہ بن نوفل سے قرار پائی تھی۔ مگر کسی وجہ سے نکاح نہ ہو سکا۔ ابوہالہ ہند بن بناش سے ان کا نکاح ہوا۔ یہ ابوہالہ اپنی قوم میں قدر و منزلت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے [2]۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو عتیق بن عابد کے عقد میں آئیں۔ ان کی عمر نے بھی وفا نہ کی بعد صیفی بن امیہ سے نکاح ہوا یہ صیفی حضرت خدیجہؓ کے ابن عم تھے۔ صیفی بن امیہ کا آفتاب عمر بھی گہن میں آگیا اور حضرت خدیجہ کو تیسری بار بیوگی سے دوچار ہونا پڑا۔

---

[1] طبقات ج ۸ ص۸   [2] ایضاً

Marfat.com

حضرت خدیجہؓ کا مال تجارت شام میں فروخت ہوتا تھا[1] اس لیے انہیں اس خدمت کے لیے معاونین کی ضرورت پیش آتی تھی جنہیں وہ معقول معاوضہ دیتی تھیں مال و دولت کی کمی نہ تھی۔ خوش حالی کا دور دورہ تھا لیکن اس کے باوجود حضرت خدیجہؓ کا دل پیہم صدمات کی وجہ سے بجھا بجھا سا رہتا تھا۔

آنحضرت صلعم عنفوان شباب کی منزل میں تھے لیکن اہل مکہ آپ کی نیک نفسی اور خوش خلقی کی بدولت آپ سے ایک خاص تعلق خاطر رکھتے تھے۔ اپنی قوم ہی میں نہیں بلکہ عرب کے گوشے گوشے میں صادق وامین کے القابات سے آپ کی شہرت تھی۔ حضرت خدیجہؓ کی نگاہ انتخاب آپ پر پڑی اور یہ پیغام بھیجا کہ اگر بار خاطر نہ ہو تو آپ میرا مال تجارت شام لے جایا کریں۔ میرا غلام میسرہ آپ کے ہمراہ رہے گا۔ جتنا معاوضہ میں دوسروں کو دیتی ہوں اس سے دو چند آپ کی خدمت میں پیش کروں گی[2]

آنحضرت صلعم اپنے چچا ابوطالب سے حضرت خدیجہؓ کی تجارت سے متعلق بہت کچھ سن چکے تھے۔ آپ نے کسی پس و پیش کے بغیر یہ خدمت قبول کر لی۔ سامان تجارت لے کر شام کی جانب عزم سفر کیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ آپ جتنا مال اپنے ہمراہ لے گئے تھے سب کا سب اچھے داموں فروخت ہو گیا۔ مکہ میں واپسی پر جب آپ نے حضرت خدیجہؓ کو حساب دیا تو بڑھے چڑھے نفع اور مال کی فروخت سے ان کی باچھیں کھل گئیں۔ موصوفہ نے جتنی رقم اپنے ذہن میں پہلے سے طے کی تھی کچھ اضافہ کے ساتھ آنحضرت صلعم کی خدمت میں نذر کی[3]

حضرت خدیجہؓ صرف تجارتی اغراض کی بنا پر ہی نہیں بلکہ ان ستودہ صفات کے

---

[1] در المنثور ص ۱۸ مطبوعہ مصر [2] طبقات ج ۸ ص ۹ ، [3] طبقات ج ۸ ص ۹

Marfat.com

باعث جن کا انہیں علم تھا، آنحضرت صلعم سے اتنی مانوس ہوگئیں کہ ان کے دل میں ان سے نکاح کی خواہش پیدا ہوئی۔ یہ سوچتے سمجھتے ہوئے کہ ان کی عمر آنحضرت صلعم سے کہیں زیادہ ہے اور وہ شاید یہ ازدواجی رشتہ قبول نہ کریں حضرت خدیجہؓ نے اپنی لونڈی نفیسہ کو اس کام پر مامور کیا کہ وہ آنحضرت صلعم سے ملے اور آپ کے خیالات کا جائزہ لے کر انہیں پتہ دے تاکہ سلسلہ جنبانی کی جائے۔ نفیسہ بی بی حسب الحکم آنحضرت صلعم کی خدمت میں پہونچیں اور باتوں باتوں میں شادی سے متعلق آپ کا عندیہ لیا۔ قدرت کو کچھ منظور ہی ایسا تھا کہ آپ نے حامی بھر لی اور آپ کے چچا نے بھی اس سلسلہ میں اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔ حضرت خدیجہؓ کے باپ حرب فجار میں کام آچکے تھے۔ اس لیے عمرو ابن اسد۔ جو ان کے چچا تھے سرپرستی کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ ابوطالب ان سے ملے اور بات طے ہوگئی۔ ایک نیک ساعت میں آنحضرت صلعم مع اپنے چچا اور دیگر افراد خاندان حضرت خدیجہؓ کے مکان پر آئے ابوطالب نے رسم ورواج کے مطابق خطبۂ نکاح پڑھا اور ۵۰۰ درہم طلائی مہر قرار پایا۔[1] شادی کے وقت آنحضرت صلعم کی عمر ۲۵ سال اور حضرت خدیجہؓ کی ۴۰ سال تھی۔

جملہ ارباب سیر کا اس چیز پر اتفاق ہے کہ خواتین میں سب سے پہلے اسلام کی دولت سے حضرت خدیجہؓ مالامال ہوئیں۔

جب آنحضرت صلعم پر نزول وحی کا آغاز ہوا تو آپ پر کچھ اضطراب کے آثار طاری ہوئے۔ آپ نے اپنی کیفیت کا ذکر اپنی رفیقۂ حیات حضرت خدیجہ سے کیا۔ یہ بولیں کہ

---

[1] اصابہ ص ۵۳۹،

"آپ سچ بولتے ہیں۔ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ امانت گذار ہیں، مہماں نواز ہیں۔ مصیبت کے وقت لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو تنہا نہ چھوڑے گا۔"

پھر آپ کو اپنے ہمراہ اپنے ابن عم ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں یہ اپنے زمانے میں مشہور نصرانی عالم تھے اور انہیں تورات وانجیل پر اچھا خاصا عبور تھا۔ ورقہ نے پوری روداد سن کر جواب دیا کہ

"یہ وہی ناموس ہے جو حضرت موسیٰؑ پر اُترا تھا۔ کاش مجھ میں قوت ہوتی اور میں اس وقت تک تمہاری نصرت کے لیے زندہ رہتا جب تمہاری قوم تمہیں دیس نکالا دے گی۔"

کچھ دنوں کے بعد ورقہ بن نوفل چل بسے[1]

یحییٰ بن فرات کے حوالے سے عفیف کندی نے ایک روایت میں یہ تصویر کھینچی ہے۔

ایام جاہلیت میں مجھے اپنی بیوی کے لیے عطر اور کپڑا خریدنا تھا اس لیے میں نے مکہ کا رُخ کیا۔ عباس بن عبدالمطلب کے یہاں مجھے ٹھہرنے کا اتفاق ہوا صبح کا وقت تھا میری نگاہ کعبہ کی جانب تھی عباس بھی ساتھ تھے اتنے میں ایک جوان شخص آیا اس نے اپنا سر اُٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا اور پھر رو بہ قبلہ کھڑا ہو گیا تھوڑی دیر میں ایک لڑکا آیا اور اس جوان کے دایئں جانب کھڑا ہو گیا تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ ایک عورت آئی اور وہ بھی ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئی جب یہ دونوں اس نوجوان کے ساتھ نماز پڑھ کر چلے گئے تو میں نے

---

[1] صحیح بخاری ج ۱ صفحہ ۳۴۲

عباسؓ سے کہا "عباسؓ! میں دیکھتا ہوں کہ کوئی بڑا انقلاب آنے والا ہے" عباس نے کہا "تم جانتے ہو یہ جوان لڑکا اور عورت کون ہیں؟" میں نے کہا، نہیں۔ عباس نے کہا "یہ جوان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے بھائی عبداللہ بن عبدالمطلب کا بیٹا ہے۔ لڑکا علی (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) ابوطالب بن عبدالمطلب کا بیٹا ہے۔ عورت جسے تم نے دونوں کے پیچھے نماز پڑھتے دیکھا میرے جوان بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیوی خدیجہؓ بنت خویلد ہے۔ میرے بھتیجے کا خیال ہے کہ اس کا مذہب خاص الہامی مذہب ہے اور وہ جو کچھ کرتا ہے خدا کے حکم سے کرتا ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے تمام روئے زمین پر ان تینوں کے سوائے کوئی اس دین کا پابند نہیں ہے۔" یہ سن کر مجھے تمنا ہوئی کاش چوتھا میں ہوتا [1]

اسلام کے ابتدائی دور میں حضرت خدیجہؓ نے اپنے شوہر آنحضرت صلعم کی رفاقت کا پورا پورا حق ادا کیا آپ ان کی ہم خیال بھی تھیں اور غمگسار بھی۔ حضرت عائشہؓ صدیقہؓ فرماتی ہیں جتنا رشک مجھے خدیجہؓ پر تھا اور کسی بیوی پر نہ تھا۔ ایک دن آنحضرت صلعم نے ان کی تعریف و توصیف کی تو مجھے غیرت آئی اور میں نے کہا کہ وہ عمر رسیدہ تھیں۔ اب اللہ تعالےٰ نے آپ کو ان سے بہتر بیوی دی ہے۔" ان الفاظ پر آنحضرت صلعم کے چہرہ کا رنگ سرخ ہو گیا اور آپ نے فرمایا" نہیں، بخدا مجھے خدیجہؓ سے بہتر بیوی نہیں ملی۔ وہ اس وقت مجھ پر ایمان لائیں جب سب کے سب کفر کی دلدل میں پھنسے ہوئے تھے۔ انہوں نے میری تصدیق ان ایام میں کی جب سب میری اور میرے پیغام کی تکذیب پر تلے ہوئے تھے

---

[1] طبقات ج ۸ صـ ۱۱

Marfat.com

انہوں نے میری امداد اپنے مال سے کی جب کہ دوسروں نے مجھے اس سے محروم رکھا سب سے بڑی بات یہ کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے اُن سے اولاد دی"۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ پھر کبھی میں نے ان کا ذکر بُرائی سے نہیں کیا[۱]۔ حضرت خدیجہؓ سے آنحضرت صلعم کی محبت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ آپ نے ان کی زندگی میں کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کی۔

حضرت خدیجہؓ امورِ خانہ داری نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیتی تھیں یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے اُن کے حق میں یہ فرمایا "کانت اُمّ العیال و ربّۃ البیت"۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ آنحضرت صلعم کی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں رکھتی تھیں۔ آنحضرت صلعم کی زبان وحی ترجمان سے جو الفاظ بھی نکلتے، ام المومنین بڑی گرمجوشی کے ساتھ اُن کی تصدیق کرتی تھیں۔ بعثت سے قبل بھی اور بعثت کے بعد بھی ام المومنین کا یہی شعار رہا۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ چار عورتوں کو دنیا کی تمام عورتوں پر فضیلت ہے[۲] (۱) مریمؑ بنت عمران (۲) آسیہؓ زوجہ فرعون (۳) خدیجہؓ بنت خویلد (۴) فاطمہؓ بنت محمدؐ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے زمین پر چار خط کھینچے اور فرمایا، تم جانتے ہو یہ کیا ہے صحابہؓ نے کہا۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ آپ نے فرمایا بہشتی عورتوں میں سب سے زیادہ افضل چار خواتین ہیں۔ خدیجہؓ بنت خویلد، فاطمہؓ بنت محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) مریمؑ بنت عمران اور آسیہؓ بنت مزاحم اہلیہ فرعون[۳]

---

[۱] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۲۱، [۲] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۲۰، [۳] ایضاً

Marfat.com

آنحضرت صلعم جتنی تعریف و توصیف حضرت خدیجہؓ کی کرتے تھے اتنی بیویوں میں سے کسی کی بھی نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت خدیجہؓ آنحضرت صلعم کی تلاش میں نکلیں یہ وہ زمانہ تھا کہ سارا عرب آپؐ کی دشمنی پر تلا ہوا تھا۔ اثنائے راہ میں جبرئیلؑ ایک انسان کی شبیہ میں ملاقی ہوئے آپ نے ان سے حضورؐ کے بارے میں پوچھ گچھ کی ان کے انداز گفتگو سے آپ پر خوف طاری ہوا اور یہ اندیشہ دل میں آیا کہ کہیں یہ کوئی آنحضرت صلعم کا دشمن نہ ہو۔ گھر پہونچیں تو آنحضرت صلعم سے اس ملاقات کا ذکر کیا۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا وہ جبرئیلؑ تھے مجھ سے کہہ گئے ہیں کہ میں تمہیں ان کا سلام پہنچا دوں اور جنت میں ایسے گھر کی خوشخبری سناؤں جو موتیوں سے بنا ہوگا۔ اور جہاں شور و شغب مطلق نہ ہوگا۔[1]

حضرت جبرئیلؑ کے پیغام سلام کی ایک اور روایت بھی ہے اس کے راوی حضرت انس بن مالک ہیں۔ روایت کا مضمون یہ ہے کہ ایک دن آنحضرت صلعم کی بارگاہ رسالت میں جبرئیل امین نے حاضری دی اور یہ پیغام دیا کہ اللہ تعالیٰ خدیجہؓ پر سلام بھیجتا ہے۔ آپؐ نے خدیجہؓ کو یہ پیغام پہنچایا تو سیدہؓ نے جواب میں کہا کہ ان اللہ ہوا لسلام وعلے جبرئیل السلام وعلیک یا رسول اللہ السلام۔ صحیح بخاری کی شرح میں علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس روایت کے ضمن میں لکھا ہے کہ یہ جواب حضرت خدیجہؓ کی فراست کا بین ثبوت ہے۔ یعنی انہوں نے جواب میں صرف وعلیہ السلام نہیں کہا صحابہؓ شروع شروع میں تشہد میں السلام علے اللہ کہا کرتے تھے آنحضرت صلعم نے انہیں یہ تعلیم دی کہ ایسا نہ کہا کرو جس ذات کا صفاتی نام ہی سلام ہے اس پر سلام کیا معنیٰ بہتر ہے کہ التحیات للہ کہا کرو۔

---

[1] اصابہ صفحہ ۲۱ج ۲

Marfat.com

حضرت خدیجہؓ نے اپنی فراست سے یہ سمجھ لیا تھا کہ اللہ پر کبھی درود سلام نہیں بھیجنا چاہیئے۔ کیونکہ اس میں بے ادبی کا ایک پہلو ہے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی جا سکتی ہے اور یہی اس کے لیے زیبا ہے۔ چنانچہ اس خیال سے حضرت خدیجہؓ نے ان اللہ ھو السلام کہا جس کا منشا یہ تھا کہ الفاظ سے یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ سلام ہے یعنی اس کی ذات سلام کا منبع ہے اور مخلوق کو درجہ بدرجہ اس سلام سے حصہ ملتا ہے گویا اس طرح خالق و مخلوق کے مراتب و مدارج کی حدود متعین کر دیں اسی کے ساتھ آپؓ نے جبرئیل امین اور آنحضرت صلعم پر بھی سلام بھیجا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلام بھیجنے والے اور سلام پہونچانے والے دونوں کے لیے سلامتی کی دعا مانگنی چاہیئے[1] ابن اسحاق کی روایت ہے کہ حضرت خدیجہؓ اسلام کی سچی خیر خواہ اور نیک نیت مشیر تھیں[2]

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ علامہ ابن عبدالبرؒ کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلعم خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرؓا کی عیادت کو تشریف لائے اور دریافت فرمایا۔ بیٹی کیا حال ہے جواب میں خاتون جنتؓ نے عرض کیا، میں بیمار ہوں اور پریشانی کی بات یہ ہے کہ گھر میں کھانے پینے کو کچھ نہیں ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ بیٹی کیا یہ بات تمہیں پسند نہیں کہ تم دنیا کی عورتوں کی سردار ہو۔ خاتون جنت نے عرض کیا، مریمؑ بنت عمران کے بارے میں کیا خیال ہے۔ آپؐ نے فرمایا، مریمؑ بنت عمران سابقہ امت کی خواتین سے بہتر تھیں۔ حضرت خدیجہؓ امت موجودہ میں تمام عورتوں سے افضل ہیں اور تم اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار ہو۔[1]

آنحضرت صلعم کی تمام اولاد حضرت خدیجہؓ کے بطن سے ہوئی۔ حضرت ابراہیمؓ

---

[1] درۃ ایضاً صفحہ ۱۱۹ و ۱۲۰ (۲) اسد الغابہ صفحہ ۴۳۵

ام المومنین ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے تھے - علی بن عبدالعزیز جرجانی کا بیان ہے کہ آنحضرت صلعم کی اولاد میں سب سے بڑے قاسمؓ تھے پھر زینبؓ وغیرہ کلبی کی روایت ہے کہ اولاد کی ترتیب یہ ہے - زینبؓ، قاسمؓ، ام کلثومؓ، فاطمہؓ، رقیہؓ اور عبداللہؓ یہی روایت صحیح بتائی جاتی ہے[1]

حضرت خدیجہؓ آنحضرت صلعم کے عقد میں ۲۴ سال رہیں[2]۔ نبوت کے آٹھویں سال ہجرت سے تین سال قبل رمضان المبارک میں ان کا وصال ہوا اس وقت نماز فرض نہیں ہوئی تھی - ام المومنینؓ نے ۶۵ سال کی عمر پائی[3] چونکہ نماز جنازہ کے احکام جاری نہیں ہوئے تھے - اس لیے آنحضرت صلعم نے بغیر نماز قبر میں اتارا حجون میں آپ کی آرام گاہ ہے[4]

ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات ایک ہی سال میں ہوئی - آنحضرت صلعم کو اپنی رفیقہ حیات اور اپنے شفیق عم محترم کی جدائی کا کافی قلق ہوا[5]

حضرت فاطمہؓ بنت اسد

یہ ہیں بنت الزہرا حضرت زینب کبریٰؓ کی دادی آپ کا نام نامی فاطمہ تھا - اور والد محترم کا اسم گرامی اسد جو ہاشم بن عبد مناف کے بیٹے اور آنحضرت صلعم کے جد امجد عبدالمطلب کے برادر حقیقی تھے - اس لحاظ سے ان کا نسب نامہ وہی ہے جو خود آنحضرت صلعم کا ہے[6] آپؓ کی شادی ابوطالب بن عبدالمطلب سے ہوئی - ان کی اولاد میں چار فرزند طالب عقیلؓ، جعفرؓ اور علیؓ تھے - اور تین دختران نیک اختر ام ہانیؓ، جمانہ اور ریطہ تھیں - ان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ تو بنت الزہراؓ کے والد محترم ہوتے ہیں اور حضرت جعفرؓ جو بعد میں حضرت جعفر طیارؓ کے نام نامی سے مشہور ہوئے ان کے شوہر تھے یعنی حضرت عبداللہ

---

(۱) - اسد الغابہ صفحہ ۴۳۷ (۲) ایضاً صفحہ ۴۳۵ (۳) طبقات ج ۸ صفحہ ۱۱ (۴) ایضاً (۵) ایضاً

(۶) استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۷۳

بن جعفرؓ کے والد محترم جو بنت زہراؓ کے شوہر ہوتے ہیں۔

استیعاب میں علامہ ابن عبدالبر تحریر فرماتے ہیں ھی اَوَّلُ ھاشمیۃ ولدت ھاشمی

یہ وہ پہلی ہاشمی خاتون ہیں جن کے بطن سے ہاشمی اولاد کا سلسلہ چلا۔[1]

جب آنحضرت صلعم نے اہل عرب کو اسلام کی دعوت دی تو تمام قبائل میں بنی ہاشم پیش پیش رہے اور ان میں سے اکثر شرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت فاطمہؓ بنت اسد نے بھی اس دعوت پر لبیک کہا۔ شوہر کے علاوہ ان کی اولاد میں سے بھی بعض نے اسلام قبول کیا۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت فاطمہؓ بنت اسد کو ہجرت کا شرف بھی عطا کیا جب آپ دیگر مہاجرین و مہاجرات کے ہمراہ مدینہ منورہ چلی آئیں تو یہاں حضرت علی کرم اللہ وجہ کے ساتھ آنحضرت صلعم نے اپنی بیٹی خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا عقد کر دیا اس عقد کے بعد ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہ نے اپنی والدہ محترمہ کی دلجوئی کے لیے ارشاد فرمایا

"میں پانی بھروں گا اور باہر کا کام بھی میرے ذمہ ہو گا۔ فاطمہؓ بنت رسول اللہ چکی پیسنے اور آٹا گوندھنے میں آپ کا ہاتھ بٹائیں گی۔"[2]

حضرت فاطمہؓ بنت اسد نیک مزاج اور شریف النفس خاتون تھیں آنحضرت صلعم ان کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ان کی وفات کے بعد آنحضرت صلعم نے فرمایا:

ابوطالب کے بعد ان سے زیادہ مجھ پر اور کون مہربان نہ تھا۔[3]

آنحضرت صلعم ان سے کافی مانوس تھے اکثر ان کے گھر آرام فرماتے اور ان سے ملنے کے لیے تشریف لایا کرتے تھے۔[4] ان کی وفات ہجرت کے بعد ہوئی آنحضرت صلعم

---

[1] استیعاب ج ۲ صـ ۷۷۴، [2] اسد الغابہ ج ۵ صـ ۵۱۷، [3] استیعاب ج ۲ صـ ۷۷۴،
[4] طبقات ج ۸ صـ ۱۶۱،

نے انہیں اپنی قمیص میں کفنایا اور دفن سے قبل تھوڑی دیر ان کی قبر میں لیٹے لوگوں نے تعجب سے پوچھا تو فرمایا کہ ابوطالب کے بعد ان سے زیادہ کسی نے میرے ساتھ مہربانی نہیں کی میں نے اپنی قمیص انہیں اس لیے پہنائی تاکہ جنت میں حلۂ بہشتی ان کے زیب تن کیا جائے۔ اور قبر میں اس لیے لٹایا تاکہ شدائد میں آسانی ہو[1]

یہ وہی فاطمہؓ بنت اسد ہیں جن کے فضائل و مآثر کتب سیر میں مذکور ہیں[2]

حضرت فاطمۃ الزہراؓ

آپ آنحضرت صلعم کی صاحبزادی تھیں اور آپ کی ذات میں قدرت نے وہ تمام نسوانی فضائل جمع کر دیے تھے جن سے شاذ و نادر ہی کسی دوسری خاتون کو نوازا گیا ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ ہیں۔ جنت میں خواتین کی قیادت کا شرف آپ ہی کو حاصل ہے۔ آپ کے بے شمار القاب ہیں۔ جن میں سے چند زہرا، طاہرہ، مطہرہ، ذاکیہ راضیہ، مرضیہ اور بتول ہیں[3]

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے فاطمہ، بتول اور زہرا کی وجہ تسمیہ کے سلسلے میں لکھا ہے کہ آپ کا نام فاطمہؓ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے شیدائیوں کو دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ بتول کا لقب اس لیے ہے کہ آپ اپنے زمانے کی خواتین سے فضل و کمال اور حسب و نسب کے اعتبار سے افضل ہیں صاحب اخبار الدول زہراؓ کی وجہ تسمیہ لکھتے ہیں۔ کہ جب حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ پیدا ہوتے تو عصر و مغرب کے درمیان کا وقت نماز قدرت کی عنایت سے آپ اس قابل ہوتیں کہ غسل کر کے نماز ادا کر سکیں۔ اور یہ بہت بڑی خصوصیت ہے اسی واسطہ

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۷۷۲ [2] در منثور ص ۳۵۹، [3] اصابہ ص ۴۸ ج ۴

آپ کا لقب زہراؓ قرار پایا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کی ذات ستودہ صفات میں بہجت، زہرت، جمال و کمال کے جوہر پوشیدہ تھے اسی مناسبت سے آپ زہراؓ کے لقب سے ملقب ہوگئیں یہ آخری توجیہہ زیادہ صحیح ہے۔

علامہ قسطلانیؒ مواہب لدینہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ فطم کے لغوی معنیٰ ہیں بچے کو دودھ پینے سے روکنا گویا حضرت فاطمہؓ ایسی خاتون ہیں جو لوگوں کو دوزخ کی آگ سے روکیں گی۔ بتول مشتق ہے تبل سے جس کے معنی ہیں قطع کرنا۔ منتہی الارب میں لکھا ہے کہ بتول بروزن صبور دوشیزہ کو کہتے ہیں جو دنیا و مافیہا سے الگ تھلگ ہو حضرت مریمؑ بنت عمران کا لقب بھی بتول تھا۔ بچپن ہی سے حضرت فاطمہؓ کی طبیعت نہایت سادہ واقع ہوئی تھی۔ متانت اور سنجیدگی کے جوہر آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔ آپ کی دوسری بہنیں کبھی کبھی کھیل بھی لیتیں لیکن آپ کا دل کھیل میں نہیں لگتا تھا۔ آپ کہیں آنا جانا پسند نہیں کرتی تھیں۔ ہمیشہ اپنی والدہ محترمہ کے پاس بیٹھی رہتی تھیں آپ کی یہ شان استغنا آنحضرت صلعم کو بہت پسند تھی۔ اسی وجہ سے آپ کو بتول کہتے تھے چونکہ آپ صورت و سیرت میں آنحضرت صلعم سے بہت زیادہ مشابہ تھیں۔ اس لیے آپ کو زاکیہ اور راضیہ کے القاب سے بھی یاد کرتے تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت نبوت سے پانچ سال قبل ہوئی تھی اور یہ وہ ایام تھے جب کہ اہل قریش کعبہ کی تعمیر میں مصروف تھے۔ آپ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے عمر میں پانچ سال بڑی تھیں۔

Marfat.com

عقد: اوائل محرم ۲ھ میں حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا عقد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوا[1] شادی کے وقت خاتونِ جنتؓ کی عمر پندرہ سال ساڑھے پانچ مہینے کی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عمر اکیس سال ساڑھے پانچ مہینے کی تھی۔ گویا حضرت علی کرم اللہ وجہہ خاتونِ جنتؓ سے تقریباً چھ سال بڑے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بیان ہے۔ کہ جب میں نے پیغام دینے کا ارادہ کیا تو میرے پاس کوئی چیز نہ تھی کہ میں مہر ادا کرتا میں اسی پریشانی میں مبتلا تھا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم کیا مہر دوگے میں نے کہا میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا وہ زرہ کہاں ہے جو میں نے تمہیں جنگِ بدر کے بعد دی تھی۔ میں نے عرض کیا وہ میرے پاس ہے۔ فرمایا بس وہی مہر میں دے دو چنانچہ میں نے وہی زرہ مہر میں حضرت فاطمہؓ کی نذر کردی اس زرہ کی قیمت میں اختلاف ہے بعض نے چار درہم قیمت لکھی ہے اور بعض نے چار سو درہم خاتونِ جنت کا جہیز، چمڑے کا تکیہ۔ دو چکیاں۔ مشکیزہ، دو گھڑے اور ایک نقشی تخت یا ایک چارپائی بتایا جاتا ہے۔ خاتونِ جنت کی شادی سے متعلق راقم الحروف کے چند اشعار میں ان سے مہر اور جہیز پر روشنی پڑتی ہے۔

نبیؐ کی لاڈلی بیٹی کی شادی کا سوال اُٹھا	پڑی حیدر پہ قدرت کی نگاہِ انتخاب اول
نظر آتی نہ تھی کوئی ادائے مہر کی صورت	رسول اللہ نے یہ عقدۂ مشکل کیا خود حل
پیمبر نے کہا حیدر! تردد کیوں؟ خلش کیسی؟	تکلف سے نہیں راضی نہ خوش خلاقِ عز و جل
وہی کافی ہے جو کچھ پاس ہے باقی خدا حافظ	پریشانی سے کیا حاصل نہ ہو بے آبرو بیکل
علیؓ کے پاس تھا ہی کیا زرہ اک کھال اک چادر	نہ اطلس تھا نہ دیبا تھی نہ ریشم تھا نہ تھی مخمل

---

[1] اصابہ صفحہ ۴۲۵ ...

Marfat.com

جہیز فاطمہؓ چمڑے کا گدا، بان کی کھٹیا
دو مٹی کے گھڑے دو چکیاں اک مشک اک چھاگل

اولاد: حضرت فاطمۃ الزہرؓا کے بطن سے بروایات مختلفہ تین صاحبزادے امام حسنؓ امام حسینؓ اور حضرت محسنؓ اور تین صاحبزادیاں ام کلثومؓ، زینبؓ اور رقیہؓ پیدا ہوئیں آخرالذکر صاحبزادی کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا [1]

فضائل و کمالات: حضرت فاطمۃ الزہرؓا کے کمالات کی کوئی انتہا نہیں ہم بر سبیل اختصار صرف چند روایات پر اکتفا کریں گے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے زمین پر چار خط کھینچے پھر لوگوں سے پوچھا کہ تم لوگ جانتے ہو ان خطوط سے کیا مراد ہے۔ سب نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ فاطمہؓ بنت محمدؐ۔ خدیجہؓ بنت خویلد، مریمؑ بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم (فرعون کی بیوی) کو جنت کی عورتوں پر سب سے زیادہ فضیلت حاصل ہے [2]

صداقت اور صدق مقالی میں حضرت فاطمۃ الزہرؓا کا کوئی جواب نہ تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں [3]

"میں نے فاطمہؓ سے بڑھ کر کوئی راست گو نہیں دیکھا البتہ ان کے والد آنحضرت صلعم اس سے مستثنیٰ ہیں"

آنحضرت صلعم جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے اپنی بیٹی سے ملتے تھے [4] حضرت فاطمہؓ اگرچہ آنحضرت صلعم کی لاڈلی بیٹی تھیں لیکن آپؓ نے کوئی دنیاوی فائدہ نہیں اٹھایا [5]۔ ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ

---

[1] زرقانی صلہ۲۳ [2] استیعاب ص۷۷۱ [3] ایضاً [4] اسد الغابہ ص۵۲۳ [5] سنن ابوداؤد

تمہاری خوشنودی اور رضامندی سے خوشنود رضامند اور تمہارے غیظ و غضب سے غضبناک ہوتا ہے [1]

ایک تابعی نے حضرت عائشہ صدیقہ سے پوچھا کہ آنحضرت صلعم کو سب سے زیادہ محبوب کون تھا آپ نے جواب دیا عورتوں میں فاطمہؓ اور مردوں میں ان کے شوہر علیؓ۔

حضرت فاطمہؓ اپنی زندگی کی ہر منزل میں آنحضرت صلعم کے نقش قدم پر چلتی تھیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے نقل و حرکت، نشست و برخاست، عادات و خصائل، طرز گفتگو اور لب و لہجہ میں آنحضرت صلعم کے مشابہ فاطمہؓ سے زیادہ اور کسی کو نہیں دیکھا۔ حضرت فاطمہؓ جب آنحضرت صلعم کے پاس آتی تھیں تو آنحضرت صلعم کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھا لیتے تھے [2] اور یہی طرز عمل حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا تھا [3]۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میری آنکھوں نے آنحضرت کے بعد فاطمۃ الزہراؓ سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا [4]

آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ [5]

"فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔"

حضرت فاطمہؓ صلاح و تقوی کا مجسمہ تھیں آپ کی زندگی زہد و قناعت کے عالم میں گذری۔ صبر و تحمل، زہد و ورع، اور شرم و حیا آپ کی امتیازی خصوصیات ہیں دنیاوی مصائب کو آپ خاطر میں بھی نہیں لاتی تھیں آپ کی زندگی جس عسرت میں بسر ہوئی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے گھر کا کام کاج خود اپنے ہاتھ سے

---

[1] اسد الغابہ ص ۵۲۲، [2] استیعاب ص ۷۵۰، [3] ایضاً، [4] اصابہ ص ۱۵۷، [5] صحیح بخاری ص ۵۳۲

کرتی تھیں۔ چکی پیسنے پیستے آپ کے ہاتھوں میں چھالے پڑجاتے تھے مشک بھرتے بھرتے
کمر اور سینہ میں نشانات پڑگئے تھے۔ گھر میں جھاڑو دینے اور چولہا جھونکنے سے آپ کے
کپڑوں پر گرد اور کالک بیٹھ جاتی تھی۔ ایک دن حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ سے کہا
اب تو پانی بھرتے بھرتے سینہ درد کرنے لگا آج کل دربار نبوت میں بہت سے قیدی
آتے ہوئے ہیں تم جاؤ اور ایک خادم آنحضرت صلعم سے مانگو۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا میں
کس سے کہوں میرا خود یہی حال ہے کہ چکی پیستے پیستے میرے ہاتھوں میں نشان پڑگئے ہیں۔
پھر آپ اپنے والد بزرگوار کے پاس گئیں۔ آنحضرت صلعم نے دریافت کیا، کیا حال ہے؟
کیسے آنا ہوا؟ کیا کوئی کام ہے؟ آپ نے عرض کیا کوئی کام نہیں صرف سلام کے لیے
حاضر ہوئی تھی۔ چنانچہ آپ آداب وسلام بجالا کر گھر واپس آگئیں جس مقصد کے لیے گئی تھیں
اس کا اظہار تک بھی نہ کیا جب گھر آئیں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پوچھا، کچھ بات بنی۔
خاتون جنت نے جواب دیا کہ شرم وحیا نے میری زبان پر تالے ڈال دیے تھے میں کچھ
بھی عرض نہ کرسکی۔ پھر دونوں میاں بیوی آنحضرت صلعم کی خدمت میں پہونچے حضرت علیؓ
نے عرض کیا یا رسول اللہ! پانی بھرتے بھرتے سینہ میں درد ہونے لگا ہے۔ حضرت فاطمہؓ
نے عرض کیا کہ چکی پیستے پیستے میرے ہاتھوں میں نشان پڑگئے ہیں اب تو یہ تکلیفیں قابو سے
باہر ہوگئی ہیں۔ حضور کے پاس بہت سے قیدی آئے ہیں ان میں سے ایک ہمیں دے دیجئے
آنحضرت صلعم نے فرمایا بخدا میں تم دونوں کو کوئی قیدی خدمت کے لیے نہیں دے سکتا
کیا میں اہل صفہ کے حق کو تلف کردوں اور انہیں بھول جاؤں جو فقر و فاقہ کی بدولت کھانے
پینے کے محتاج ہیں میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے کہ میں اس سے ان لوگوں کی امداد کروں
بس یہی صورت ہے کہ میں یہ قیدی فروخت کروں اور ان سے جو قیمت ملے اس سے

Marfat.com

اہل صفہ کی ضروریات پوری کروں۔ جب یہ دونوں ایک انصاف پسندانہ جواب سن کر گھر لوٹ آئے تو آنحضرت صلعم ان کے یہاں آئے اس وقت دونوں اپنے اپنے بستر پر آرام کے لیے لیٹ چکے تھے لیکن جب آنحضرت صلعم کو تشریف لاتے دیکھا تو تعظیماً و تکریماً استقبال کے لیے اٹھے آنحضرت صلعم نے ان دونوں کو روکا اور فرمایا تم نے جس چیز کی ضرورت ظاہر کی تھی اور جس کے تم خواہش مند تھے میں تمہیں اس سے بہتر ایک چیز دیتا ہوں ان دونوں نے عرض کیا فرمائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہر نماز کے بعد دس دس بار سبحان اللہ، والحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھا کرو اور سوتے وقت سبحان اللہ والحمد للہ ۳۳-۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیا کرو یہی تمہارے لیے بہترین خادم ہیں[1]

حضرت علی کرم اللہ وجہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا بہت خیال رکھتے تھے اور کوئی بات ان کی منشا کے خلاف نہیں کرتے تھے۔ لیکن پھر بھی آنحضرت صلعم ان کو تاکید فرماتے رہتے تھے کہ فاطمہؓ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور حضرت فاطمہؓ کو بھی نصیحت کرتے رہتے تھے کہ ایک عورت کے فرائض میں یہ چیز داخل ہے کہ وہ اپنے شوہر کا دل و جان سے احترام کرے غرض آنحضرت صلعم دونوں کے تعلقات میں خوشگواری پیدا کرنے کی کوشش فرماتے رہتے تھے۔

آنحضرت صلعم کو بناؤ سنگھار اور زیب و زینت سے نفرت تھی جب وہ دوسروں کو ان کا عادی پاتے تو انہیں سخت کوفت ہوتی تھی ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے حضرت فاطمہؓ کو سونے کا ایک ہار دیا جب آنحضرت صلعم کو اس کا علم ہوا تو آپ نے

---

[1] طبقات صلا ۔ اصابہ ص۴۲۹ ج ۲، ۳۰

فرمایا۔ فاطمہؓ کیا تم لوگوں سے یہ بات کہلانی چاہتی ہو کہ رسول اللہ کی بیٹی آگ کا ہار پہنتی ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے فوراً ہی اسے فروخت کر دیا اور اس کی قیمت سے ایک غلام خرید لیا۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آنحضرت صلعم کسی غزوہ سے واپسی پر اپنی بیٹی کے یہاں تشریف لائے۔ خاتونِ جنت نے خیر مقدم کے طور پر گھر کے دروازوں پر پردے لٹکا دیے تھے اور امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کو چاندی کے دو کنگن پہنائے تھے آنحضرت نے یہ نقشہ دیکھا تو اُلٹے پاؤں لوٹ آئے حضرت فاطمہؓ واپسی کا مطلب سمجھ گئیں آپ نے پردے چاک کر ڈالے اور صاحبزادوں کے ہاتھوں سے کنگن بھی اتار لیے صاحبزادے روتے ہوئے آنحضرت صلعم کے پاس گئے آپ نے فرمایا اگرچہ یہ میرے اہل بیت ہیں مگر میں نہیں چاہتا کہ انہیں دُنیا کے بناؤ سنگھار میں دیکھوں۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ طلائی ہار کے عوض فاطمہؓ کے لیے عصیب کا ہار اور نقرئی کنگنوں کی جگہ ہاتھی دانت کے دو جوڑی کنگن خرید لاؤ۔ [۱]

حضرت علی کرم اللہ وجہ نے حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں کوئی دوسری شادی نہیں کی بلکہ ایک دفعہ آنحضرت نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ سے فرمایا کہ تم لوگوں کی جس سے لڑائی ہے اس سے میری لڑائی ہے اور جس سے تمہاری صلح ہے۔ اس سے میری بھی صلح ہے[۲] یعنی جن لوگوں سے تم ناراض رہو گے ان سے میں بھی ناراض رہوں گا۔ اور جسے تمہاری خوشنودی حاصل ہو گی اسے میری خوشنودی بھی حاصل ہو گی۔

---

[۱] ابو داؤد و نسائی [۲] صحیح بخاری ص ج ۲، واسد الغابہ ص ، [۳] اصابہ ص

حضرت علی کرم اللہ وجہ کا بیان ہے جس وقت میری شادی حضرت فاطمہؓ سے ہوئی تو میرے اور حضرت فاطمہؓ کے لیے کوئی بستر نہ تھا۔ صرف ایک کھال تھی رات کو اس پر لیٹ رہتا اور دن میں اس سے مشکیزے کا کام لیتا اور نہ کوئی خادم تھا [1]

ایک دفعہ حضرت علیؓ نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ آپ ہم دونوں (میاں بیوی) میں کیسے زیادہ محبوب رکھتے ہیں آپ نے فرمایا تم سے زیادہ فاطمہؓ محبوب ہے اور فاطمہ سے زیادہ تم عزیز ہو [2]

آنحضرت صلعم کے وصال پر

حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے ابھی ۲۹ بہاریں دیکھیں تھیں کہ آنحضرت صلعم کا یوم وصال آ پہنچا۔ اس جانکاہ حادثہ کا خاتون جنت کو اتنا صدمہ ہوا کہ انتہا ہو گئی۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ وصال سے قبل میں آنحضرت صلعم کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اس اثنا میں حضرت فاطمہؓ بھی آئیں ان کی رفتار آنحضرت کی رفتار سے ملتی جلتی تھی۔ آنحضرت صلعم نے مرحبا بنتی فرمایا اور انہیں اپنے دائیں یا بائیں جگہ دی۔ آپ نے کان میں کوئی بات کہی جس سے وہ رونے لگیں پھر دوبارہ کچھ فرمایا اس سے انہیں ہنسی آ گئی مجھے (عائشہؓ) بڑی حیرت ہوئی میں نے حضرت فاطمہؓ سے پوچھا کہ یہ رونے اور ہنسنے کا کیا سبب ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا کہ میں اپنے باپ کا راز ہرگز فاش نہ کروں گی۔ جب آنحضرت صلعم کا وصال ہو گیا تو میں نے پھر حضرت فاطمہؓ سے وہی سوال کیا کہ اس روز رونے اور ہنسنے کی کیا وجہ تھی؟ حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا چونکہ آنحضرت صلعم اس جہان فانی سے تشریف لے جا چکے ہیں اس لیے میں اب اس راز کا انکشاف کیے دیتی ہوں۔

---

[1] طبقات ابن سعد ص۱۳ ، [2] اسد الغابہ ص۵۲۲ ،

Marfat.com

پہلی بار تو آپ نے یہ فرمایا تھا کہ جبرئیل امین سال میں ایک بار قرآن شریف کا ورد کرتے تھے۔ اس دفعہ انہوں نے خلافِ معمول سال میں دوبارہ ورد کیا ہے اس سے قیاس ہوتا ہے کہ میری موت کا وقت قریب آگیا ہے اور تم میرے اہل بیت میں سب سے پہلے مجھ سے ملاقات کرو گی اس پر میں رونے لگی پھر آپ نے فرمایا کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتیں کہ تم دُنیا کی تمام عورتوں کی سردار ہو۔ میں یہ سن کر ہنسنے لگی۔[۱]

وفات سے قبل جب آنحضرت صلعم پر غشی طاری ہو ئی تھی تو حضرت فاطمہؓ فرماتی تھیں واکرب اباہ! ہائے میرے باپ کی بے چینی! آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا تمہارا باپ آج کے بعد پھر بے چین نہ ہوگا۔ آنحضرت صلعم کے وصال کے بعد بنات طاہرات میں صرف حضرت فاطمہؓ باقی رہ گئی تھیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ کو اپنے اب محترم کی رحلت کا سخت صدمہ ہوا تھا۔ آپ اداس رہتی تھیں۔ چنانچہ زندگی کے بقیہ ایام میں کسی نے آپ کو ہنستا ہوا نہیں دیکھا[۲] جب آنحضرت صلعم کی تجہیز و تکفین کے بعد صحابہ خاتونِ جنتؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو تسلی دلاسا دینے لگے تو آپ نے حضرت انسؓ سے پوچھا کیا تم رسول اللہؐ کو سپردِ خاک کر آئے انہوں نے عرض کیا "جی ہاں" اس پر آپ نے فرمایا تمہارے دل نے یہ کیسے گوارا کیا کہ تم نے ڈھیروں مٹی کے نیچے آنحضرت کو دفن کر دیا حضرت فاطمۃ الزہراؓ آنحضرت صلعم کے مزارِ اقدس پر حاضر ہوئیں وہاں ان کی آنکھوں سے آنسو بہے اور ایک مٹھی خاک لے کر انہوں نے اپنی آنکھوں سے لگائی اور یہ دو شعر پڑھے۔[۳]

ماذا علی من شم تربۃ احمد ان لا یشم مدی الزمان غوالیا

---

[۱] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۲، [۲] درالمنثور صفحہ ۳۵۹ و اسد الغابہ صفحہ ۵۲۴، [۳] درالمنثور صفحہ ۳۶۔

Marfat.com

صبّت علیّ مصائب لو انہا   صبّت علی الایام صرن لیالیا

جو شخص آنحضرت صلعم کے مزار مبارک کی خاک چومے اس پر کیا لازم ہے اسے چاہیے کہ وہ تمام عمر کوئی خوشبو نہ سونگھے مجھ پر جن مصائب کا نزول ہوا ہے اگر وہ دنوں پر ہوتا تو وہ راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔

آنحضرت صلعم کے وصال کے چھ ماہ بعد ۲۹ سال کی عمر میں ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ کو خاتونِ جنّت بھی اللہ کو پیاری ہو گئیں[۱] اور آنحضرت صلعم کی یہ پیش گوئی کہ میرے اہل بیت میں سب سے پہلے تم مجھ سے ملو گی پوری ہو کر رہی۔ حضرت عباسؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی، حضرت علیؓ، حضرت فضلؓ اور حضرت عباسؓ نے قبر میں اتارا[۲]

ام سلمیٰؓ سے روایت ہے کہ جس وقت حضرت فاطمہؓ کی وفات ہوئی اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہ تشریف فرما نہ تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے مجھے بلایا اور فرمایا، پانی کا انتظام کرو میں غسل کروں گی۔ صاف کپڑے نکال دو میں پہنوں گی۔ چنانچہ میں نے پانی کا انتظام کر دیا اور کپڑے نکال دیے آپ نے اچھی طرح غسل کیا اور کپڑے پہنے پھر فرمایا میرا بستر تیار کر دو میں لیٹوں گی، میں نے بستر تیار کر دیا وہ اپنے بستر پر قبلہ رو لیٹ گئیں اور مجھ سے فرمایا اب جدائی کا وقت قریب ہے میں غسل کر چکی ہوں اس لیے اب مکرر غسل کی ضرورت نہیں ہے۔ اب میرا بدن نہ کھولا جائے چنانچہ اس کے بعد ہی آپ کا انتقال ہو گیا جب حضرت علیؓ تشریف لائے تو میں نے یہ واقعہ بیان کیا انہوں نے اسی غسل پر اکتفا کیا اور ان کی تجہیز و تکفین کی[۳] یہی بروایت ام رافع سے مروی ہے[۴] جنازہ میں بہت کم لوگوں کو شرکت کا موقعہ ملا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ رات میں آپکا انتقال ہوا اور حضرت خاتون جنّتؓ کی وصیت کے مطابق رات ہی کو آپ کو دفن کیا گیا[۵]

---

[۱] استیعاب ص۷۵۰، [۲] طبقات ص۱۸، [۳] ایضاً ص۱۸، [۴] اصابہ ص۲۹، [۵] اسد الغابہ ص۵۲۴،

Marfat.com

اے چشمِ فلک!

اے چشمِ فلک! تو نے جہانِ رنگ و بو کے نشیب و فراز دیکھے ہیں۔ آب و گِل کی یہ بازی گاہ جسے ہم دنیا کہتے ہیں تیرے دیکھتے دیکھتے اس نے ہزار ہا روپ بدلے ہیں صفی اللہ کی صفوت سے لے کر روح اللہ کی روحانیت تک یہ کائنات کبھی یزدانیت کا مظہر رہی ہے اور کبھی اہرمنیت کا طلسم۔ تیری نیلی نیلی پتلیوں میں خیر و شر کے یہ دونوں نقشے سمائے ہوئے ہیں۔

اے چشمِ فلک! تو نے وہ دور بھی دیکھا جس کے لیل و نہار پہ رحمۃ للعالمینؐ کے انوار و تجلیات کا نوری غلاف چڑھا ہوا تھا۔ خلافتِ راشدہ کا عہدِ سعادت مہد بھی تیری نگاہوں میں ہے تو نے دورِ بنی امیہ کے آغاز و انجام کا معائنہ بھی کیا۔ تو نے کربلا کی خاک کے ذرہ ذرہ پہ اہلِ بیت کے خون کی بوندیں بھی دیکھیں۔

اے چشمِ فلک! تو شاید یہ مناظر کبھی نہ دیکھتی جب کائنات کے ذرہ ذرہ نے فریاد کی اور یہ چاہا کہ تو بھی ان کے حزن و غم میں شریک ہو تو غالباً تجھے ترس آگیا۔ ان کی فریاد کچھ ایسی دردناک تھی کہ تیرے دریچے کھلے کے کھلے رہ گئے بھلا کون ہے جو اس فریاد پہ کان نہ دھرتا

Marfat.com

تجھ سے ذروں نے بھی تو فریاد کی تھی۔

اوجِ گردوں سے ذرا دنیا کی پستی دیکھ لے
اپنی رفعت سے ہمارے گھر کی پستی دیکھ لے

قافلے دیکھ اور ان کی برق رفتاری بھی دیکھ
رہروِ درماندہ کی منزل سے بیزاری بھی دیکھ

دیکھ کر تجھ کو افق پر ہم لٹاتے تھے گہر
اے تہی ساغر ہماری آج ناداری بھی دیکھ

کافروں کی مسلم آئینی کا بھی نظارہ کر
اور اپنے مسلموں کی مسلم آزادی بھی دیکھ

بارشِ سنگِ حوادث کا تماشائی بھی ہو
امتِ مرحوم کی آئینہ دیواری بھی دیکھ

ہاں تملق پیشگی دیکھ آبرو والوں کی تو
اور جو بے آبرو تھے ان کی خودداری بھی دیکھ

صورتِ آئینہ سب کچھ دیکھ اور خاموش رہ
شورشِ امروز میں محوِ سرودِ دوش رہ

اے چشمِ فلک! تیری زبان یوں تو خاموش نظر آتی ہے لیکن کیا عجب ہے کہ تو نے اشاروں اشاروں میں اپنے تاثرات کا اظہار کچھ اس انداز میں کیا ہو۔

آہ یہ دنیا، یہ ماتم خانۂ برنا و پیر
آدمی ہے کس طلسمِ دوش و فردا میں اسیر

کتنی مشکل زندگی ہے، کس قدر آساں ہے موت
گلشنِ ہستی میں مانندِ نسیم ارزاں ہے موت

زلزلے ہیں، بجلیاں ہیں، قحط ہیں، آلام ہیں
کیسی کیسی دخترانِ مادرِ ایام ہیں

کلبۂ افلاس میں، دولت کے کاشانے میں موت
دشت و در میں، شہر میں، گلشن میں، ویرانے میں موت

موت ہے ہنگامہ آرا قلزمِ خاموش میں
ڈوب جاتے ہیں سفینے موج کی آغوش میں

نے مجالِ شکوہ ہے، نے طاقتِ گفتار ہے
زندگانی کیا ہے، اک طوقِ گلو افشار ہے

قافلے میں غیرِ فریادِ درا کچھ بھی نہیں
اک متاعِ دیدۂ تر کے سوا کچھ بھی نہیں

Marfat.com

ختم ہو جائے گا لیکن امتحان کا دور بھی
ہیں پسِ نہ پردۂ گردوں ابھی دور اور بھی

سینہ چاک اس گلستاں میں لالہ و گل ہیں تو کیا!
نالہ و فریاد پر مجبور بلبل ہیں تو کیا!

جھاڑیاں جن کے قفس میں قید ہے آہِ خزاں
سبز کر دے گی انہیں بادِ بہارِ جاوداں

خفتہ خاکِ پے سپر میں ہے شرار اپنا تو کیا
عارضی محمل ہے یہ مشتِ غبار اپنا تو کیا

زندگی کی آگ کا انجام خاکستر نہیں
ٹوٹنا جس کا مقدر ہو یہ وہ گوہر نہیں

اے چشمِ فلک! میدان کربلا کے کسی گوشے میں تو نے امام الانبیاء کی نواسی حضرت زینب کبریٰؓ کے پیکرِ جمال و کمال کا مشاہدہ ضرور کیا ہوگا، سچ بتا، کیا تو نے ایسی ہستی کبھی لبند کتنے تاریخی ادوار میں بھی دیکھی ہے۔ یہ خاتون وہ ہے جس نے آنکھیں کھولتے ہی ساقیِ کوثر کا لعاب دہن چوسا جسے دیکھتے ہی زبان وحی و الہام گویا ہوئی کہ یہ بچی تو اپنی نانی خدیجۃ الکبریٰؓ سے ملتی جلتی ہے جس کا نام اس ذات والا صفات نے تجویز کیا جس کی مثال نہ عرشیوں میں ہے نہ فرشیوں میں، جس نے اس ماں کا دودھ پیا جس کی رفتار و گفتار میں پیغمبرانہ شان پائی جاتی تھی، اور جس کے سر پہ جنت میں سیادت و قیادت کا تاج ہوگا، جس نے اس باپ کی سرپرستی میں شب و روز بسر کئے جس کے ادنیٰ ترین غلام دارا و سکندر سے زیادہ جاہ و جلال رکھتے تھے۔

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی

یہ خاتون وہ ہے جو حسینؓ پر دل و جان سے فریفتہ تھی جس نے حق ہمشیرگی اس جرأت و ہمت اور اس ایثار و شگی کے ساتھ ادا کیا کہ رہتی دنیا تک اس کی مثال نہیں پیش کی جا سکتی۔ یہ وہ خاتون ہے جس کی مصائب و آلام سے ہمکنار زندگی آج بھی بزبانِ خاموش یہ کہہ رہی ہے

من ازیں درد گرانمایہ چہ لذت یابم
کہ باندازۂ آں صبر و ثباتم دادند

اے چشم فلک! تو نے جو کچھ دیکھا وہ ہمارے لئے سرمایۂ عبرت ہے لیکن راقم الحروف تجھ سے یہ پوچھنا چاہتا ہے کہ تو نے گلشن زہرا کے جتنے پھول دیکھے ہیں کیا ان کی شگفتگی میں فرق آسکتا ہے۔ بھلا جن پھولوں میں کہیں مصطفوی رنگ ہو اور کہیں مرتضوی بو قیامت تک خزاں آشنا ہو سکتے ہیں ؎

شگفتہ گلشن زہراؑ کا ہر گل تر ہے
کسی میں رنگ علیؑ ہے کسی میں بوئے رسولؐ

Marfat.com

زینب کبریٰ رضی اللہ عنہا کی ولادت

زینب کبریٰ خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراؑ کی لاڈلی بیٹی ہیں ان کی ولادت کا سال مورخین کے نزدیک اختلافی مسئلہ بنا رہا ہے۔ طراز المذاہب مظفری، مصنفہ مرزا عباس علی خان بحر المصائب، روضۃ الاحباب وغیرہا کی مختلف روایات کی رو سے کہیں سنہ ولادت سنہ ۹ھ مرقوم ہے کہیں سنہ ۶ھ اور کہیں سنہ ۵ھ۔ بعد کی دو روایتوں میں سے کوئی ایک روایت درست تسلیم کی جاسکتی ہے۔

روضۃ الاحباب کا مصنف لکھتا ہے کہ عہدِ نبوّت میں جن بچوں کی ولادت ہوتی تھی انہیں برکت و سعادت کے حصول کی نیت سے آنحضرت صلعم کی خدمت اقدس میں پیش کیا جاتا تھا۔ آنحضرت صلعم کسی کے منہ میں لعاب دہن ٹپکا دیتے اور کسی کے تالو سے اپنے دہن مبارک کی چبی ہوئی کھجور کا رس مل دیتے۔ جب حضرت زینبؓ تولد پذیر ہو چکیں تو آنحضرت صلعم کے لعاب دہن سے ان کا حلقوم بھی تر ہوا۔

نام، کنیت اور القاب

شروع میں ہم نے المنجد کے حوالہ سے زینب کے معنی شجر حسن المنظر طیب الرائحہ تحریر فرمائے ہیں یعنی خوبصورت اور خوشبودار درخت فیروز آبادی نے قاموس اللغۃ میں لکھا ہے کہ زنب، باب، فرح سے ہے یعنی فربہ ہوا اور

Marfat.com

ازب بروزن احمر فربہ کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ طراز المذہب مظفری کا مصنف لفظ زینب کو زین آب کا مرکب قرار دیتا ہے یعنی ایسی خاتون جو خَلق و خُلق کے اعتبار سے اپنے باپ کی عزت و وجاہت کو چار چاند لگا دے حضرت زینب کبریٰ کی انہی خصوصیات کا ثبوت ان کی سیرت مطہرہ سے ملتا ہے۔ حسن و جمال کی دولت بھی قدرت نے انہیں مرحمت کی تھی اور اس کے ساتھ ہی فضل و کمال کی وہ نعمت لازوال بھی جس کے نقش رہتی دنیا تک دھندلے نہیں ہو سکتے۔
رہی یہ بات کہ آپ کے اسمی مفہوم میں فربہی بھی داخل ہے، آخر اس کی توجیہ کیا ہو سکتی ہے؟ اس سلسلہ میں ہم یہ عرض کریں گے کہ فربہی کا اطلاق صرف جسم ہی پر نہیں بلکہ روح پر بھی ہوتا ہے روح کی فربہی سے ہم کمال روحانیت مراد لے سکتے ہیں، کون نہیں جانتا کہ امام الاولیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اس دختر نیک اختر کی رگ رگ میں روحانیت کے چشمے ابل رہے تھے غالب ایسے شاعر کو ندیم دوست سے بوئے دوست آتی ہے اور وہ بندگی بوتراب میں بھی مشغول حق رہتا ہے جیسا کہ اس نے کہا ہے

غالب ندیم دوست سے آتی ہے بوئے دوست
مشغول حق ہوں بندگی بوتراب میں

تو پھر کیا حضرت زینب کبریٰؑ جنہوں نے گہوارۂ مرتضویہ میں شب و روز بسر کئے ہیں اور خاتون جنت نے جنہیں وحی و الہام کی زبان میں لوریاں دے دے کر پالا ہے ان میں روحانیت کس درجہ کی ہوگی اور ان پر انوار و تجلیات کی کتنی بارشیں ہوتی ہوں گی۔
زینبؑ کبریٰ زین آب تھیں۔ آپ نے عمر بھر اس شان سے صلاح و تقویٰ زہد و ورع، شجاعت و بسالت اور زور خطابت کے کمالات کا مظاہرہ کیا کہ دوست تو دوست، خون کے پیاسے دشمن ابن زیاد کو بھی یہ تسلیم کرنا پڑا کہ حضرت زینبؑ کو اپنے والد محترم سے وراثت

Marfat.com

کمال بھی ملی ہے۔

حضرت زینب کبریٰ کے القاب بے شمار ہیں ہمارے مطالعہ سے جتنے القاب گذرے ہیں ان کی مختصر سی فہرست ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

(۱) ناموس کبریٰ (۲) عصمت صغریٰ (۳) امینۃ اللہ (۴) صدیقۃ الصغریٰ (۵) نائبۃ الزہرا (۶) قرۃ عین المرتضیٰ (۷) موثقہ (۸) عارفہ (۹) کاملہ (۱۰) عالمہ غیر معلمہ (۱۱) فہمہ غیر مفہمہ (۱۲) مظلومہ (۱۳) شجاعہ (۱۴) زاہدہ فاضلہ (۱۵) عالمہ عابدہ (۱۶) فصیحہ بلیغہ (۱۷) ولیۃ اللہ (۱۸) شریکۃ الحسین (۱۹) محبوبۃ المصطفےٰ (۲۰) کعبۃ الرزایا (۲۱) شقیقۃ الحسن المجتبیٰ (۲۲) عاقلۃ کاملہ (۲۳) اختر برج عصمت (۲۴) گوہر درج عفت (۲۵) آسیہ اسوت (۲۶) ہاجرہ مرتبت (۲۷) مریم منزلت (۲۸) سارا سیرت (۲۹) صفورا صفوت (۳۰) خدیجہ آیت (۳۱) فاطمہ دلالت

حضرت زینب کبریٰؑ کے فضائل و کمالات کے بارے میں یہ جملہ نامروزوں نہیں ہے۔

فان فضائلها و فواضلها و خصائلها و جلالها و علمها و عملها و عصمتها و عفتها و نورها و ضيائها و شرفها و بهائها تالية امها صلوات الله عليهما۔

بے شک اپنے فضائل، فواضل، خصائل، جلال، علم، عمل، عصمت، عفت، نور و ضیا، شرف و بہا کے اعتبار سے حضرت زینبؑ اپنی والدہ محترمہ خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراؑ سے مشابہت و مماثلت رکھتی تھیں۔

تمام فصحا و بلغا کو سیدہ جلیلہ کی فصاحت و بلاغت کا اعتراف ہے، عصمت و عفت

اور عقل و دانش میں ان کا پایہ اتنا بلند تھا کہ کسی دوسری جگہ اس کی مثال نہیں ملتی، عزم و استقلال اور جرأت و شجاعت کا یہ عالم تھا کہ اپنے بھائی امام حسینؓ کے ہمراہ مدینہ منورہ سے کربلا تک قصد سفر کیا اور اتنی منزلیں قطع کیں کہ تصور بھی لرز اٹھتا ہے۔ دشت کربلا میں اس خاتون پر مصائب و آلام کے جو پہاڑ ٹوٹے ان کی سہار زمین و آسمان بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ دُنیا کی تاریخ میں ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک کوئی خاتون ایسی نہیں ہوئی جس نے عمر بھر اتنے صدمات سہے ہوں تو یہ کوئی مبالغہ نہیں بلکہ ایک امر واقعہ ہے۔ کون ایسی بہن ہو گی جو اپنے لخت جگر بھی اپنے بھائی کی محبت میں شہادت کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دے۔ حضرت زینب کبریٰؓ کے دو لال عونؓ و محمدؓ خود ان کی آنکھوں دیکھتے شہید ہوئے، بھوک پیاس سے بلکتے ہوئے بچے بنت زہراؓ کی نگاہوں کے سامنے تڑپتے لیکن کس غضب کی ثابت قدمی تھی کہ نہ اپنے کئے پر پچھتائیں اور نہ کبھی حرف شکایت زبان پر آیا۔

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
جفا نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

Marfat.com

تعمیرِ سیرت کا آغاز

حضرت زینب کبریٰؑ نے ایک ایسے ماحول میں آنکھیں کھولیں جس پر ایک طرف آفتاب رسالت کی شعاعیں پرتو فگن تھیں اور دوسری طرف ماہتاب ولایت کی ضیا پاشیاں اپنی نرالی چھب دکھا رہی تھیں۔ دیدہ ظاہر بیں تو یہ ماحول صرف آغوش شفقت تھی صاحب مازاغ کے نور نظر حضرت فاطمۃ الزہراؑ کی لیکن اہل نظر کے نزدیک اس کی وسعتیں ارض و سما کی پہنائیوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے تھیں۔ بچپن ہی سے حضرت زینب کبریٰؑ کی سیرت کی تشکیل اس انداز میں ہوئی کہ قرآن حکیم کی عظمت ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی، بیداری کا عالم ہو یا خواب کی حالت، ان پہ ماں باپ کی عفت و شجاعت کے سدا بہار پھول نچھاور ہوتے رہتے تھے لوریاں دی جاتی ہیں تو قرآن حکیم کی آیات بینات ہیں، نصیحت و ہدایت کی باتیں ہوتی ہیں تو وہ بھی کبھی خدا کی زبان میں اور کبھی رسول خدا کے الفاظ ہیں۔

ایک دفعہ کی بات ہے کہ امام حسینؑ اور بنت زہراؑ میں کسی بات پہ تکرار ہو گئی اور بچوں کے بہن بھائیوں میں ایسا ہو ہی جاتا ہے لیکن خاتون جنت نے اس بات کو کافی اہمیت دی اور آپ نے اپنے مخصوص انداز میں قرآن شریف کی اُن آیات کے مضمون سے دونوں کو باخبر کیا

Marfat.com

جن میں لڑائی جھگڑے کی مذمت کی گئی ہے اور یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ لڑنے جھگڑنے والوں سے خدا ناراض ہو جاتا ہے۔ بہن بھائی سہم گئے اور انہوں نے آئندہ کے لئے یہ عہد کیا کہ ہم کوئی کام ایسا نہیں کریں گے جس سے خدا ناراض ہوتا ہے۔ دونوں نے خدا سے معافی بھی مانگی اور ساتھ ہی ساتھ اپنی والدہ محترمہ سے بھی معذرت طلب کی۔ بچوں کی اس اصلاح اور توبہ و استغفار کے اس معصومانہ انداز سے خاتون جنت کو بیحد خوشی ہوئی اور آپ نے انہیں اپنے سینے سے لگا لیا۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک دن بنت الزہراؑ تلاوت میں مصروف تھیں بے خودی اور محویت کے عالم میں آپ کو یہ بھی خبر نہ رہی کہ میرا سر برہنہ ہے۔ اس اثنا میں خاتون جنت کی نظر ان پر پڑی تو سر ڈھانکتے ہوئے فہمائش کی، دیکھو زینبؑ ایسی غلطی پھر کبھی نہ ہو برہنہ سر تلاوت سے قرآن کریم کی بے ادبی ہوتی ہے۔

خاتون جنت کی عمر نے وفا نہ کی۔ ابھی ان کی بیٹی پورے سات سال کی بھی نہ ہو پائی تھی کہ انہیں دنیا کو خیرباد کہنا پڑا۔ چند سال کی تربیت ہی زینب کبریٰؑ کی کتاب زندگی کے کئی خالی ورق پر ہو گئے اس تھوڑی سی عمر میں بنت زہراؑ نے کیا کچھ نہیں دیکھا کبھی اپنی والدہ ماجدہ کو گھر کے کام کاج میں پوری توجہ کے ساتھ مصروف پایا کبھی یہ دیکھا کہ چکی پیستے پیستے ان کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں کبھی یہ نظر آیا کہ کئی کئی دن کے مسلسل روزوں کے بعد جب افطار کے وقت کوئی سائل صدا دیتا تو جو کچھ گھر میں پکا ہوتا اس کی نذر کر دیتیں۔ ان کی اماں جان نے کچھ ایسی طبیعت پائی تھی کہ خود کھا پی کر نہیں بلکہ دوسروں کو کھلا پلا کر خوش ہوتیں۔ پیوند لگے کپڑے پہننے میں ان کو مطلق عار نہ تھا اور ہوتا بھی کیسے آنحضرت صلعم کی صحبت میں تعلیم ہی کچھ ایسی پائی تھی۔ خود ہی غور کیجئے ایسی ماں کی سرپرستی میں بیٹی نے تجربہ و مشاہدہ کی کتنی کٹھن منزلیں طے کی ہوں گی

Marfat.com

ماں کی گود جسے در اصل تربیت گاہ کہنا چاہیئے ، بڑا اونچا مقام رکھتی ہے اس تربیت گاہ سے جو بچے فارغ التحصیل ہوتے ہیں وہ زندگی کے کسی شعبہ میں ناکام نہیں رہتے ۔ پھر اس تربیت گاہ کا تو کہنا ہی کیا ہے جیسے خاتون جنت کی آغوش سے ہم نے تعبیر کیا ہے ۔ اگر زینب کبریٰ اپنی اماں جان سے یہ کہتی تو کچھ بیجا نہ ہوتا ہے

سبق ایسا پڑھا دیا تو نے

دل سے سب کچھ بھلا دیا تو نے

خاتون جنت کی رحلت کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نگاہ پیار اثر نے سیرت کی تشکیل میں حصہ لیا شفیق باپ نے اپنی بیٹی کو کیا تعلیم دی ؛ اور کس انداز سے اس کی تربیت کی ؛ ان سوالات کے جواب میں ہم زینب کبریٰ کی خطابت ، ان کی فصاحت و بلاغت اور ذہانت و فطانت کی جیتی جاگتی مثالیں پیش کر سکتے ہیں ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خاتون جنت کی زندگی میں دوسری شادی نہیں کی تھی اور غالباً مصلحت بھی اسی میں تھی ۔ خاتون جنت کی وفات کے بعد آپ نے پے در پے چار شادیاں کیں جن سے اولاد بھی ہوئی ۔ شروع شروع میں جب آپ نے دوسری شادی ام البنین رضؓ سے کی تو اس سے خانہ آبادی کی غرض کے ساتھ ساتھ بچوں کی تعلیم و تربیت کا مفاد بھی وابستہ تھا ۔ ام البنینؓ بنت حزام بڑی خوبیوں کی مالک تھیں ۔ صلاح و تقویٰ ، سادگی و رحمدلی کے جوہر ان کے اندر کوٹ کوٹ کے بھرے ہوئے تھے ۔ جب یہ مولائے کائنات کے عقد میں آئیں تو انہوں نے اگر ایک طرف شوہر کے حقوق ادا کئے تو دوسری طرف حسنینؓ اور زینبؓ کی غور و پرداخت میں بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں رکھا خصوصیت کے ساتھ زینبؓ پر ان کی خاص نظر عنایت تھی بعض مورخین نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دوسری شادی امامہ بنت زینبؓ بنت آنحضرت صلعم سے ہوئی تھی بہر کیف جو بھی صورت ہو ۔

Marfat.com

امام البنینؓ ہوں یا امامہؓ (یہ بھی اعلیٰ کمالات کی حامل تھیں) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زوجہ ثانیہ کی سرپرستی میں اہل بیت کے نونہالوں کی تربیت کا معقول اہتمام رہا۔

کون نہیں جانتا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک لقب باب العلم بھی ہے یہ حقیقت بھی ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ آپ اپنے اقران و اماثل میں علمی استعداد کے اعتبار سے فضیلت کا درجہ رکھتے تھے۔ جس خوش نصیب نے ان کی تصنیف نہج البلاغہ پڑھی ہے وہ اس امر کی شہادت دے سکتا ہے کہ باب علم واقعی باب العلم تھے۔ عقل سلیم یہ کہتی ہے اور اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ حضرت زینب کبریٰؓ کو اپنے والد محترم سے علوم و فنون کے گنجینے ملے ہوں گے۔ انصاف کی بات تو یہ ہے کہ

یہ صدا آئی جو پہنچا کوئی ساحل کے قریب
بحر جس موج کو چاہے اسے طوفان کر دے

حضرت زینب کبریٰؓ کے جو خطبات اور مکالمات ہم اسی کتاب کے کسی آئندہ باب میں درج کریں گے ان سے اس چیز کا بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ ان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان خطابت ورثہ میں ملی تھی۔ عہد مرتضویہ میں (جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ ۳۶ھ میں کوفہ چلے آئے تھے) زینب کبریٰؓ اور ان کے شوہر حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کوفہ میں سکونت پذیر تھے۔ ان ایام میں نماز ظہر کے بعد بنت زہراؓ کے مواعظ کا سلسلہ جاری تھا جس میں خواتین بکثرت شریک ہوتیں اور ان کے ارشادات سے مستفید ہوتیں۔ ان کا انداز بیان اتنا موثر اور دلنشیں ہوتا تھا کہ خواتین کبھی کبھی بے خود و از رفتہ ہو جاتی تھیں۔ ان خطبات کا اثر صرف کیف و سرور کی حد تک ہی نہ تھا بلکہ یہ بھی ہوتا تھا کہ سیاسی نقطہ نظر سے لوگوں کے دل و دماغ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رفاقت اعانت کا جذبہ بھی موجزن ہوتا تھا خواتین حضرت زینب کبریٰؓ کے وعظ و ارشادات سے متاثر ہو کر اپنے

مردوں کو بہ اصرار حامیان علیؑ کے زمرہ میں شامل کرنے کے لئے ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگاتیں اور بالآخر اس کوشش میں کامیاب ہوتیں۔ سیدہ عقیقہ کی تعلیم و تلقین کا خلاصہ اگر ہم پیش کرنا چاہیں تو صرف اس ایک شعر میں پیش کر سکتے ہیں ؎

استقامت کے سوا راہ نہیں ہے کوئی
کتنی محدود ہے ارباب وفا کی دنیا

ایک دن اس خطیبۂ لبیبہ کی زبان فیض ترجمان کھٰیٰعص کے تفسیری نکات بے نقاب کر رہی تھی اس اثنا میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لے آئے۔ آپ نے اپنی دختر نیک اختر سے بایں الفاظ خطاب کیا۔

"تمہاری زبان سے "کھٰیٰعص" کی تفسیر سے متعلق چند نکات میں نے بھی سنے یہ اسرار خداوندی ہیں ان کا اظہار چنداں مناسب نہیں۔

اپنے والد محترم کے اس ارشاد سے بنت زہراؑ آئندہ کے لیے محتاط ہو گئیں۔ یہ وعظ و ارشاد کا سلسلہ کب تک جاری رہا اس سلسلہ میں مدت کا تعین نہیں کیا جا سکتا قیاس یہ کہتا ہے کہ شیر خداؑ کی شہادت کے واقعہ کے بعد غالباً یہ سلسلہ قائم نہیں رہ سکا بنت زہراؑ کے خطبات کا انداز کیا ہوتا تھا اس سلسلہ میں سردست ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ جن لوگوں کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تقاریر سننے کا اتفاق ہوا تھا وہ ان کی دختر نیک اختر کے خطبات سن کر کہہ دیا کرتے تھے کہ خطابت میں بیٹی کا رنگ باپ سے ملتا جلتا ہے۔ خطابت میں یوں تو اکثر صحابہ، تابعین اور تبع تابعین نے نام پایا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ خطبات جن میں علوم و معارف کے اسرار و غوامض بیان ہوتے تھے صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے خصوصی نسبت رکھتے ہیں رہتی دنیا تک فصحا و بلغا اس احسان کے بوجھ سے سبکدوش نہیں

Marfat.com

ہو سکتے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خاص اسلوب کی خطابت کے سلسلہ میں ان پر کیا ہے۔ شیرِ خدا کی وراثت کمال ہر دور میں کسی نہ کسی شخصیت کے حصّہ میں آئی ہے۔

ہر گل میں تو ہے تجھ میں ہزاروں تجلیاں

دیوانہ کر دیا مجھے فصلِ بہار نے

ان تو ہم یہ عرض کر رہے تھے کہ اپنی والدہ ماجدہ کی رحلت کے بعد بنت زہراؓ نے اپنے والد محترم سے کسب فیض کیا اور اس حد تک کہ ان کی شخصیت کے آئینے میں جمال وجلال کے وہ تمام جلوے سما گئے جن پر مرتضوی مہر ثبت تھی۔

بنت زہراؓ کی تربیت میں ماں باپ کی عفت وشجاعت اور صدق وصفا کو تو دخل تھا ہی اس کے علاوہ قدرت نے ان پر یہ احسان بھی کیا تھا کہ آنحضرت صلعم کے انوار وتجلیات سے بھی انہیں حصہ ملا۔ پہلے ہم تحریر کر چکے ہیں کہ نانا جان کا لعاب دہن ان کی پہلی غذا بنا، اور نام بھی ان کا وہ ملے پایا جو خود آنحضرت صلعم نے تجویز کیا تھا۔ اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ دو جہاں کے سردار سجدہ میں ہیں اور بنت زہراؓ موقع غنیمت جان کر کبھی پشت مبارک اور کبھی دوش مبارک پر سوار ہو گئی ہیں آنحضرت صلعم بھی کی دلدہی کی خاطر سجدہ طویل کر دیتے ہیں۔ دیکھنے کو تو یہ معمولی سی بات ہے لیکن جب ہم یہ تصور کرتے ہیں کہ وہ تھے کون جن کے دوش اقدس پر ان کی نواسی بیٹھتی تھیں تو پھر ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ بنت زہراؓ کا کیا مقام تھا اور ان کی کیا منزلت تھی ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے پاس تحفہ میں کہیں سے ایک ہار آیا، آپ نے ارشاد فرمایا اہل بیت میں سے مجھے جس کے ساتھ زیادہ تعلق خاطر ہوگا میں یہ ہار اسے دوں گا، یہ فرمایا کہ آپ نے یہ ہار بنت زہراؓ کے گلے میں ڈال دیا۔ ۱۰ھ میں آنحضرت صلعم نے جو آخری حج کیا جسے حجۃ الوداع کہتے ہیں اس حج میں بنت زہراؓ بھی اپنے جدامجد کے

ہمراہ تھیں۔

آنحضرت صلعم کی پردہ پوشی کے وقت بنت زہراؑ قریب ہی بیٹھی تھیں۔ سیدہ طاہرہ نے اس ذات قدسی صفت کا آخری دیدار کیا جس کے دیدار کو ایک دنیا ترستی ہے کتنا بلند نصیب تھا خاتون جنت کی اس نور نظر کا جس نے ہمارے آقا و مولا کو وقت آخر بھی جی بھر کر دیکھا ہے

مرتبہ دیکھنے والے کا ترے ایسا ہے
کہ بٹھاتے ہیں جسے اہل نظر آنکھوں پہ

بنت زہراؑ کی داستان الم کا آغاز آنحضرت صلعم کی وفات حسرت آیات سے ہوتا ہے انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آنحضرت صلعم بقیع (قبرستان) سے کسی میت کی تدفین کے بعد لوٹے تو آپ شدید درد سر میں مبتلا تھے اور اس کے ساتھ ہی بخار کی حرارت بھی تیزی پر تھی تیسرے روز مرض کی شدتیں اور اضافہ ہوا اب آپ کے اندر اتنی سکت بھی نہ رہی کہ حجرہ عائشہ سے باہر جا سکتے:

خاتون جنت پر آنحضرت صلعم کے مرض لموت سے جو کچھ بیت رہی تھی اس کا علم اگر بنت زہراؑ کو نہ ہوتا تو اور کس کو ہوتا۔ یہ تو سائے کی طرح ساتھ رہتی تھیں۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کی اماں جان پر کرب و اضطراب کا عالم طاری ہے ادھر دو جہاں کے سردار کی حالت غیر ہوتی جا رہی ہے۔ اور ادھر ان کی پیاری بیٹی کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھاتا جا رہا ہے۔ وہ ذات جس کی بعثت عمل میں آئی تھی اس لئے تھی کہ وہ پوری کائنات کا غم غلط کرے، دنیا جن مشکلات میں مبتلا ہے اسے ان کے چکر سے نکالے آج خود اپنی عبدیت کا عملی ثبوت پیش کر رہی تھی اور یہ بھی دنیا کو ایک پیغام تھا بایں معنی کہ انسان خواہ کتنی ہی عظمتوں کا

ذکر وفات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

حامل کیوں نہ ہو ایک نہ ایک دن اسے موت کا ذائقہ ضرور چکھنا ہوگا۔ بقا اور حیات ابدی صرف ذات کبریا کے لئے ہے۔ خدا کی ذات ہی اپنے وجود پر فخر و ناز کر سکتی ہے

مرا در ا رسد کبریا و منی

کہ ملکش قدیم است و ذاتش غنی

آنحضرت صلعم سفر آخرت کے لئے آمادہ تھے لیکن آپ کے لواحقین اور عشاق پر کوہ ستم ٹوٹ رہا تھا، سب کے ہوش اڑے ہوئے تھے۔ خاتون جنت سے آنحضرت صلعم کو اور آنحضرت صلعم سے خاتون جنت کو بے انتہا محبت تھی۔ جان کنی کے عالم میں آنحضرت صلعم نے آنکھیں کھولیں اور یہ فرمایا۔

اہل بیت میں سب سے پہلے میری ملاقات تم سے ہوگی"

ان الفاظ میں گو اطمینان بخش پیغام تو تھا لیکن پھر بھی اضطراب رفع نہ ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خود پریشان تھے لیکن اس کے باوجود آپ سے خاتون جنتؑ کا صدمہ دیکھا نہ گیا، بولے آپ ذرا صبر و تحمل سے کام لیں، یہ الفاظ آنحضرت صلعم نے سنے تو فرمایا۔

"علیؑ! کیا تلقین فرما رہے ہو! آج وہ دن ہے کہ بیٹی، باپ سے جدا ہو رہی ہے"

اس عالم وحشت و اضطراب میں خاتونِ جنت نے اپنی نور نظر زینبؓ کی طرف دیکھا تو یہ کہہ کر لپٹ گئیں۔

بیٹی! میں اپنے ابا جان کو اس عالم میں وداع کر رہی ہوں کہ ہمارے گھر میں جلانے کے لئے تیل بھی نہیں ہے"

یہ پہلا صدمہ تھا جو بنت زہراؓ نے سہا، اس کے بعد خاتون جنت کی علالت کا سلسلہ شروع ہوا۔ یہ علالت دراصل آنحضرت صلعم کے وصال کا نتیجہ تھی۔ ہر وقت ان کی آنکھوں کے سامنے

Marfat.com

ان کے پدر بزرگوار کا نقشہ رہتا۔ سوتے جاگتے بس یہی دھن، یہی جنون اور یہی تصور تھا کہ

پائی ہے باغِ جہاں میں ہم نے گُل کی زندگی
رنگ بن کر آئے ہیں بُو بن کے اُڑ جائیں گے ہم

آنحضرت صلعم کا مزارِ اقدس کچھ دور نہ تھا کئی کئی بار حاضری دیتیں لیکن پھر بھی دلِ ناشاد کو تسکین نہ ہوتی آخر وہ وقت آیا کہ نقاہت نے اتنا نڈھال کر دیا کہ چلنے پھرنے کی سکت بھی نہ رہی ایک دن رات گئے تک اپنے ابا جان کے مزار پر بیہوش پڑی رہیں، شیرِ خدا اور ان کے نونہال ان کی خیر خبر کو پہنچے، اس حال میں دیکھا تو انہیں قلق ہوا کچھ ذرا ہوش میں آئیں تو اپنے افرادِ خاندان کے ہمراہ ڈگمگاتے ہوئے قدموں کے ساتھ چلیں۔ گھر پہنچیں تو نہ معلوم کیا خیال آیا، سنبھل کر بیٹھیں اور اپنی بچیوں کو ان الفاظ میں نصیحتیں کیں۔

خاتونِ جنت کی نصیحتیں

بچیو! خداوند قدوس تم سب کا حافظ و ناصر ہے، میں تم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہوا چاہتی ہوں تمہیں اپنی ماں کی جدائی کا قلق بے شک ہوگا لیکن مجھے یہ اطمینان ہے کہ میرے بعد علیؓ جیسا شفیق باپ اور حسنینؓ جیسے رفیق بھائی تمہاری سرپرستی کے لئے موجود ہیں وہ تم پر کوئی آنچ نہیں دیں گے تکالیف، مصائب و آلام میں پست ہمت نہ ہونا مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ کسی صورت بھی ناخوشگوار حالات سے مرعوب نہیں ہوتا۔ یہ خیال رہے کہ تم اس ہستی کی نواسیاں ہو جن پر دشمنوں نے کیا کچھ سختیاں نہیں کیں لیکن اس کے باوجود اس نے کسی کا برا نہیں چاہا، تم نے اس ماں کا دودھ پیا ہے جس نے اپنی عمر معاشی تنگ دستی کے عالم میں گذاری لیکن پھر بھی امت کی خدمت میں کوتاہی نہیں کی تم نے اس باپ کی آغوش میں پرورش پائی ہے جس کی بہادری، صدق

Marfat.com

متقالی، حق پسندی اور دیانت و امانت کا لوہا اپنے تو اپنے غیروں نے بھی مانا ہے۔ حسنؓ اور حسینؓ کی محبت تم سے زیادہ اور کسے ہو سکتی ہے ان پر دشمن جو مظالم ڈھائیں گے ان کا توڑ کچھ تمہاری محبت سے ہو گا تمہاری محبت سے ان کے زخم مندمل ہو جائیں گے"

زینب کو نصیحت

بنت زہراؑ سے ان الفاظ میں خاتون جنت نے خطاب کیا۔

"کون کہہ سکتا ہے کہ حسینؓ کو کیا کیا مصائب اور کیا کیا آلام پیش آئیے۔ زینبؓ اپنی ماں کی زندگی میں تو اپنے بھائی حسینؓ پر والہ وشیدا رہی ہے خوبی کی بات تو جب ہو گی کہ میرے بعد بھی تیری محبت کا تار نہ ٹوٹنے پائے جس طرح اب تک تمہارا چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ اسی طرح میرے بعد بھی تمہیں گھلا ملا رہنا چاہیئے۔ زینبؓ! میرے بعد اپنے بھائیوں کی ماں بھی تو ہے اور بہن بھی تو"

خاتون جنت نے اسی قسم کی گفتگو حضرت علی کرم اللہ وجہہ امام حسنؓ اور امام حسینؓ سے بھی کی آخر ۳ رمضان المبارک کو آنحضرت صلعم کے وصال سے چھ ماہ بعد اس عالم میں خاتون جنت اس عالم فانی سے سدھاریں کہ نگاہیں مصحف آسمانی کی آیات بنیات پر تھیں اور منہ قبلہ کی جانب۔

کچھ دنوں کی غم زدگی کے بعد اہل بیت کو قدرے سکون حاصل ہوا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے بچوں اور بچیوں کی تربیت اور ان کی دیکھ بھال کے لئے یہ ضروری سمجھا کہ کسی نرم مزاج خاتون سے عقد ثانی کر لیں چنانچہ کچھ ہی دنوں بعد امّ بنین بنت حزام کابہان کے حبالۂ زوجیت ہی آئیں ان کا اصل نام فاطمہ بنت حزام تھا لیکن اپنی کنیت ام بنین

Marfat.com

سے مشہور ہوئیں۔

اس عرصہ میں خلافت راشدہ کا ایک دور حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات سے ختم ہوا دوسرے دور کے آغاز میں خلیفہ راشد حضرت فاروق اعظمؓ نے صحابہ کی معاشی اصلاح کی جانب توجہ مبذول کی اور مرتبت و منزلت کے اعتبار سے وظائف مقرر کئے۔ آپ نے حضرات حسنینؓ کو بھی اصحاب بدر کے برابر وظائف دیئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی ایک بدری صحابی کی حیثیت سے اتنا ہی وظیفہ ملا۔ باپ بیٹوں کے وظائف کی مجموعی تعداد پندرہ ہزار درہم تھی۔ اتنی کثیر رقم کے ماہ بماہ ملنے کے سبب سے اہل بیت کی تنگ دستی فراخ حالی سے بدل گئی۔ اس فراخ حالی کے دور میں بہت سی اہلی ذمہ داریوں سے سبکدوشی ہوگئی۔ حضرات حسنینؓ کی بھی شادیاں ہوئیں اور ان کے بعد ان کی بہنوں کے بیاہ بھی ہوگئے۔

اہل بیت کے ماہوار وظیفہ

یہ دور اس اعتبار سے سکون و اطمینان کا دور تھا کہ اس کے دس سال میں اہل بیتؓ کو کوئی جاں گسل صدمہ پیش نہیں آیا ورنہ حقیقت تو یہ ہے

پھول وہی چمن وہی فرق نظر نظر کا ہے

عہد بہار میں تھا کیا دورِ خزاں میں کیا نہیں

تعمیر سیرت میں تو کوئی کسر رہی نہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت زینبؓ کی زندگی میں اس کے نقوش کس شان سے اجاگر ہوئے۔ اوپر کی سطور میں ہم نے جو کچھ تحریر کیا ہے اس کی حیثیت نظریاتی ہے، علمی دنیا ہم سے نظریات کے علاوہ کچھ اور بھی مطالبے کرتی ہے اگر ہم یہ مطالبے پورے نہ کر سکیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ سیرت نگار کی حیثیت سے ہم ناکام رہے ہیں۔ سیدہ عفیفہؓ کے ساتھ انصاف کا برتاؤ تو ہم اس صورت میں کریں گے جب ہم ان کی عملی زندگی کے وہ پہلو پر بھی روشنی لائیں جن سے کسی کی انسانیت کا

Marfat.com

اندازہ ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم چند نقلی سرخیوں کے تحت کچھ عرض کریں گے۔

فضائل اخلاق :

حضرت زینب کبریٰؑ کے اندر سادگی کوٹ کوٹ کے بھری ہوئی تھی۔ اول تو جس ماحول میں ان کا بچپن گزرا وہ حد درجہ سادہ ماحول تھا دوسرے آنکھیں کھولتے ہی انہوں نے اپنے ناناجان، ماں باپ کو جس انداز کی زندگی بسر کرتے دیکھا اس میں بھی کسی نمود کو دخل نہ تھا۔ خاتون جنت پیوند لگے کپڑے پہنتیں، کئی کئی دن ان کا چولہا بجھا رہتا اگر کبھی کچھ پکتا اور چاہتیں کہ اس سے روزہ افطار کرلیں گی تو کوئی سائل آ ٹپکتا۔ سارے کا سارا کھانا اسی کی نذر کر دیتیں۔ شادی کے بعد انہیں تکلفات کی زندگی بسر کرنے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی تھی اس لئے کہ ان کے شوہر کافی دولت مند تھے لیکن بچپن کی پڑی ہوئی عادتیں کیسے چھوٹ سکتی تھیں۔ ان کے ناناجانؐ نے قطع سبب کی تعلیم دی تھی بھلا یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ ان کی نواسی عیش وعشرت کے دام میں گرفتار ہوجاتی۔۔ اسباب کی دنیا میں تو ان کی آنکھوں پر پٹی بندھ جاتی ہے جو دنیا کو عقبیٰ پر ترجیح دیتے ہیں اور جن کے یہاں موت کا کوئی تصور ہی نہیں ؎

میرے ارمانوں سے کہتی ہے اجل
اس قدر سامان! دو دن کے لئے

سلام میں سبقت

زینب کبریٰؑ کی خوش خلقی کا یہ عالم تھا کہ بڑے تو بڑے چھوٹوں کے دلوں میں بھی ان کے لئے عزت و احترام کے جذبات تھے ان کی کسی ہم سن نے کسی کے سوال کے جواب میں یہ کہا کہ زینب اگرچہ عمر میں مجھ سے کئی سال بڑی تھیں لیکن پھر بھی جب کبھی میرا اور ان کا آمنا سامنا ہوا انہوں نے ہمیشہ سلام میں پیش قدمی کی یہی ادا ان کے جد امجد کی تھی کہ ہمیشہ

Marfat.com

سلام میں پیش قدمی فرماتے اور چھوٹے چھوٹے بچوں تک کو سلام کرتے تھے۔ بنت زہرا سے جب کوئی خاتون ملنے آتیں تو یہ ان کی راہ میں آنکھیں بچھاتیں اور وہ سلوک کرتیں جو ایک قابل احترام شخصیت کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے۔ حیا کا مادہ بھی آپ کے اندر تھا اور اس حد تک تھا کہ جب آپ کسی مجلس میں وعظ فرماتیں تو نظریں جھکی ہوئی ہوتیں آنکھ سے آنکھ ملا کر تو اس سیدہ عفیفہؓ نے اپنے بھائیوں سے بھی کبھی گفتگو نہیں کی۔

صلاح و تقوی اور زہد و ورع کی یہ حالت تھی کہ ازدواجی زندگی کی چند در چند سہولتوں اور آسائشوں کے باوجود دنیا اور اس کے تعلقات سے کوئی خاص دلچسپی اور دلبستگی نہ تھی، کبھی کبھی فرمایا کرتیں "دنیا کی زندگی اس سایہ دار درخت کی سی ہے جس کے نیچے کچھ دیر مسافر سستا لیتے ہیں" جس کسی کا زندگی کے بارے میں یہ تصور ہو اس کے لئے اس میں کیا کشش ہو سکتی ہے۔

شادی کے بعد کوئی مجبوری نہ تھی لیکن پھر بھی انہوں نے اپنی زندگی کو پھولوں کی سیج نہیں بننے دیا یوں لونڈی غلام بھی تھے ان سے ہر قسم کا کام لیا جا سکتا تھا لیکن بنت زہراؓ گھر کے کام میں خود ہی گھسی رہتیں۔ چکی بھی پیستیں اور روٹی بھی پکاتیں۔ اس محنت ہی کا اثر تھا کہ آخر عمر تک ان کی صحت برقرار رہی۔ جتنے سفر انہیں پیش آئے ہیں اور جتنے مصائب و آلام ان پر ٹوٹے ہیں اگر ان کے اندر تن آسانی اور آرام پسندی ان کی طبیعت اور ان کے مزاج میں داخل ہوتی تو ان کا شیرازۂ ہستی کبھی کا بکھر گیا ہوتا۔ بنت زہرا کے حوصلے اور ان کی ہمت کا یہ عالم تھا ؎

ہر چند کوہ سے بھی گراں تر ہے بارِ عشق
ہمت یہ کہہ رہی ہے کہ تنہا اٹھایئے

Marfat.com

عبادت

حضرت زینب کبریٰؓ کا لقب عابدہ بھی تھا آخر اس لقب کی کوئی نہ کوئی وجہ تو ضرور ہوگی یوں کسی کو عابدہ کون کہتا ہے؛ اپنی بہن کی اسی خصوصیت کے پیش نظر امام حسینؓ نے آخری ملاقات میں ان سے یہ کہا تھا کہ "اے میری بہن! اپنے پچھلے پہر کی نوافل میں مجھے فراموش نہ کرنا" امام زین العابدینؓ کا بیان ہے کہ میری پھوپھی نے سفر کی کافی صعوبتیں سہیں لیکن پھر بھی انہوں نے نوافل نہیں چھوڑے کبھی کبھی تو ایسا ہوا ہے کہ حضرت زینب کبریٰؓ نے ساری ساری رات نفلیں ادا کیں اور ایک پل کے لئے بھی پلک نہیں جھپکی۔

ارشاد

ایک کتاب میں جو بلاغات النسا کے نام سے مشہور ہے بنت زہراؑ کا یہ ارشاد درج ہے کہ "جو شخص اس بات کا متمنی ہے کہ مخلوق میں سے وہ کسی کا حشر میں بھی محتاج نہ ہو تو اُسے چاہئیے کہ وہ اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کیا کرے لوگوں کو کیا ہوا وہ سمع اللہ لمن حمدہ سنتے ہیں لیکن ان کلمات کے معانی و مطالب پر غور نہیں کرتے انہیں چاہئیے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور چونکہ وہ ان کے قریب ہے اس لئے اس سے شرم کریں۔

علم و فضل اور دیگر علمی کمالات بھی فضائل اخلاق میں شامل ہیں اور ہمیں چاہئیے تھا کہ ہم ان کے بارے میں بھی بنت زہراؑ کی فضیلت کا تذکرہ کرتے لیکن صرف اس خیال سے کہ خطبات کے لئے ہم نیا باب شروع کریں گے شجاعت اور تسلیم و رضا سے متعلق کچھ عرض کیے دیتے ہیں یہ اوصاف فضائل اخلاق کی فہرست میں نمایاں درجہ رکھتے ہیں۔

شجاعت

خاتون جنتؑ کی بیٹی زینبؓ نے شجاعت اپنے پدر بزرگوار سے ورثہ میں پائی تھی کربلا میں ان کی شجاعت کے جوہر کھلے۔ امام حسینؓ کی شہادت کے بعد جب عمرو بن سعد اور اس کے گرگوں نے اہل بیت کے خیمے لوٹنے چاہے اور ارادہ کیا کہ انہیں آگ لگا دیں تو اسی دوران میں انہوں نے علی بن حسین (امام ابن العابدین) کو بھی قتل کرنے کی ٹھانی اس

Marfat.com

موقعہ پر حضرت زینب کبریٰؓ نے انہیں للکارا اور اتنی دلیری کا مظاہرہ کیا کہ عمر و سعد کو اس ارادہ سے باز رہنا پڑا۔ اس طرح امام زین العابدین اپنی پھوپھی کی دلیری سے دشمنوں کی زد سے بچ گئے۔ ابن زیاد کے دربار میں بھی حضرت زینب کبریٰؓ نے اپنے بھتیجے امام زین العابدین کی جان بچائی جب ابن زیاد نے ان کے قتل کا حکم دیا تو یہ اپنے بھتیجے پر گر پڑیں اور بڑے حوصلے کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ جب تک میرے دم میں دم ہے میں اپنے بھتیجے کا ساتھ نہ چھوڑوں گی۔ اگر وقت ہی آپہنچا ہے تو دونوں پھوپھی بھتیجے ساتھ ہی ساتھ دنیا سے سدھاریں گے ان الفاظ کا یہ اثر ہوا کہ ابن زیاد کو امام زین العابدینؓ کے قتل سے باز آنا پڑا

صبر و استقلال

حضرت زینب کبریٰؓ صبر و استقلال کی ایک سخت چٹان تھیں۔ آپ پر مصائب و آلام کے اتنے پہاڑ ٹوٹے کہ خدا کی پناہ! لیکن مجال ہے آپ کے پائے صبر و استقلال میں سر مو لغزش آئی ہو۔ کربلا کے حادثہ جانکاہ سے پہلے بھی آنحضرت صلعم کے وصال، خاتون جنت کی رحلت، شیر خدا کی شہادت اور اپنے بھائی امام حسنؓ کے انتقال کے صدمات سہہ چکی تھیں۔ کربلا میں جو کچھ پیش آیا وہ اس پر مستزاد ہے۔ دل اور پھر ایک خاتون کا دل جسے قدرت نے بے حد نرم و گداز بنایا ہے اور پھر اتنے صدمات کی ٹکر سنبھالے! کیا یہ ایک کرشمۂ قدرت نہیں ہے؟ اگر حضرت زینب کبریٰؓ کی سیرت کی تشکیل بلند پیمانے پر نہ ہوئی ہوتی تو یہ کبھی کی جان بحق تسلیم ہو گئی ہوتیں۔ بزدل اور بہادر میں بھی فرق ہے کہ ایک بزدل مصائب و آلام سے تنگ آکر خودکشی پر آمادہ ہو جاتا ہے جبکہ ایک بہادر مردانہ وار شدائد کا مقابلہ کرتا اور اپنے عزم کی قوت سے ان کے طوفانی دھاروں کا رخ موڑ دیتا ہے۔ حضرت زینبؓ دل گردے کی خاتون تھیں یہی وجہ ہے کہ آپ نے کبھی ایسی بے صبری کا مظاہرہ نہیں کیا جس سے اہل بیت کی خاندانی

Marfat.com

روایات پر حرف آتا البتہ کبھی چھوٹے چھوٹے بچوں کی تسلی دلاسے کے لئے مسکراتیں تو ان کی زبان خاموش پر کسی کے شعر کا یہ مفہوم ہوتا ہے

جس طرح ہنس رہی ہوں میں پی پی کے اشک گرم
یوں دوسرا ہنسے تو کلیجہ نکل پڑے

میدان کربلا میں اپنے جگر گوشوں کو بھائی کی محبت میں قربان کر دینا کسی معمولی درجے کی عورت کا کام نہیں دنیا کی مائیں سوچیں اور غور کریں کہ آیا وہ کیا جذبہ اور وہ کیا حوصلہ تھا جس نے ایک ماں کو اپنے لاڈلے بچوں کی تڑپتی ہوئی لاشیں دیکھنے پر آمادہ کیا اور وہ بھی خود اس کی اپنی مرضی سے کون نہیں جانتا کہ حضرت زینبؓ اگر چاہتیں تو ان کے بیٹے کبھی جام شہادت نوش نہ کرتے۔ حضرت زینبؓ نے اسلام کی عزت اور اس کے ناموس کو برقرار رکھنے کے لئے اپنے بچوں کی قربانی پیش کی اور رہتی دنیا تک کے لئے یہ مثال قائم کر دی کہ خداوند قدوس جس خاندان کے کسی فرد کو منصب نبوت پر فائز کرتا ہے اس خاندان پر یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اس منصب کے احترام کی خاطر اپنی تو اپنی، اپنے صغیر سن بچوں کی قربانی میں بھی پس و پیش نہ کرے۔ دنیا کے لئے جس طرح ایک نبیؐ کا اسوۂ حسنہ واجب العمل ہوتا ہے اسی طرح اس کے افراد خاندان کی سیرتیں بھی انہیں سبق دیتی ہیں خدانخواستہ اگر نبیؐ کے خاندان میں کسی ایک فرد سے لغزش ہو جاتی تو حق و صداقت کی روایات پر اوس پڑ جاتی اور کوئی بھولے سے بھی اسلام کا نام نہ لیتا یہی وہ افراد ہیں جن کے مزارات سے آج بھی یہ صدائیں آ رہی ہیں ؎

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
تعبیر ہے جس کی حسرت و غم اے ہم نفسو! وہ خواب ہیں ہم

Marfat.com

حضرت زینب کبریٰؓ نے کربلا میں وہ زہرہ گداز مناظر اپنی کھلی آنکھوں دیکھے جن کے دیکھنے کی تاب بڑے جیوٹ بہادروں کو بھی نہیں ہو سکتی تھی ؎

خوشی ہوئی بھی تو دل کی خوشی نہ کی میں نے
چمن کے ساتھ لٹا دی بہار بھی میں نے

خدمتِ اسلام

خدمت اسلام کی مختلف نوعیتیں ہوتی ہیں کبھی مال و زر سے خدمت کی جاتی ہے کبھی زبان و بیان سے کبھی جان بھی دینی پڑتی ہے لیکن کبھی جوہر سیرت کی نمود بھی خدمت اسلام کا حق ادا کرتی ہے۔ حضرت زینب کبریٰؓ نے جان تو نہیں دی اس لئے کہ اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی تھی باقی مال و زر سے بھی خدمت کی اور زبان و بیان سے بھی۔ سیرت کے بل بوتے پر بھی آپ نے اسلام کو تقویت پہنچائی۔ ہم نے شروع میں یہ بیان کیا ہے کہ حضرت زینبؓ کے شوہر حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کافی دولت مند تھے اس لئے حضرت زینبؓ کو غرباء و مساکین کی مالی امداد کے کافی سے زیادہ مواقع ملے زبان و بیان پر سیدہ عقیفہ کو بلا کی قدرت تھی۔ پہلے تو کوفہ میں اپنے والد محترم کے ہوتے ہوئے آپ نے درس قرآن کا سلسلہ جاری رکھا اور اس دوران میں کبھی کبھی بعض اہم موضوعات پر اپنے خیالات کا اظہار بھی کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کی بنیادیں مستحکم کرنے میں ان کی تبلیغ کو بہت کچھ دخل تھا۔ کوفہ، دمشق اور دیگر مقامات پر موصوفہ نے جو تقریریں کیں ان سے جہاں ان کی خطابت کے جوہر نمایاں ہوتے ہیں وہاں خدمت اسلام کا ثبوت بھی ملتا ہے اس لئے کہ ان تقاریر سے اسلام کے محاسن و فضائل روشنی میں آتے تھے۔

Marfat.com

شانِ اُمومت

حضرت زینب کبریٰؑ کی شان امومت کا مظاہرہ کربلا میں ہوتا ہے جبکہ انہوں نے اپنے لاڈلے بیٹوں کو اپنے بھائی پر نچھاور کر دیا۔ ان کے لاڈلے بیٹے عونؑ و محمدؑ کی جاں سپاری کے لئے آمادگی اس امر کا بین ثبوت ہے کہ حضرت زینبؑ نے اپنے بیٹوں کی تربیت کچھ اس انداز سے کی تھی کہ ان کے دل و دماغ میں اسلام کی محبت کا جذبہ پیوست کر دیا تھا اگر یہ بات نہ ہوتی تو ماں کی خواہش کے باوجود بیٹے اتنی زبردست قربانی کے لئے کمربستہ نہیں ہو سکتے تھے امومت کی یہی شان ہے جس کی اسلام نے قدر کی ہے

رشتہ ازدواج

حضرت زینب کبریٰؑ کا عقد حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے ہوا۔ یہ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے برادر حقیقی جعفر طیارؓ کے صاحبزادے تھے یہ وہی جعفرؓ ہیں جن کی بصیرت افروز تقریر نجاشی کے دربار میں ہوئی تو اس پر رقت طاری ہو گئی تھی۔ شاہ حبش نجاشی کے کان کفار مکہ نے بھر دیئے تھے اور اسے اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ وہ ان تمام مسلمانوں کو جو حبشہ میں پناہ گزیں تھے ان کے حوالے کر دے۔ نجاشی نے دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے ان دشمنان اسلام کو یہ جواب دیا تھا کہ یہ چیز میرے اخلاق سے بعید ہے کہ میں ان لوگوں کو جو میری پناہ میں ہیں ان کے دشمنوں کو سونپ دوں، ہاں البتہ میں ان سے بالمشافہ گفتگو ضرور کروں گا تاکہ صورت حال کا مجھے بھی علم ہو۔ یہ واضح رہے کہ کفار مکہ نے نجاشی سے یہ بھی کہا تھا کہ انہوں نے جو دین قبول کیا ہے اس کی اساس عیسائیت دشمنی پر ہے اور یہ بات انہوں نے اس لئے کہی تھی تاکہ نجاشی کا جذبہ انتقام برانگیختہ ہو اور وہ فوراً ان کی جلاوطنی کا حکم صادر کر دے۔ کفار مکہ کی یہ خواہش پوری نہ ہوئی بلکہ الٹا اثر یہ ہوا کہ نجاشی کے دربار میں باریابی کا موقعہ کسی جدوجہد کے بغیر ہاتھ آ گیا آخر نجاشی کی دعوت

پر مہاجرین مکہ جن کے سرخیل حضرت جعفر طیارؓ تھے، نجاشی کے دربار میں آئے یہاں پہلے ہی چند مسیحی علماء جمع تھے۔ نجاشی نے مہاجرین سے خطاب کرتے ہوئے دریافت کیا "تم نے کون سا دین اختیار کیا ہے تم اپنی قوم اور اپنے خاندان سے منہ موڑ کر یہاں کیسے آگئے ہو؟ ان سوالات کے جواب میں حضرت جعفر طیارؓ نے یہ گوہر افشانی کی۔

حضرت جعفرؓ کا خطبہ نجاشی کے دربار میں

"ہم ایسی قوم کے افراد ہیں جو جہالت میں اپنی مثال آپ تھی ہم بھی جہالت کی تاریکیوں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے تھے۔ بت پرستی ہمارا شیوہ تھا ظلم و ستم ہماری سرشت میں داخل تھا کشت و خون ہمارے آئے دن کا مشغلہ تھا کسی کے خون سے ہاتھ رنگتے ہوئے ہمیں عار نہیں تھی فحاشی اور بدکرداری میں ہم پیش پیش رہتے تھے بلکہ ایک دوسرے سے دو چار قدم آگے بڑھنے کی کوشش میں رہتے۔ قمار بازی اور چوری ہماری عادت میں داخل تھی۔ خدا نے ہماری ہدایت کے لئے ہم ہی میں سے ایک شخص کو رسالت کے منصب پر فائز کیا اس شخص کے حسب و نسب، شرافت و انسانیت اور صداقت، امانت کا ہمیں پہلے سے علم، احساس اور اعتراف تھا اس رسولؐ نے ہمیں یہ تعلیم دی کہ خدائے واحد کے سوائے اور کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے ہمارا معبود ایک اور صرف ایک ہے جس نے ساری مخلوق کو پیدا کیا اسی رسول نے ہمیں یہ تلقین کی کہ ہم سوچے سمجھے بغیر کوئی بات زبان سے نہ نکالیں امانت میں کبھی خیانت کے مرتکب نہ ہوں کسی کی جان بے وجہ نہ لیں۔ بے جا خواہش اور دروغ گوئی سے اپنے دامن کو داغدار نہ ہونے دیں ابن بنیؐ نے ہمیں یہ بھی پیغام دیا کہ ہم عورتوں کی عزت کریں یتیموں کا مال کسی قیمت

پر نہ کھائیں پڑوسیوں کے جو حقوق ہم پر ہیں ادا کریں جن چیزوں کی حرمت واضح کر دی ہے۔ ان کے پاس بھی نہ پھٹکیں اس رسول نے ہمیں یہ سبق بھی دیا ہے کہ ہم خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، نماز پڑھیں، روزہ رکھیں زکوٰۃ دیں، غریبوں، لاوارثوں، ناداروں اور محتاجوں کی امداد کریں۔ ہم نے اپنے رسول کی ان باتوں کی تصدیق کی اور اس پر ایمان لائے ہماری قوم نے یہ حالت دیکھی تو ہم پر نت نئے مظالم ڈھانے شروع کر دیے آخر ہم ترک وطن پر مجبور ہوئے اور آپ کے یہاں پناہ لی اب آپ سے یہ درخواست ہے کہ آپ ہمیں اپنے ملک میں رہنے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔"

نجاشی نے یہ تقریر سن کر یہ خواہش ظاہر کی کہ جو کلام تمہارے رسول پر نازل ہوا ہے اس میں سے کچھ مجھے بھی سناؤ۔ حضرت جعفر طیارؓ نے موقعہ اور محل کی مناسبت سے سورہ مریم کی ابتدائی چند آیات کی تلاوت کی۔ نجاشی اور عیسائی علماؑ پر ان آیات کا یہ اثر ہوا کہ ان کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ کچھ تأمل کے بعد نجاشی نے کہا ان آیات میں اور ان آیات میں جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ پر نازل ہوئی تھیں کچھ فرق نہیں ہے۔ اس کے بعد نجاشی نے کہا، اے اہل مکہ، تم اپنے ملک کی راہ لو، میں ان لوگوں کو تمہارے حوالے نہیں کر دوں گا۔"

حضرت جعفرؓ طیار اور دیگر مہاجرین امن و سکون کے ساتھ رہنے سہنے لگے۔ یہیں حضرت اسما بنت عمیسؓ کے بطن سے حضرت عبداللہ بن جعفر پیدا ہوئے۔

آنحضرت صلعم کو مکہ سے ہجرت کئے اور مدینہ منورہ میں آباد ہوئے سات سال گذر چکے تھے سنہ ۷ھ میں غزوہ خیبر پیش آیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھوں

اس غزوہ میں لشکر اسلام کو فتح عطا کی اتفاق کی بات کہ جس روز یہ قلعہ مسخر ہوا اسی روز حضرت جعفر طیارؓ حبشہ سے سیدھے خیبر پہنچے۔ آنحضرت صلعم نے انہیں سینے سے چمٹا لیا اور خوب بغل گیر ہوئے اور یہ فرمایا کہ مجھے جعفرؓ کی واپسی کی زیادہ خوشی ہے یا فتح خیبر کی۔

۸ھ میں آنحضرت صلعم نے ایک فوج موتہ کی جانب روانہ کی تھی جو تین ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھی اس فوج کا مقابلہ شرجیل کی اس فوج سے ہوئی جس میں ایک لاکھ سپاہی تھے زید بن حارثہؓ کی شہادت کے بعد اسلامی فوج کے علمبردار حضرت جعفر طیارؓ تھے عیسائیوں نے حضرت جعفرؓ کو چاروں طرف سے نرغے میں لے لیا پہلے ان کا سیدھا ہاتھ کاٹ ڈالا، بعد میں جب انہوں نے بائیں ہاتھ میں علم لیا تو وہ بھی قطع کر دیا گیا، آخر جعفرؓ نے علم دونوں بازؤں کے بیچ میں لے لیا تو مقابل نے ان کا سر تن سے جدا کر دیا یہ تو تھا حضرت زینب کبریٰؓ کے خسر کا حال، ان کی ساس حضرت اسماء بنت عمیسؓ تھیں۔ ہجرت حبش کے دوران یہ بھی اپنے شوہر حضرت طیارؓ کے ہمراہ تھیں۔ حضرت جعفر طیارؓ کی شہادت کے بعد ان کا نکاح پہلے حضرت صدیق اکبرؓ سے ہوا بعد میں یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عقد میں آئیں۔ تینوں شوہروں سے ان کی اولاد ہوئی۔ حضرت جعفر طیارؓ سے تین لڑکے محمدؓ، عبداللہ اور عونؓ پیدا ہوئے حضرت صدیق اکبرؓ سے محمد بن ابوبکرؓ متولد ہوئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یحییٰ نام ایک فرزند تولد پذیر ہوا۔ حضرت اسماء بنت عمیسؓ ایک عالمہ و فاضلہ خاتون تھیں۔ طبابت سے بھی انہیں خاص شغف تھا خواب کی تعبیر میں کافی ملکہ رکھتی تھیں ۴۰ھ میں ان کا انتقال ہوا ان کی پوری زندگی ایک چلتی پھرتی تصویر ہے۔

عبداللہ بن جعفر کا ذکر

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ جن سے حضرت زینب کبریٰؓ کا عقد ہوا خوش رو اور وسیع الاخلاق نوجوان تھے۔ اپنی دولت و ثروت کے سلسلہ میں خود فرماتے ہیں کہ میں

Marfat.com

شروع شروع میں بکریاں چرایا تھا ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے مجھے اس گلہ بانی کے عالم میں دیکھا تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے آپ نے اسی وقت میرے حق میں یہ دعا کی

اے اللہ! عبداللہ کو بہت سا دے تاکہ اس کی زندگی فراغت سے بسر ہو

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ فرماتے ہیں کہ اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ میں نے جو کام بھی کیا خدا نے مجھے اس میں برکت دی۔ میری کامیاب تجارت کا راز اسی دعا میں مضمر ہے۔

ایک روایت یہ ہے کہ جب حضرت جعفر طیارؓ کی شہادت کی خبر آنحضرت صلعم کے گوش گذار ہوئی تو آپ آئے اور مجھے اور میرے بھائیوں کو لے کر مسجد نبوی میں تشریف فرما ہوئے مسجد میں آپ نے میرے والد محترم کی شہادت کی خبر دوسرے لوگوں کو دی اور یہ کہا کہ اللہ تعالےٰ نے جعفر بن ابوطالب کو دو بازو عطا کر دیے ہیں اب وہ جنت کی فضاؤں میں ہمیشہ پرواز کرتے رہیں گے۔

پھر ہمیں اپنے یہاں لے گئے اور اپنے ہمراہ کھانا کھلایا تین دن تک یہی معمول رہا بعد میں آنحضرت صلعم ہماری دیکھ بھال کے لئے ہمارے یہاں برابر آتے رہے آنحضرت صلعم کے وصال کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ اور ان کے بھائیوں کی تربیت میں حصہ لیا۔ ایام شباب تک یہ سلسلۂ تربیت جاری رہا بعد میں ان سے حضرت زینب کبریٰؓ کی شادی ہوگئی اور یہ میاں بیوی علیحدہ کسی مکان میں رہنے لگے اس ازدواجی زندگی میں کبھی بدمزگی اور ناخوشگواری نہیں پیدا ہوئی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ دونوں ایک ہی خاندان کے تربیت یافتہ تھے۔ حضرت زینب کبریٰؓ سلیقہ شعار بیوی تھیں تو حضرت عبداللہؓ ایک شائستہ مزاج شوہر۔ ایک کا امورخانہ داری میں کوئی جواب نہ تھا اور دوسرے کے اندر کاروباری صلاحیتیں اس بلند پیمانے پر تھیں کہ

Marfat.com

لوگ ان کی معاملہ فہمی اور عاقبت اندیشی پر رشک کرتے تھے بلکہ بعض اوقات تو ان کی فیاضی اسراف کی حد تک پہنچ جاتی تھی - ایک دفعہ امام حسینؓ نے ان سے کہا کہ "عبداللہ! تم تو فضول خرچی اور اسراف پر اتر آئے ہو غیر مستحق لوگوں کو روپیہ دینے سے آخر فائدہ! اس کا جواب عبداللہ بن جعفرؓ نے یہ دیا کہ خدا نے مجھے دولت ہی اس لئے دی ہے کہ میں اسے بندگان خدا پر صرف کر دوں - امام حسینؓ یہ جواب سن کر اور کہہ بھی کیا سکتے تھے خاموش ہو گئے ہوں گے ! جب کسی کے اندر فیاضی کا جذبہ موجزن ہو اور وہ اپنا روپیہ پانی کی طرح بہا دینے پر تلا ہوا ہو تو اسے اختیار ہے جسے چاہے دے - حضرت عبداللہ جعفرؓ کی خوش خلقی کا یہ عالم تھا کہ آپ کسی کی دل شکنی نہیں کرتے تھے اور یہ عادت بچپن ہی سے تھی اور اس لئے آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ "اس کا خلق میرا خلق ہے"

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے فضائل و کمالات کے سلسلہ میں اگر ہم صرف یہ دو خصوصیتیں بیان کر دیں تو مزید گنجائش نہیں رہتی مثلاً یہ کہ

اولاً ــــ آپ امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایسے جلیل القدر صحابی کے داماد ہوتے ہیں.

ثانیاً ــــ آپ کے دو صغیر سن بیٹوں نے کربلا میں جام شہادت نوش کیا.

اغانی میں تحریر ہے کہ ایک دن آنحضرت صلعم نے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کو لڑکپن میں مٹی کے کھیل کھلونے بناتے دیکھا. آپ نے ان سے پوچھا، عبداللہ! یہ کیا کر رہے ہو انہوں نے جواب دیا حضور! میں سوداگری کر رہا ہوں ان سے جو یافت ہوتی ہے اس سے میں کھجوریں خریدتا اور کھاتا ہوں آنحضرت صلعم نے یہ بھولا بھالا جواب سن کر ان کے حق میں دعائے خیر کی. حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی نسبی شرافت ایک روشن چراغ ہے بلکہ اگر یہ

Marfat.com

کہا جائے کہ آپ کا جس خاندان سے علاقہ تھا اس پر "اہل خانہ ہمہ آفتاب است" کی مثل صادق آتی ہے تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔ اس لئے کہ آپ کے پدر بزرگوار ذوالجناحین ٹھہرے، خسر حیدر کرار اور ساس خاتون جنت حضرت عبداللہ بن جعفرؓ قرابت کی وجہ سے امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ، امام حسنؓ اور امام حسینؓ کی نظر میں بہت محبوب رہے ہیں اور یہ کوئی معمولی شرف نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے ہمنام جو ولدیت میں مختلف نہیں کچھ اور بھی ہوئے ہیں رفع اشتباہ کے لئے ہم ذیل میں ان کے نام تھوڑی سی تشریح کے ساتھ دے دیتے ہیں۔

(۱) عبداللہ بن جعفر الجعفری المدنی — یہ امام جعفر صادقؒ کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۲) عبداللہ بن جعفر صادقؒ — یہ امام جعفر صادقؒ کے فرزند ارجمند تھے انہیں عبداللہ اقطح بھی کہتے ہیں۔

(۳) عبداللہ بن جعفر المخزومی — یہ قبیلہ مخزوم سے تعلق رکھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ کثرت جود و سخا کے باعث بحر جود اور جواد کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ ان کے بارے میں متعدد روایات ہیں ہم ذیل میں ان میں سے چند پر اکتفا کرتے ہیں تاکہ موضوع تشنہ نہ رہ جائے۔

۱ (۱) سرزمین حبش میں سب سے پہلے جس بچے کی پیدائش ہوئی وہ آپ ہی تھے

۲ (۲) سب سے پہلے آنحضرت صلعم سے ملاقات اور ان کی صحابیت کا شرف اپنے والدِ محترم حضرت جعفر طیارؓ کی وساطت سے حاصل ہوا۔

۳۔ سالہا سال آنحضرت صلعم کے عم محترم حضرت عباس بن عبدالمطلب کی سرپرستی میں رہے

۴۔ ناسخ التواریخ میں مذکور ہے کہ جب آپ نے مدینہ منورہ میں اپنے فرزندانِ ارجمند

Marfat.com

عونؓ و محمدؓ اور (بروایت دیگرے) عبیداللہؓ کی شہادت کی روح فرسا خبر سنی
تو صبر و استقلال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور فرمایا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن

۵۔ روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کا ایک غلام تھا جس کی کنیت ابوالسلاسل تھی جب اس نے اپنے آقا زادوں کی شہادت کی خبر سنی تو اس نے کہا کہ غم کا پہاڑ حسین کی وجہ سے ٹوٹا۔ عبداللہ بن جعفرؓ نے یہ الفاظ سنے تو سخت برافروختہ ہوئے اور آپ نے اس کی اچھی خاصی مرمت کی زدوکوب کے بعد فرمایا۔

اے نابکار! میرے بھائی حسین علیہ اسلام کے بارے میں ایسی بات کہتا ہے خدا کی قسم اگر میں بھی آپ کے ہمراہ ہوتا ان کی خاطر جان دے دیتا اگر میرے بیٹوں نے ان کی خاطر جام شہادت نوش کیا ہے تو میرے لئے سعادت اور خوش نصیبی کی بات ہے انہوں نے اپنے ماموں کا ساتھ دیا اس سے بڑی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔

ان الفاظ کے بعد آپ حاضرین سے مخاطب ہوئے۔

مجھے بھائی حسینؓ کی شہادت کا سخت قلق ہوا ہے۔ یہ اطمینان ہے کہ اگر میں اس موقعہ پر جان نہیں دے سکا تو میری جگہ میرے بیٹوں نے جام شہادت نوش کیا خدا کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ میرے بیٹوں کی جانیں ٹھکانے لگ گئیں۔

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ اگرچہ فضائل و کمالات میں اونچا مقام رکھتے تھے لیکن جب کوئی ان سے ان فضائل و کمالات کا ذکر کرتا تو اس ان کی طبیعت مکدر ہو جایا کرتی تھی۔ ایک دفعہ ایک مجلس میں امیر معاویہؓ نے ان کی بڑی تعریف و توصیف کی اور

Marfat.com

یہ کہا کہ

"بے شک آپ ذوالجناحین کے فرزند جلیل اور سردار بنی ہاشم ہیں"

"میں ہرگز سردار بنی ہاشم نہیں ہوں سیادت و قیادت کا شرف و اعزاز تو صرف امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو حاصل ہے اس میں کسی کو بھی کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔

امیر معاویہؓ نے کہا، عبداللہ، آپ اپنی کسی حاجت کا اظہار فرمائیں میں جہاں تک میرے امکان میں ہے آپ کی اعانت و نصرت سے دریغ نہیں کروں گا۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے صاف اور سیدھے لفظوں میں فرمایا "میں کوئی حاجت نہیں رکھتا۔ مجھے آپ کی امداد کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کہا اور امیر معاویہؓ کی مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے جب آپ باہر تشریف لے گئے تو امیر معاویہؓ نے حاضرین سے کہا۔

خدا کی قسم! عبداللہ بن جعفرؓ، اخلاق و عادات اور رفتار و کردار میں آنحضرت صلعم سے کتنے مشابہ اور مماثل ہیں کاش یہ میرے بھائی ہوتے اور میں ان پر اپنا مال آزادی کے ساتھ صرف کر سکتا۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ کوئی شخص مدینہ منورہ میں شکر لے کر آیا اس کا خیال تھا کہ یہاں اس کی نکاسی ہو جائے گی لیکن ہوا یہ کہ کوئی بھی خریدار نہ ملا۔ یہ بے چارہ بہت ملول خاطر تھا، لوگوں نے اسے اس حال میں دیکھا تو یہ مشورہ دیا کہ اگر تم یہ شکر عبداللہ بن جعفرؓ کے پاس لے جاؤ تو وہ سب خرید لیں گے اور تمہیں اس کا معقول معاوضہ مل جائے گا چنانچہ وہ شخص حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کی خدمت میں پہنچا اور اپنا حال عرض کیا حضرت عبداللہؓ نے فرمایا تم خوشی سے شکر لے آؤ ہم خرید لیں گے جب وہ شکر لے آیا تو آپ نے فرمایا کہ زمین پر ڈال دے اور جو

Marfat.com

لوگ جمع تھے انہیں اجازت دے دی کہ وہ اس میں سے جتنی چاہیں لے لیں جب اس شکر کے تاجر نے دیکھا کہ لوگ شکر پر مکھیوں کی طرح ٹوٹ پڑے ہیں تو اس نے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے درخواست کی، کیا میں بھی اس لوٹ میں شریک ہو سکتا ہوں، آپ نے فرمایا، کیوں نہیں! اس شخص نے بھی جتنی شکر اٹھا سکتا تھا، اٹھا لی پھر اس نے حضرت عبداللہؓ سے شکر کی قیمت کا مطالبہ کیا، آپ نے پوچھا کہ اس کی قیمت کیا ہے؟ اس نے کہا چار ہزار درہم، حضرت عبداللہ تھوڑے سے تامل کے بعد خادم کو حکم دیا کہ یہ رقم اس کے حوالے کر دے روایت ہے کہ اسی شخص نے اتنی ہی رقم دوبارہ اور وصول کی اور حضرت عبداللہؓ انجان بن کر یہ رقم اس کے حوالے کرتے رہے

ایک مرتبہ کسی اعرابی نے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے ہاتھ ایک اونٹ فروخت کیا اور اس کی پوری قیمت تین بار وصول کی حضرت عبداللہ بن جعفرؓ ایک دفعہ بھی زبان پر یہ بات نہیں لائے۔

ابن ہرمہ ایک مشہور شاعر تھا اس نے انعام و اکرام کی توقع میں ایک قصیدہ مدحیہ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کی شان میں کہا اور اس ارادہ سے کہ اسے ان کی خدمت میں پیش کرے ان کے دولت کدہ پر حاضری دی یہاں کیا دیکھتا ہے کہ دروازہ پر لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے پوچھا یہ لوگ کیوں جمع ہیں، جواب ملا کہ ان میں سے اکثر وہ ہیں جو بسلسلہ تقاضائے قرض آئے ہیں۔ ابن ہرمہ نے دل میں سوچا کہ میں بہت برے وقت آیا، پھر بھی اس نے مصلحت اس میں سمجھی کہ حاضری ضرور دی جائے چنانچہ حاضر خدمت ہوا اور عرض کی کہ خدا کی قسم! مجھے یہ خبر نہ تھی کہ آپ اتنے مقروض ہیں کہ آپ کے دروازہ پر ہر وقت قرض خواہوں کا ہجوم رہتا ہے۔ اگر مجھے پہلے سے معلوم ہوتا تو میں نہ آتا، حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے فرمایا، کوئی مضائقہ

Marfat.com

نہیں ہے، تم شوق سے اپنا قصیدہ سناؤ، ابن ہرمہ نے طوعاً و کرہاً قصیدہ پڑھا، جب قصیدہ سن چکے اپنے کسی خادم سے پوچھا کہ دروازہ پر کون کون قرض خواہ ہیں، خادم نے ان کی نشاندہی کی تو آپ نے انہیں اندر طلب کیا اور ان سے چپکے سے کچھ کہا وہ چلنے لگے آپ نے ابن ہرمہ سے کہا، تم بھی ان کے ہمراہ جاؤ۔ ابن ہرمہ بھی ساتھ ہو لیا ان قرض خواہان نے بہت سا مال اس شاعر کی نذر کیا۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ عبداللہ بن جعفرؓ، امام حسنؑ، امام حسینؑ اور ابو دحیہ انصاری مکہ مکرمہ سے عازم مدینہ منورہ ہوتے۔ اثنائے راہ میں آسمان پر بادل چھا گئے اور چھما چھم مینہ پڑنے لگا یہ چاروں کے چاروں مجبوراً کسی اعرابی کے خیمہ میں پناہ گزیں ہوئے اور تین دن تک انہیں اسی خیمہ میں رہنا پڑا کیونکہ مطلع صاف نہیں ہوا تھا جب بارش تھی اور مطلع صاف ہوا تو اس اعرابی نے ان کی ضیافت کے لئے ایک بکری ذبح کی اور ان کے لئے دستر خوان بچھایا۔ جب یہ چاروں کوچ کرنے لگے تو حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے اس اعرابی سے کہا کہ اگر کبھی مدینہ منورہ آنا ہو تو ہم سے ضرور مل لینا۔ دو سال گذر گئے اتفاقاً اعرابی کا گذر مدینہ منورہ ہوا۔ اسے نام تو یاد نہیں رہے تھے صرف اتنی بات حافظے میں رہ گئی تھی کہ مجھے پسر علیؑ سے ملنا ہے۔ مدینہ منورہ ہی میں سب سے پہلے اس کی ملاقات امام حسنؑ سے ہوئی۔ امام حسینؑ نے اسے سو اونٹ نر و مادہ عطا کئے اور ساتھ ہی ساربان بھی ان کے حوالے کیے یہ اعرابی اس کے بعد امام حسینؑ سے ملا اور اپنی حاجت بیان کی امام حسینؑ نے اس اعرابی کو ہزار بکریاں دیں۔ بعد ازاں یہ اعرابی عبداللہ بن جعفرؓ سے ملاقی ہوا آپ نے فرمایا میرے بھائیوں نے تجھے اونٹ اور بکریاں تو دے ہی دی ہیں میں تجھے ایک لاکھ درہم دیتا ہوں لے اور اپنے مصرف میں لا۔ یہ اعرابی آخر میں ابو دحیہ انصاری سے ملا، انہیں

Marfat.com

داد و دہش کا علم تو ہو ہی چکا تھا، فرمانے لگے، قسم بخدا میری اتنی حیثیت نہیں ہے کہ میں امام حسنؓ، امام حسینؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ کی طرح فیاضی کا ثبوت دوں البتہ میں تیرے اونٹوں پہ اپنی طرف سے کھجوریں لادے دیتا ہوں۔ یہ اعرابی مال و متاع لے کر اپنے گھر واپس آیا اور اس نے بقیہ زندگی امن و سکون اور فراغت کے ساتھ بسر کی۔

غرر الخصائص میں مذکور ہے کہ ایک دن عبداللہ بن جعفرؓ اپنے مکان کے دروازہ پر رونق افروز تھے۔ ارباب حاجات اس توقع سے اردگرد جمع تھے کہ آپ ان پہ کچھ نوازشیں فرمائیں گے۔ ان سائلین میں ایک شاعر نصیب نامی بھی تھا اس نے یہ حال دیکھا تو حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے قریب آیا اور آپ کے ہاتھوں پہ بوسہ دیا اور ایک شعر پڑھا جس کا مفہوم یہ تھا۔

آپ تو (نعم) کے خوگر ہیں جب کبھی آپ نے کچھ فرمایا تو (نعم) ہی فرمایا،
آپ کو (لا) سے بیر ہے کسی نے آپ کی زبان سے "لا" نہیں سنا (نعم
بمعنی ہاں، اور 'لا' بمعنی 'نا' استعمال ہوتے ہیں)۔

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے نصیب سے پوچھا تجھے کیا چاہیے۔ اس نے عرض کیا کہ آپ میرے اونٹوں پہ گیہوں اور کھجوریں لاد دیجئے آپ نے اس کی خواہش پوری کر دی اس کے علاوہ دس ہزار درہم اور خلعتہائے فاخرہ سے بھی اسے نوازا۔ جب نصیب یہ سب کچھ جو اسے نصیب ہوا تھا لے کر چلا گیا تو کسی نے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے کہا، حضرتؑ آپ نے ایک سیاہ فام شخص پہ اتنا کرم فرمایا آخر اس کا کیا سبب؟ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے جواب دیا، نصیب بے شک سیاہ فام ہے لیکن اس نے جو اشعار ہماری شان میں پڑھے ان کا رنگ عطر کیلا تھا، میں مانتا ہوں کہ وہ غلام تھا لیکن یہ تو حقیقت ہے کہ اس نے ایک

Marfat.com

آزادی کی مدح کی ہے ۔ جو ساماں اور مال ومتاع یہ ہم سے لے گیا ہے یہ سب کبھی کبھی ختم ہو جائیں گے لیکن جن اشعار میں اس نے ہماری تعریف و توصیف کی ہے انہیں فنا نہیں وہ باقی رہیں گے اور رہتی دنیا تک ان کے سبب ہماری یاد باقی رہے گی

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے کسی انصاری سے ایک نخلستان ایک لاکھ درہم میں خریدا جب یہ خرید وفروخت کا معاملہ طے ہو چکا تو آپ نے دیکھا کہ صاحب نخلستان کا ایک صاحبزادہ رو رہا ہے ، آپ نے اس سے گریہ وزاری کا سبب پوچھا ، اس نے کہا میری اور میرے والد کی یہ خواہش تھی کہ مرتے دم تک یہ نخلستان ہمارے تصرف میں رہے چونکہ میں نے بہت سے درخت خود اپنے ہاتھ سے لگائے ہیں اس لئے اس تصور سے مجھے رونا آگیا ۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے اس لڑکے باپ کو بلایا اور وہ نخلستان اس کی نذر کر دیا اور ایک لاکھ درہم جو اسے نخلستان کی قیمت کے طور پر دیے تھے وہ بھی واپس نہیں لئے ۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کا گزر ایک باغ سے ہوا اس باغ کی نگہبانی کے فرائض ایک سیاہ غلام کے سپرد تھے ۔ اس غلام کو روزانہ تین روٹیاں کھانے کے لئے ملتی تھیں حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے بیٹھے ہوئے ایک کتا آیا اور اس نے بھوکی نگاہوں سے اس غلام کی طرف دیکھا ، غلام نے ایک روٹی اس کے آگے ڈال دی ، اس کے بعد دوسری اور پھر تیسری روٹی بھی اسی کتے کی نذر کی ۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے اس حبشی غلام سے پوچھا کہ تو نے اپنے اوپر اس کتے کو ترجیح کیوں دی کیا کہیں سے کچھ اور روٹیاں آنے کی توقع ہے ۔ اس غلام نے کہا اور روٹیاں تو کہیں ملیں گی ۔ میں نے یہ خیال کیا کہ یہ کتا بڑی منزلیں مارتا ہوا کچھ کھانے پینے کی طمع میں یہاں پہنچا ہے اس لئے اسے محروم نہیں کرنا چاہیئے ہمارے آس پاس کتے کہیں نہیں ہیں یہ کتا کہیں دور سے آیا ہے حضرت عبداللہؓ نے فرمایا ، پھر تو آج رات کو بھوکا رہنا

Marfat.com

ہوگا، غلام نے کہا، کیا ہوا رات بہر طور کٹ جائے گی صبح کو اللہ مالک ہے۔ آپ نے دل میں سوچا کہ لوگ مجھے سخی اور فیاض کہتے ہیں یہ حبشی غلام تو مجھ سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ آپ نے باغ کے مالک سے باغ خرید کر مع ان تمام لوازمات کے جو باغ سے متعلق تھے حبشی غلام کو نذر کر دیا اس کے ساتھ ہی اس غلام کو بھی قیمت دے کر اس کے مالک سے آزاد کرا دیا۔ غلام نے کہا اگر یہ سب کچھ میری ملکیت ہے، میں نے اسے راہ مولا میں قربان کیا حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کو اس غلام کی روش سے سخت حیرت ہوئی۔

حدیقۃ الافراح میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ ایک دن کسی راستے سے گذر رہے تھے آپ گھوڑے پر سوار تھے اچانک کوئی شخص نمودار ہوا اور اس نے آپ کے گھوڑے کی لگام تھامی اور کہا،

"اے امیر! خدا تیرا بھلا کرے تو میرا سر قلم کر دے"

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کو اس کے ان الفاظ سے بڑی حیرت ہوئی آپ نے فرمایا اے شخص کہیں تیرا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا ہے۔ اس نے عرض کیا، یہ بات تو نہیں ہے حضرت عبداللہؓ نے پوچھا، اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر یہ انداز کلام کیا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ حضرت بات دراصل یہ ہے کہ آج کل میرا سابقہ ایک سخت قسم کے دشمن سے پڑا ہوا ہے میرے اندر اتنی طاقت نہیں ہے کہ میں اس کا مقابلہ کر سکوں اس نے میرے اوپر عرصہ حیات تنگ کر دیا ہے آپ نے اس سے پوچھا، تیرا دشمن کون ہے! ہمیں بھی تو اس کا اتا پتا بتا حضرت عبداللہؓ کے اس سوال کے جواب میں اس شخص نے کہا حضرت میرا دشمن میری تنگ دستی ہے، اس پر حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے اپنے خادم کی طرف رخ کیا اور کہا کہ اسے ایک ہزار دینار دیدو نیز اس شخص سے آپ نے فرمایا کہ فی الحال اتنے پر قناعت کر پھر جب کبھی تیرا دشمن تجھ پر زیادتی

کرے تو ہم سے رجوع کرنا ہم اس کا تدارک کر دیں گے۔ اس شخص نے کہا، قسم بخدا آپ کی عنایت اور جود و کرم سے اب میرے پاس اتنا اثاثہ ہو گیا ہے کہ دشمن تمام عمر بھی میرے اوپر قابو نہیں پا سکے گا۔

دوار الخصائص الواضحہ میں تحریر ہے کہ ایک دفعہ کچھ لوگ کعبۃ اللہ میں جمع تھے اور اس موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی کہ آج کل سخی کون کون ہیں؛ کسی کی زبان پہ یہ تھا کہ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کا مقام، جود و سخا میں سب سے اونچا ہے کوئی یہ کہتا تھا کہ قیس بن سعد زیادہ سخی ہیں اور اس کے یہاں سے کوئی سائل محروم نہیں لوٹتا بعض صحابہ اوسی کی فیاضی اور سخاوت کے قائل تھے آخر فیصلہ اس بات پر ٹھہرا کہ جو شخص ہم سے جس کی سخاوت کا قائل ہے اس کے پاس جائے اور کوئی سوال کرے داد و دہش کے نتائج کی روشنی میں یہ فیصلہ کیا جائے کہ ان میں کون افضل ہے؛ عبداللہ بن جعفرؓ کے پاس وہ شخص پہنچا جو ان کی سخاوت کا قائل تھا جب یہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت عبداللہ بن جعفرؓ پا در رکاب تھے اس نے جاتے ہی سوال کیا۔

اے ابن عم رسولؐ! میں ایک تنگ دست فقیر ہوں۔ آپ کی خدمت میں بہت کچھ امیدیں اور آرزوئیں لے کر آیا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے فوراً رکاب سے پاؤں باہر نکالا اور فرمایا کہ یہ اونٹنی اور جو کچھ اس پر لدا ہوا ہے سب لے لے یہ تلوار جو میں تجھے دے رہا ہوں اسے معمولی نہ سمجھنا یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تلوار ہے اور اس کی قیمت ایک ہزار دینار ہے چنانچہ اس شخص نے اونٹنی اور تمام وہ سامان جو اس پر لدا ہوا تھا، لیا اور تلوار بھی سنبھالی اور وہاں سے رخصت ہوا دوسرا شخص قیس بن سعد کے پاس پہنچا، قیس بن سعد خوابگاہ میں مصروف خواب تھا، غلام نے کہا، ہمارے آقا تو آرام فرما رہے ہیں، آپ اپنی حاجت بیان کیجئے۔ اس شخص نے کہا میں

Marfat.com

ایک مفلس قلاش فقیر ہوں اور قیس سے کچھ بخشش چاہتا ہوں۔ غلام نے کہا، "آقا کو بیدار
رنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ یہ تھیلی لے جا، اس میں سات سو اشرفیاں ہیں
خدا کی قسم! قیس کے گھر میں سوائے اس کے اور کچھ مال نہیں ہے تو اسی پر قناعت کر دوسری
ت یہ ہے کہ تو مجھ سے یہ نشانی لے جا، قیس کے اشتربان کے پاس اور اس سے ایک
ونٹ اور ایک غلام لے لینا تھوڑی دیر بعد جب قیس بن سعد بیدار ہوا تو وہ اپنے غلام
ے اس رویہ سے بہت خوش ہوا اور اسے آزاد کر دیا نیز یہ بھی کہا کہ تو مجھے اگر بیدار کر دیتا
میں اس سائل کو کچھ اور بھی دے دیتا۔

تیسرا آدمی عرابہ آدمی کے پاس گیا اور اس بات کا منتظر رہا کہ جب وہ نماز کے لئے گھر سے
لے تو یہ عرض حال کرے۔ عرابہ اوسی نابینا تھا اور دو غلاموں کے سہارے چلتا پھرتا تھا۔
ابہ اوسی سے اس آدمی کی ملاقات ہوئی تو اس نے کہا اے عرابہ! میں ایک غریب مسافر
ں تو میری امداد کر عرابہ نے یہ بات سنی تو فوراً دونوں غلام جن پر اسے تکیہ تھا اس کی
کر دیے اور ایک چیخ ماری اور کہا کہ عرابہ کے پاس اور کچھ نہیں جو تجھے دے یہی غلام تھے
ری نذر کر دیے ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ میں یہ تیرے دو بازو نہیں لینا چاہتا عرابہ نے کہا اگر
ں لیتا تو میں دونوں غلاموں کو آزاد کرتا ہوں تو خواہ انہیں لے یا نہ لے مگر عرابہ نے اپنے
ں ہاتھ ان کے کاندھوں سے اٹھا لیے اور دیواروں کے سہارے چلنے لگا۔ غرض یہ
یہ دونوں غلام لیے ہوئے اپنے رفیقوں کے پاس آیا۔ اس جماعت نے فیصلہ کیا کہ اس
ے ثابت ہوا کہ عرابہ اوسی زیادہ فیاض ہے لیکن مجد و شرف کے اعتبار سے جو مقام عبداللہ رضی
کو حاصل ہے اس کی گرد کو بھی عرابہ اوسی نہیں پہنچ سکتا۔ سخاوت اور فیاضی کے سلسلہ
عرابہ اوسی کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ اس نے اپنے دو غلام نذر کیے

Marfat.com

جبکہ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے اسد اللہ الغالب کی یادگار نذر کر دی جو بظاہر ایک ہزار دینار کی تھی لیکن تاریخی حیثیت سے اس کا مول ہی نہیں پڑ سکتا۔

یہ عبداللہ بن جعفرؓ جن کے فضائل و کمالات کا ہم نے اوپر کے صفحات میں ذکر کیا ہے حضرت زینب کبریٰؓ کے شوہر تھے۔ حضرت زینب کبریٰؓ سے ان کے تعلقات تمام عمر خوشگوار رہے بلکہ ایک دفعہ تو حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے یہاں تک فرمایا کہ

"زینب امور خانہ داری میں اپنی مثال آپ ہیں"

صرف ایک موقعہ پر تعلقات میں کشیدگی کا امکان تھا اور وہ موقعہ یہ تھا کہ جب امام حسینؓ مدینہ سے مکہ جانے لگے تو حضرت عبداللہؓ سے ان کے ہمراہ جانے کے لئے اجازت طلب کی حضرت عبداللہ نے خلاف معمول ان کی آنکھوں میں چھلکتے ہوئے آنسو دیکھ کر پوچھا، خیر تو ہے، کیا بات ہے؟ حضرت زینبؓ نے فرمایا، آپ جانتے ہیں کہ مجھے اپنے بھائی حسینؓ سے کتنی محبت ہے ان کے ساتھ جانا چاہتی ہوں اگر آپ نے اجازت نہ دی تو آپ کا حکم سر آنکھوں پر مجھے جبراً و قہراً اس کی تعمیل کرنی ہوگی مگر اس سے مجھ پر جو گزرے گی وہ میں ہی جانتی ہوں۔ ان الفاظ سے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کافی متاثر ہوئے اور انہوں نے انجام سے بے پرواہ ہو کر سفر کی اجازت دے دی۔

Marfat.com

دو جانکاہ صدمے

حضرت زینب کبریٰ رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی کچھ اس نوعیت کی تھی کہ اس نے جانگسل غم غلط کر دیئے تھے لیکن انہیں کیا خبر تھی کہ یہ زخم پھر ہرے ہوں گے۔ ان کے والد محترم حضرت علی کرم اللہ وجہہ ۳۵ھ میں خلافت کی مسند پر کیا بیٹھے کہ مخالفتوں کے چشمے ہر چہار طرف سے پھوٹ نکلے۔ ۳۶ھ میں ان مخالفتوں نے جنگ جمل کی شکل اختیار کی اور ۳۷ھ میں انہی کی بدولت جنگ صفین کا حادثہ پیش آیا۔ محققین کا بیان ہے کہ دونوں جنگیں جن میں کافی مسلمان بے گناہ کام آئے محض غلط فہمی اور خوارج کی ریشہ دوانیوں کا نتیجہ تھیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آخر دم تک ان خوارج سے لڑتے رہے لیکن حالات کچھ ایسے بے قابو ہو گئے تھے کہ یہ فتنہ دب نہ سکا۔ ۱۷ رمضان ۴۰ھ کو نماز فجر کے لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ مسجد میں تشریف لائے یہاں پہلے ہی سازشوں کے جال بچھے ہوئے تھے۔ ایک خارجی ابن ملجم مرادی نے اچانک اس خلیفہ راشد پر تلوار کا ایسا بھرپور وار کیا کہ تمام جسم خون ناخون ہو گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس زخم خوردگی کی حالت میں گھر واپس لایا گیا۔ مولائے کائنات زخموں سے کافی نڈھال ہو چکے تھے اور آپ کو پورا پورا یقین تھا کہ میں جانبر نہ ہو سکوں گا۔ ۱۹ رمضان کو جب آپ نے دیکھا کہ حالت

Marfat.com

حضرت ملال کی غیر ہوچکی ہے تو آپؐ نے حضرت زینبؓ سے فرمایا :-

وصیتیں

"میں اب چند گھڑیوں کا مہمان ہوں مجھے معلوم ہے کہ میری موت تجھ پہ شاق گذرے گی لیکن بیٹی ! یہ وہ ورثہ ہے جو ابتدائے آفرینش سے ہر شخص کے حصّہ میں آیا ہے ، ابدی حیات تو صرف ذات کبریا کے لیے ہے جس دُنیا نے رسولِ خُدا سے وفا نہ کی وہ علیؓ سے کیسے وفا کرسکتی تھی ۔ میں خوش ہوں کہ میری زندگی بھی خدا کی خوشنودی کے لیے تھی اور موت بھی اسی کی رضا کے لیے ہے البتہ بشریت کے تقاضے مجھے تم نونہالوں کی بے کسی کے تصوّر سے غمزدہ کئے ہوئے ہیں ملال ہے تو صرف اس بات کا کہ میں اپنے دل کے ٹکڑوں کو دشمنوں کے رحم وکرم پہ چھوڑ رہا ہوں مجھے یقین ہے کہ زینبؓ ایسی بہنیں کہیں صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں لیکن مجھے خوف ہے تو یہ کہ میرے سدھارتے ہی پاؤں تلے کی چیونٹیاں بھی حسنین کی جان کی لاگو ہوں گی اور خدا معلوم اُنہیں معاویہ کے ہاتھوں کن کن مصائب و آلام میں مبتلا ہونا پڑے ، اے میری بیٹی ! مجھے اُمید ہے کہ بگڑے ہوئے حالات میں تُو بھائیوں پہ جان چھڑکے گی اور اُن کے لیے ایک ڈھال کا کام دے گی حسنینؓ کی نگاہیں ماں باپ کی صورتوں کو ترسیں گی تو انہیں ایک سہارا تیری محبت کا ہو گا وہ تیرے چہرے اور تیری نگاہوں میں ماں باپ کی محبت اور شفقت کی پرچھائیاں دیکھیں گے ۔"

حضرت زینب کبریٰؓ نے اپنے شفیق و رفیق کے یہ آخری جملے سُنے تو کھِل گئیں ، اور فرمانے لگیں ابا جان اگر والدہ محترمہ کے بعد کوئی سہارا تھا تو صرف آپ کی ذات تھی اب آپ بھی رخصت ہوا چاہتے ہیں ۔ آپ کے بعد اب تو اللہ ہی اللہ ہے ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے حسنینؓ کو یاد کیا جب دونوں قریب آئے تو آپ نے ان سے یہ خطاب کیا۔

ایضاً

بیٹو! میرے بعد تم اپنی بہنوں کے صرف بھائی ہی نہیں بلکہ باپ بھی ہو، دیکھنا ان کے دامن دل پر گرد ملال نہ بیٹھنے پائے ان سے کوئی لغزش ہو جائے تو درگزر کر دیا کرنا اگر انہیں دکھ پہنچا تو یہ سمجھ لینا کہ ماں باپ کی روحیں لرز اٹھیں گی حالات یہ بتاتے ہیں کہ تمہارے پائے عزم و ثبات میں معمولی سی لغزش بھی نہیں آنی چاہیے کبھی کوئی ایسا کام نہ کرنا خدا اور اس کے رسول کی مرضی کے خلاف ہو، اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ دنیا کے پیچھے نہ بھاگنا خواہ وہ تمہیں مجبور ہی کیوں نہ کرے جو چیز تمہیں حاصل نہ ہو سکے اس سے محرومی کا غم نہ کرنا۔ ہمیشہ حق بات کہنا، یتیموں اور بے کسوں پر رحم کھانا، ظالم کی مخالفت اور مظلوم کی حمایت کرنا کتاب اللہ کی پیروی کرنا آپس میں ایک دوسرے سے حسن سلوک سے پیش آنا۔

ایضاً

نہج البلاغہ میں امام حسنؓ کے نام جو وصیت نامہ ہے اس کے جستہ جستہ فقرے ذیل میں دیئے جاتے ہیں۔

۱۔ دوسروں کا غلام نہ بن کیونکہ خدا نے تجھے آزاد پیدا کیا ہے۔

۲۔ وہ بھلائی، بھلائی نہیں جو برائی سے آئے۔ وہ دولت، دولت نہیں جو ذلت کی راہ سے حاصل کی جائے۔

۳۔ خاموشی کی وجہ سے جو خرابی پیدا ہوتی ہے اس کا تدارک آسان ہے مگر گفتگو سے جو خرابی پیدا ہوتی ہے اُس کا تدارک مشکل ہے کیا تُو نے نہیں دیکھا کہ مشک کا منہ باندھ کر ہی پانی روکا جاتا ہے۔

Marfat.com

۴ - اپنا مال خرچ نہ کرنا دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے کہیں اچھا ہے۔

۵ - مایوسی کی تلخی سوال کرنے سے بہتر ہے - اور آبرو کے ساتھ محنت مزدوری، بدکاری کی دولت سے بہتر ہے۔

۶ - آدمی اپنا راز خود ہی چھپا سکتا ہے کبھی آدمی اپنے پاؤں پہ خود ہی کلہاڑی مار لیتا ہے - جو زیادہ بولتا ہے زیادہ غلطی کرتا۔

۷ - نیکوں کی صحبت اختیار کرو - نیک بن جاؤ گے، بروں کی صحبت سے پرہیز کرو گے بدی سے دور رہو گے۔

۸ - حرام کھانا بدترین کھانا ہے۔

۹ - کمزور پہ ظلم کرنا سب سے بڑا ظلم ہے۔

۱۰ - جب نرمی سختی بن جائے تو سختی نرمی بن جاتی ہے،

۱۱ - کبھی دوا بیماری ہو جاتی ہے اور بیماری دوا،

۱۲ - کبھی بدخواہ خیرخواہی کرتا ہے اور خیر خواہ بدخواہی،

۱۳ - موہوم اُمیدوں پر تکیہ نہ کرو - کیونکہ یہ مُردوں کا سرمایہ ہیں۔

۱۴ - تجربے یاد رکھنے کا کام عقل ہے بہترین تجربہ وہ ہے جو نصیحت آموز ہو۔

۱۵ - موقعہ سے فائدہ اُٹھاو اس سے پہلے کہ وہ تمہارے خلاف ہو جائے۔

۱۶ - مال کا ضائع کرنا اور عاقبت کا بگاڑنا فساد عظیم ہے۔

۱۷ - تاجر ایک لحاظ سے قمار باز ہوتا ہے۔

۱۸ - قلت میں کثرت سے زیادہ برکت ہوتی ہے۔

۱۹ - توہین کرنے والے مددگار اور شوہرِ ظن رکھنے والے دوست میں ذرا بھلائی نہیں

Marfat.com

۲۰۔ جب تک زمانہ ساتھ دے زمانے کا ساتھ دو۔

۲۱۔ حرص تجھے اندھا نہ کر دے اور عداوت تجھے بے عقل نہ بنانے پائے۔

۲۲۔ دوست دوستی توڑے تو تم اسے جوڑ دو جو دوری اختیار کرے تو تم نزدیک ہو جاؤ وہ سختی کرے تو تم نرمی کرو۔ وہ غلطی کرے تو تم اس کے لیے عذر تلاش کرو۔ دوست کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو گویا تم غلام ہو۔ اور وہ آقا لیکن خبردار یہ برتاؤ بے محل نہ ہو نااہل کے ساتھ نہ ہو۔

۲۳۔ دوست کے دشمن کو دوست نہ بناؤ ورنہ دوست بھی دشمن ہو جائے گا۔

۲۴۔ دوست کو بے لاگ نصیحت کرو خواہ اسے اچھی لگے یا بری لگے۔

۲۵۔ غصہ پی جایا کرو، میں نے غصہ کے جام سے زیادہ میٹھا کوئی جام نہیں دیکھا۔

۲۶۔ جو تم سے سختی کرے تم اس سے نرمی کرو وہ خود بخود نرم پڑ جائے گا۔

۲۷۔ دوستی کا قطع کرنا ناگزیر ہو تو پھر کچھ نہ کچھ لگاؤ باقی رکھو تاکہ جب چاہو دوستی کو جوڑ سکو۔

۲۸۔ جو تم سے حسن ظن رکھتے اس کے حسن ظن کو جھوٹا نہ ہونے دو۔

۲۹۔ دوستوں کے حقوق اس گھمنڈ میں تلف نہ کرو کہ دوست ہے کیونکہ جس کے حقوق تلف کر دیئے جاتے ہیں وہ دوست نہیں رہتا۔

۳۰۔ ایسے نہ ہو جاؤ کہ تمہارا خاندان ہی تمہارے ہاتھوں سب سے زیادہ بدبخت بن جائے

۳۱۔ جو کوئی بے پروائی ظاہر کرے اس کی طرف ہرگز نہ جھکو۔

۳۲۔ دوست دوستی توڑنے میں اور تم دوستی جوڑنے میں برابر نہ ہو تمہارا پلہ ہمیشہ بھاری رہے

۳۳۔ نیکی سے زیادہ بدی میں تیز نہ ہو۔

۳۴۔ ظالم کے ظلم سے تنگ دل نہ ہو کیونکہ وہ خود اپنا نقصان اور تمہارا نفع کر رہا ہے۔ جو

تمہیں خوش کرے اُس کا صلہ یہ نہیں کہ تم اُسے رنج پہنچاؤ۔

۳۵ - اگر تو اس چیز پر رنج کرتا ہے جو تیرے ہاتھ سے نکل گئی ہے تو پھر اس چیز پر بھی رنج کر جو تیرے ہاتھ میں نہیں آئی۔

۳۶ - دانا آدمی معمولی تادیب سے مان جاتا ہے مگر چوپایہ مار سے باز آتا ہے۔

۳۷ - خواہشوں اور دل کے وسوسوں کو صبر و یقین کی عزیمت سے زائل کر دو۔

۳۸ - جو کوئی راہ اعتدال سے تجاوز کرتا ہے بدراہ ہو جاتا ہے۔

۳۹ - نفس کی خواہشات اور بدبختوں میں سانجھا ہے۔

۴۰ - کتنے اپنے ہیں جو غیروں سے زیادہ غیر ہیں اور کتنے غیر ہیں جو اپنوں سے زیادہ عزیز ہیں

۴۱ - پردیسی وہ ہے جس کا کوئی دوست نہیں۔

۴۲ - جو اپنی حیثیت پر رہتا ہے اس کی عزت باقی رہتی ہے۔

۴۳ - جب اُمید میں موت ہو تو نااُمیدی زندگی بن جاتی ہے۔

۴۴ - نہ ہر عیب ظاہر ہوتا ہے نہ ہر موقعہ سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔

۴۵ - کبھی آنکھوں والا ٹھوکر کھا جاتا ہے اور اندھا سیدھی راہ چلتا ہے۔

۴۶ - احمق سے دوستی قطع کرنا عقلمند سے دوستی جوڑنے کے برابر ہے۔

۴۷ - ہر تیر نشانے پر نہیں بیٹھتا۔

۴۸ - جب حاکم بدلتا ہے تو زمانہ بھی بدل جاتا ہے۔

۴۹ - سفر سے پہلے سفر کے ساتھیوں کو دیکھ لو گھر لینے سے پہلے پڑوسیوں کو جانچ لو عورت کو لوگوں کی سفارش کرنے کا عادی نہ بناؤ۔

۵۰ - بے جا رقابت ظاہر نہ کرو کیونکہ اس سے پاکباز اور بے لاگ عورت کی بھی بُرائی کیطرف

Marfat.com

رہنمائی ہوتی ہے ۔

۵۱ ۔ اپنے نوکروں میں سے ہر ایک کے ذمے کوئی نہ کوئی کام رکھو تاکہ وہ تمہاری خدمت کو ایک دوسرے پر نہ ٹالیں ۔

۵۲ ۔ اپنے کنبہ کی عزت کرو کیونکہ وہ تمہارا بازو ہے جس سے اڑتے ہو، بنیاد ہے جس پر ٹھہرتے ہو، ہاتھ ہے جس سے لڑتے ہو ۔

O

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مرض الموت میں امامت وخطابت کے فرائض امام حسنؓ نے سرانجام دیئے اس موقعہ پر آپ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا اس کا ملخص یہ ہے ۔

"اللہ تعالیٰ نے جس رسول کی بعثت فرمائی اسے ایک ذات، ایک قبیلہ ایک گھر مرحمت فرمایا اس ذات کی قسم جس نے آنحضرت صلعم کو مبعوث فرمایا ۔ جو شخص بھی اہل بیت کی حق تلفی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی پاداش میں اس کا حق کم کر دے گا ۔" (طبری)

ایک حادثہ جانکاہ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت تھی جس نے حضرت زینب کبریٰؓ اور ان کے بھائیوں کی کمریں توڑ دیں، دوسرا حادثہ جانکاہ حضرت امام حسنؓ کی ناگہانی موت ہے جس کے متعلق تھوڑی سی تمہید کے ساتھ ہم نیچے کی سطور میں کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں

دوسرا حادثہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد امام حسنؓ اتفاق رائے سے منصب خلافت پر فائز ہوئے صرف وہ علاقے ان کے زیر نگیں نہیں آسکے جن پر امیر معاویہؓ حکمران تھے عامتہ المسلمین نے بیعت کے لیے ہاتھ بڑھائے آپ نے ان سے بیعت لی اور بیعت کے

Marfat.com

بعد مندرجہ ذیل تقریر کی۔

"عزیزو اور دوستو! کل تم سے ایک ایسا شخص رخصت ہوا ہے کہ نہ متقدمین میں اُس کی مثال تھی اور نہ متاخرین میں آنحضرت صلعم اُسے اپنا علم عنایت فرماتے اور غزوات پر مامور فرماتے تھے وہ کسی جنگ سے ناکام نہیں لوٹا، میکائیل اور جبرائیل چپ و راست اس کے معاون ہوتے تھے اس شخص نے ان سات سو درہم کے سوائے جو تنخواہ سے بچ گئے تھے اور کوئی سیم و زر کا ایک ریزہ بھی ترکہ میں نہیں چھوڑا۔ یہ درہم بھی ایک خریدنے کے لیے اس نے جمع کیے تھے" (ابن سعد ج ۳)

ناخوشگوار حالات:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور امیر معاویہؓ کے درمیان ایک مدت تک باہمی نزاع رہی تھی،...... امیر معاویہؓ در اصل یہ چاہتے تھے کہ تمام ممالک اسلامیہ اُن کے تسلّط میں آجائیں یہ خواہش حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زندگی میں تو پوری نہ ہو سکی امام حسنؓ کے منصب خلافت پر فائز ہوتے ہی امیر معاویہ نے یہ سلسلہ پھر چھیڑا وہ یہ جانتے تھے کہ امام حسنؓ کو طبعاً خونریزی سے نفرت ہے اور وہ کسی طرح بھی جنگ کے لیے آمادہ نہ ہوں گے۔ مختصر یہ کہ امیر معاویہؓ نے عبداللہ بن عامر بن کریز کی سرکردگی میں ایک فوج روانہ کی۔ یہ فوج انبار کے مقام سے گذرتی ہوئی مدائن کی طرف بڑھی حضرت امام حسنؓ ان ایام میں کوفہ میں تھے۔ جب آپ کو عبداللہ بن عامر کی آمد کا علم ہوا تو آپ مقابلہ کے لیے کوفہ سے مدائن کی طرف روانہ ہوئے ساباط کے مقام پہ پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ فوج میں جنگ کی ہمت نہیں ہے اس مقام پر آپ نے یہ تقریر کی۔

Marfat.com

۱۸۸۶

"میں کسی مسلمان کی طرف سے اپنے دل میں بغض نہیں رکھتا۔ میں تمہارے لیے بھی وہی بات پسند کرتا ہوں جو مجھے اپنے لیے پسند ہے۔ میں ایک رائے تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں مجھے اُمید ہے تم اُسے قبول کرلوگے۔ سنو! جس اتحاد و اتفاق کو تم اچھا نہیں سمجھتے وہ اس تشتت و افتراق سے کہیں بہتر ہے جو تمہیں پسند ہے۔ مجھے نظر آرہا ہے کہ تم میں سے اکثر اشخاص لڑنے سے جی چرا رہے ہیں۔ میں تمہیں تمہاری مرضی اور پسند کے خلاف جنگ میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا۔"

یہ تقریر سن کر بہت سے لوگ متحیر اور ششدر رہ گئے۔ بے شک بعض لوگ امام حسنؓ کے خیال کے مطابق جنگ سے کترا رہے تھے لیکن بہت سے خارجی اس جنگ کو اپنے لیے فرض سمجھتے تھے وہ امام حسنؓ کی اس رائے سے بہت برہم و برافروختہ ہوئے اور انہیں سخت سُست کہنے لگے۔ جس مصلی پر آپ رونق افروز تھے انہوں نے زبردستی آپ سے چھین لیا نیچے سے چادر بھی کھینچ لی۔ امام حسنؓ نے یہ نقشہ دیکھا تو ربیعہ اور ہمدان کے افراد کو آواز دی انہوں نے بڑھ کر آپ کو خوارج کے حملے سے بچایا آپ براہ راست مدائن روانہ ہو گئے راستہ میں جراح بن قبیصہ خارجی کہیں چھپا بیٹھا تھا جونہی آپ اس جگہ سے گذرے اس نے آپ پر حملہ کر دیا جس سے آپ کے زانوئے مبارک پر زخم آئے۔ عبداللہ بن حنظل اور عبداللہ بن ظبیان نے آگے بڑھ کر جراح کو پکڑ لیا اور اُسے برچھی سے قتل کر دیا۔ امام حسنؓ مدائن میں قصر ابیض کے اندر قیام پذیر رہے۔ جب صحت ہو گئی تو پھر عبداللہ بن عامر کے مقابلہ کی تیاریاں ہوئیں اس اثنا میں امیر معاویہ بھی انبار تک آپہنچے تھے۔ انبار میں امام حسنؓ کی طرف سے قیس بن عامر متعین تھے انہیں نرغہ میں لے لیا گیا، دوسری طرف امام حسنؓ اور عبداللہ بن عامر ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوئے۔ عبداللہ بن عامر نے مصلحتِ وقت سے فائدہ اٹھایا اور امام

Marfat.com

حسنؓ کی فوج سے خطاب کرتے ہوئے کہا ۔

"دیکھو میں لڑنا نہیں چاہتا، میں تو امیر معاویہؓ کی طرف سے سپہ سالار ہوں، وہ وہ خود فوج لے کر انبار کے مقام تک آپہنچے ہیں میری طرف سے امام حسنؓ کو سلام پہنچا دو، اور یہ پیغام سنا دو کہ تمہیں اپنا اور اپنی جماعت کا واسطہ لڑائی کو بند کر دیں (عبداللہ بن عامر کی چال چل گئی)

امام حسنؓ کے ہمراہی اس پیغام سے پیچھے ہٹنے لگے اور انہوں نے جنگ کرنا مناسب نہیں خیال کیا امام حسنؓ نے بھی حالات کا اندازہ کرتے ہوئے مدائن کی راہ لی (اخبار الطوال ص۲۳۲)

خلافت سے سبکدوشی

جب امام حسنؓ مدائن چلے گئے تو عبداللہ بن عامر نے موقعہ غنیمت جان کر آپ کو حصار میں لے لیا۔ امام حسنؓ پہلے ہی سے مصالحت کے لیے آمادہ تھے آپ نے اپنے ساتھیوں کی بزدلی اور کوتاہ اندیشی کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد جنگ کا ارادہ ہمیشہ کے لیے ترک کر دیا آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ چند شرائط پر امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو جانا چاہیے شرائط یہ پیش کیں ۔

۱ - کوئی عراقی ذاتی خصوصیت کی بنا پر گرفتار نہیں کیا جائے گا ۔
۲ - سب کو بغیر کسی امتیاز کے امان دی جائے گی ۔
۳ - اہواز کا کل خراج امام حسنؓ کے لیے وقف کیا جائے گا ۔
۴ - امام حسنؓ کو دو لاکھ سالانہ رقم ملے گی ۔
۵ - بنی ہاشم کو صلہ و عطیہ میں بنی امیہ پر فوقیت دی جائے گی وغیرہ،

یہ شرائط عبداللہ بن عامر نے امیر معاویہؓ کے پاس روانہ کر دیں انہوں نے بلا چون وچرا

ان سب پر صاد کیا۔ اور اپنے دستخط سے اجازت نامہ تحریر کر دیا۔ عمائد و اراکین کی تنہا دلوں کے ساتھ یہ تحریر امام حسنؓ کے پاس بھیجی گئی۔ (اخبار الطوال صفحہ ۲۲۳-۲۲۲)

اس گفت و شنید کے بعد امام حسنؓ نے قیس بن انصاری کو جو شامیوں کے مقابلہ پر متعین تھے اس معاہدۂ صلح کی اطلاع دی اور اراکین مدائن کی واپسی کا حکم دیا۔ قیس بن سعد انصاری نے۔ یہ حکم نامہ فوج کو سنایا اور کہا:۔

اب دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ ہم امام کی غیر موجودگی میں ان کی رضامندی کے خلاف جنگ جاری رکھیں اور دوسری یہ کہ امیر معاویہؓ کی اطاعت قبول کر لیں اس فوج میں بھی بعض کمزور دل لوگ موجود تھے انہوں نے موقعہ غنیمت جانا اور صلح کر لی۔

قیس بن سعد انصاریؓ نے مدائن کا رُخ کیا بعد ازاں امام حسنؓ کے ہمراہ کوفہ کا سفر اختیار کیا، یہاں امیر معاویہؓ سے بالمشافہ گفتگو ہوئی اور شرائط کے متعلق زبانی تائید بھی حاصل ہو گئی۔ (ابن اثیر صفحہ ۲۴۲، ج ۳)

جب یہ معاہدۂ صلح ہر طرح سے مکمل ہو گیا تو عمرو بن العاصؓ نے امیر معاویہؓ کو یہ مشورہ دیا کہ بہتر ہے مجمع عام میں امام حسنؓ اپنی دست برداری کا اعلان کریں چنانچہ اوّل تو امیر معاویہؓ نے اس مشورہ پر غور نہیں کیا اور نہ اسے مناسب وقت خیال کیا لیکن عمرو بن العاص کے پیہم اصرار سے امام حسنؓ کو آمادہ کیا گیا کہ وہ بر سر عام اعلان کر دیں چنانچہ امام حسنؓ اس کے لیے رضامند ہو گئے اور مجمع عام میں معرکتہ الآرا تقریر کی جس کا خلاصہ یہ ہے:۔

اما بعد! لوگو اللہ تعالیٰ نے ہمارے متقدمین سے تمہاری رہنمائی کی خدمت کی اور متاخرین کو خونریزی میں مبتلا کیا۔ سب عقلمندیوں میں بہترین عقلمندی

تقویٰ ہے۔ یہ مسئلہ خلافت جو ہمارے اور امیر معاویہؓ کے درمیان باعث اختلاف ہے اس میں یا وہ حقدار ہیں یا ہم۔ ان دونوں صورتوں میں آنحضرت صلعم کی اُمت کی اصلاح اور عوام کی خونریزی سے نجات حاصل کرنے کے لیے میں اس منصب سے علیحدگی اختیار کرتا ہوں (پھر امیر معاویہ کی طرف رُخ سخن فرماتے ہوئے ارشاد کیا) یہ خلافت تمہارے لیے فتنہ و فساد کا موجب اور چند روزہ سرمایہ کا ذریعہ ہے۔"

یہ سُن کر امیر معاویہ نے کہا بس اتنا ہی بیان کفایت کرتا ہے۔ عمرو بن عاصؓ سے مخاطب ہو کر امیر معاویہ بولے۔

"معلوم ہوا کہ تم مجھے یہی بات سنوانا چاہتے تھے۔" (اسد الغابہ ج ۲ صفحہ ۱۴)

اس واقعہ کے بعد امام حسنؓ اپنے اہل و عیال سمیت مدینہ منوّرہ میں سکونت پذیر ہو گئے اس واقعہ سے وہ پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی جو آنحضرت صلعم نے امام حسنؓ کے بارے میں فرمائی تھی یعنی یہ کہ:۔

"یہ میرا بیٹا سید ہے خداوند تعالیٰ اس کے ذریعے دو بڑی جماعتوں میں صُلح کرائے گا"

وفات

امام حسنؓ آخر دم تک مدینہ منوّرہ میں مقیم رہے۔ ۵۰ھ میں آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے اعدائے دین کی سازش سے آپ کو زہر دے دیا، زہر قاتل تھا قلب و جگر کے ٹکڑے ہو کر مُنہ کے راستے نکل گئے۔ امام حسینؓ نے اپنے بھائی سے اصرار پوچھا کہ یہ تو فرما دیجئے کہ آپ کو زہر کس نے دیا ہے؟ امام حسن نے بات ٹال دی اور کہا تو صرف یہ کہا کہ اگر میرا خیال درست ہے تو خدا بہتر منتقم ہے اور اگر میرا خیال صحیح نہیں تو میں نہیں چاہتا

کہ میری وجہ سے کوئی ناحق قصور وار ٹھہرے ۔،،

امام حسنؓ کو اپنے جدِ امجد کے پاس دفن ہونے کی بڑی تمنّا تھی اُم المومنین عائشہ صدیقہؓ نے اس کی اجازت بھی دے دی تھی لیکن آپ نے بطور احتیاط یہ وصیّت فرمائی کہ میرے انتقال کے بعد دُوسری بار اجازت لے لینا بہت ممکن ہے میری حیات میں محض میری خوشنودی کی خاطر اجازت دے دی ہو۔ اگر اُم المومنین دوبارہ اجازت مرحمت کریں گے تو روضۂ اطہر کے قریب دفن کرنا مجھے ڈر ہے کہ بنی امیّہ مزاحمت کریں گے زیادہ اختلاف کی صورت میں بقیع الغرقد کے قبرستان میں مجھے سپردِ خاک کر دینا۔ (استیعاب ج ۱ صفحہ ۱۴۵)

ان وصیتوں کے بعد ۴۹ھ یا ۵۰ھ میں بہ اختلاف روایات آپ نے اس خاکدانِ عالم سے کوچ کیا، انتقال کے وقت آپ کی عمر ۴۷ یا ۴۸ سال کی ہوگی (اناللہ وانا الیہ راجعون)

امام حسنؓ کی دُور اندیشی کے مطابق مروان ان کی تدفین کے سلسلہ میں مزاحم ہوا۔ ابو ہریرہؓ نے اس موقعہ پر فرمایا:-

"یہ کیا ستم ہے کہ انہیں اپنے نانا کے پہلو میں سپردِ خاک ہونے نہیں دیا جاتا جب دیکھا گیا کہ حالات بگڑ جانے کا خطرہ ہے تو حضرت ابو ہریرہؓ نے آپ کی دوسری وصیت کی یاد دہانی کرائی یعنی یہ کہ اگر خونریزی کا خوف ہو تو عامۃ المسلمین کے گورستان میں مجھے دفن کر دینا چنانچہ امام حسینؓ نے اس وصیت کے مطابق جنت البقیع میں خاتون جنت کے قریب اپنے برادر محترم کو دفن کر دیا (اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۵)

امام حسنؓ جیسے صلح پسند انسان کا دنیا سے سفر لوگوں پر بہت شاق گذرا اور دوست دشمن سب نے اظہار ملال کیا خصوصاً بنی ہاشم کے مرد و زن کو آپ کی رحلت کا انتہائی قلق ہوا ایک ماہ کامل مستورات نے شور و شیون کیا حضرت ابو ہریرہؓ چلاتے پھرتے تھے:

Marfat.com

لوگو! آج خوب دل کھول کر رو لو، رسول کریم صلعم کا پیارا نواسا دنیا سے چل بسا۔ (تہذیب التہذیب ج ۲ صفحہ ۳۰۱)

ثعلبہ بن ابی مالک جو رسم تجہیز و تکفین میں حاضر رہے ان کا بیان ہے کہ امام حسنؓ کے جنازے میں اتنی بھیڑ تھی کہ اگر باریک سی سوئی بھی پھینکی جاتی تو زمین پر نہ آتی اوپر ہی رہتی (تہذیب الکمال صفحہ ۸۹)

حضرت زینب کبریٰ آخر امام حسنؓ کی ہمشیرہ تھیں اور پھر ماں باپ کی وصیت بھی انہیں یہ تھی کہ انہیں اپنے بھائیوں سے محبت رکھنی ہے۔ ان پر جو کچھ گذری ہوگی اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ امام حسن کے انداز مصالحت سے اگرچہ زینب کبریٰ ناخوش تھیں لیکن یہ ناخوشی ایسی نہ تھی کہ جس سے محبت کا دامن داغدار ہو سکتا۔ امام حسنؓ کا انتقال ہوا تو ان کی آنکھوں میں دنیا تاریک ہو گئی۔

Marfat.com

داستانِ کربلا

حادثۂ کربلا دراصل وہ آئینہ ہے جس میں حضرت زینب کبریٰؑ کی سیرت کے خدوخال نظر آتے ہیں۔ امام حسینؑ کو اگر اس حادثہ میں مقامِ شہادتِ کبریٰ نصیب ہوا تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کی ہمشیرہ حضرت زینب کبریٰؑ نے بھی اپنے کردار سے یہ ثابت کر دیا کہ ایک عورت بہن، ماں، پھوپھی وغیرہ کی حیثیت سے کس ایثار پیشگی جاں نثاری اور عالی حوصلگی کی جیتی جاگتی مثال پیش کر سکتی ہے۔ حضرت زینب کبریٰؑ کی پوری زندگی اس چیز کا بین ثبوت ہے کہ خانوادہ نبوت کی مستورات بھی صدق و صفا، صبر و رضا، ضبط و تحمل اور ایثار و قربانی کی تصویریں تھیں۔

ہم اپنے موضوع کی رعایت سے چونکہ حضرت زینب کبریٰؑ کے بارے میں کچھ لکھنا چاہتے ہیں اس لیے دوسری ان خواتین سے متعلق صرف ایک شعر پہ اکتفا کرتے ہیں۔

ے اس کو ناقدریٔ عالم کا صلہ کہتے ہیں
مر گئے ہم تو زمانہ نے بہت یاد کیا

حضرت زینب کبریٰؑ سے متعلق حادثہ کربلا کے واقعات میں بہت کچھ تفصیل ملتی ہے اس

Marfat.com

لیے ہم تھوڑے سے تاریخی پس منظر کے ساتھ اس حادثہ سے متعلق کچھ عرض کرتے ہیں۔

تاریخی پس منظر

امام حسینؓ عہد عثمانی میں جوان ہوئے۔ سب سے پہلا معرکہ جس میں انہوں نے مجاہدانہ حیثیت سے شرکت کی وہ طبرستان کی مہم ہے۔ ۳۰ھ میں یہ واقعہ ظہور میں آیا۔ جب حضرت عثمان غنیؓ کے خلاف مفسدین نے علم بغاوت بلند کیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے امام حسینؓ اور ان کے بڑے بھائی کو حضرت عثمانؓ کی حفاظت کے لیے مقرر کیا۔ خلیفۂ راشدہ کی قسمت میں شہادت تھی۔ ان کی شجاعت اور بسالت کے باوجود بلوائیوں نے عثمان غنیؓ کو شہید کر دیا[۱]۔ جمل و صفین میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ رہے۔ صفین کے بعد جو معاہدہ ہوا تھا اس میں شاہد کی حیثیت سے امام حسینؓ کے دستخط بھی تھے۔ شیر خدا کی شہادت کے بعد امام حسنؓ منصب خلافت پر اتفاق رائے سے فائز ہوئے۔ آپ نے مفاد عامہ کی خاطر خلافت سے دست برداری کا ارادہ کیا تو امام حسینؓ نے اس سے سخت اختلاف کیا اور اپنے برادر بزرگ کو اس ارادہ سے باز رہنے کی رائے دی لیکن امام حسنؓ کے اٹل فیصلہ کے مقابلہ میں آپ کامیاب نہ ہو سکے۔ غرض ۴۱ھ میں خلافت مطلقاً امیر معاویہؓ کی تحویل میں آگئی۔ امام حسینؓ نے اس عہد کی اس مشہور مہم میں شرکت کی جسے معرکہ قسطنطنیہ کے نام سے یاد کرتے ہیں اس لشکر کے سپہ سالار سفیان بن عوفؓ تھے[۲]۔

امام حسن کی وفات کے بعد امیر معاویہ کے عہد میں امام حسینؓ اور امیر معاویہؓ کے تعلقات میں مطلق کوئی کشیدگی نہ تھی جو وظیفہ امام حسنؓ کے مشورہ سے مقرر ہوا تھا انہیں

---

[۱] ابن اثیر ج ۳ صفحہ ۸۹، [۲] تاریخ الخلفا سیوطی صفحہ ۱۵۹، [۳] ابن اثیر ج ۳ صفحہ ۳۸۲

Marfat.com

باقاعدگی سے ملتا رہا۔ اس کے ماسوا بھی امیر معاویہؓ ان کے بارے میں خاص توجہ سے کام لیتے تھے، ۵۶ھ میں یزید کی بیعت کا سوال پیدا ہوا۔ امیر معاویہؓ نے اکابر مدینہ سے بیعت لینی چاہی تو جن حضرات نے اس سلسلہ میں خاموشی کا اظہار اور بیعت نہ کی ان میں ایک امام حسینؓ بھی تھے، بہرکیف امیر معاویہؓ نے اصرار نہیں کیا اس خطرہ کے پیش نظر کہ آئندہ صورت حال نازک ہو جائے گی اور شاید اہل عراق امام حسینؓ کو یزید کے مقابلہ میں لائیں، امیر معاویہؓ نے اپنی وفات کے وقت یزید کو یہ وصیت کی کہ

"میرے بعد اہل عراق امام حسینؓ کو تمہارے خلاف ضرور آمادہ کریں گے جب وہ تمہارے مقابلہ کے لیے کھڑے ہوں اور تم کو ان پر غلبہ حاصل ہو جائے تو درگذر اور عفو سے کام لینا کیونکہ وہ رسول اللہ صلعم کے خاص عزیز اور استحقاق اور قرابت داری میں تم سے زیادہ ہیں[1]۔"

یزید کی تخت نشینی

امیر معاویہؓ ۶۰ھ میں اس جہان فانی سے رخصت ہوئے یزید کو منصب خلافت سپرد ہوا جمہور نے تو امیر معاویہؓ کی زندگی میں یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی، اکابر باقی رہ گئے تھے۔ یزید نے خصوصیت کے ساتھ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اپنی تمام تر توجہات صرف کر دیں کیونکہ اسے ان دونوں کی جانب سے خطرہ محسوس ہو رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اگر ان دونوں نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا تو سیاسی فضا مکدر ہو جائے گی اور میری خلافت کے تارپود بکھر جائیں گے۔ مختصر یہ کہ

---

[1] طبری ج ۷، ص ۱۹۷

Marfat.com

اپنے حاکم مدینہ ولید بن عتبہ کے نام ایک فرمان بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ ان دونوں سے بیعت لی جائے۔ ولید کی نظر انجام پر تھی وہ بہت سراسیمہ ہوا۔ اس نے اپنے نائب مروان سے اس بارے میں مشورہ کیا، مروان نے اپنی فطری تنگ دلی اور شقاوت قلبی کی بنا پر یہ رائے دی کہ بات ہی کون سی ہے۔ دونوں کو بلوالیا جائے اور ان سے بیعت لے لی جائے اگر وہ بیعت کے سلسلہ میں تامل کریں گے تو ان کے سر تن سے جدا کر دیے جائیں گے۔ ابھی امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کی خبر مدینہ منورہ میں عام نہیں ہوئی تھی ولید نے موقعہ غنیمت جانا اور دونوں کو ایسے موقعہ پر بلا بھیجا جو وقت ملاقات کے لیے خاص نہ تھا۔ یہ دونوں حضرات معاملہ کی نوعیت و اہمیت سمجھ گئے پورے انتظام کے ساتھ ولید بن عتبہ کے پاس پہنچے۔

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کے دوران میں ولید بن عتبہ نے کہا

"امیر معاویہؓ انتقال فرما گئے ہیں، آپ یزید کی خلافت پر بیعت کیجئے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ماتم پرسی کے بعد فرمایا "میں اس طرح چپ چھپاتے بیعت نہیں کر سکتا جب تم عوام کو بیعت کے لیے طلب کرو گے تو میں بھی آپہنچوں گا جس پر عامۃ المسلمین کا اتفاق ہوگا مجھے بھی اس سے اختلاف نہ ہوگا"

ولید بن عتبہ ایک نرم دل اور شریف النفس انسان تھا مان گیا۔ امام حسینؓ وہاں سے رخصت ہو گئے۔ مروان نے بڑی لے دے کی اور ولید بن عتبہ کو بہت کچھ برا بھلا کہا، ساتھ ہی یہ خیال ظاہر کیا کہ اب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تم آسانی سے قابو نہیں پا سکتے۔ ولید بن عتبہ نے کہا، مروان! افسوس! تم سیدۃ النساء کے لخت جگر کا میرے ہاتھوں خون کرانا چاہتے ہو قسم بخدا روز محشر حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کا جس سے حساب لیا جائے گا اس کا پلہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ہلکا رہے گا۔"

محمدؒ بن حنفیہؒ کا مشورہ

ولید بن عتبہ کے پاس سے جب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس تشریف لائے تو عجیب چکر میں پڑ گئے۔ آپ کہہ تو یہ آئے تھے کہ مجھے جمہور کے فیصلہ سے اختلاف نہ ہو گا۔ لیکن اس کے ساتھ آپ یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ یزید کی بیعت خلافت شرعاً ناجائز ہے کیونکہ اس کے اندر قیصر و کسریٰ کے طرز حکومت کی بُو آتی تھی اور یہ چیز اسلام کے جمہوری نظام کے منافی تھی، دوسری طرف اہل عراق کے خطوط آپ کے پاس آنے شروع ہو گئے تھے جن کا مضمون یہ تھا کہ ہم آپ کی خلافت پر بیعت کرنے کے لیے تیار ہیں اور آپ ظالم اور مستبد حکمران کے خلاف ضرور احتجاجی قدم اٹھائیں، غرض معاملہ کی نوعیت کچھ ایسی ہو گئی تھی اس سے آپ سخت تشویش میں مبتلا تھے، آپ کو اس مسئلہ کا کوئی حل نہیں سوجھ رہا تھا۔ ان حالات میں محمد بن حنفیہؒ نے آپ کو یہ مشورہ دیا کہ آپ نہ اس وقت یزید کے ہاتھ پر بیعت فرمائیں، اور نہ کسی خصوص شہر کی جانب رُخ کریں۔ لوگوں کو اپنی خلافت پر آمادہ کریں اگر وہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں تو اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر بفرض محال کسی اور شخص پر ان کی نظر انتخاب پڑے تو اس سے آپ کے فضائل میں کوتاہی ہرگز نہیں آئے گی۔ مجھے ڈر ہے، اگر آپ اس پُر آشوب عالم میں کسی خاص شہر یا جماعت کی جانب رجوع کریں گے اور اختلاف کی ایسی وسیع خلیج حائل ہو جائے گی جو عبور نہیں کی جا سکے گی۔ موافق و مخالف آپس میں کٹ مریں گے اور ساتھ ہی ساتھ آپ بھی اس باہمی نزاع میں محفوظ نہیں رہیں گے اس صورت میں اس اُمت کا سب سے بہترین اور اعلیٰ ترین شخص ہم سے بحالت رسوائی جدا ہو جائے گا۔"

اس مشورہ کی سماعت کے بعد امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محمد بن حنفیہ سے پوچھا، اچھا

Marfat.com

تو یہ بتایئے مجھے اب کس جانب رُخ کرنا چاہیے۔ محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً کہا
"سرزمین مکہ کی جانب روانگی بہتر ہے۔ وہاں کوئی نہ کوئی امن وسکون کی صورت پیدا ہو جائے
گی، وہاں سے آپ ریگستانوں اور پہاڑوں کی جانب بھی ہجرت کر سکتے ہیں، اس اثناء میں آپ
ایک آبادی سے دوسری آبادی میں منتقل ہوتے رہیں جب زمین ہموار ہو جائے گی اور آپ
بھی کسی نہ کسی نتیجہ پر پہنچ جائیں گے تو پھر قیام کا ارادہ کر لیجئے۔ میں یہ جانتا ہوں کہ حالات
وواقعات کے پیش نظر آپ نہایت صحت کے ساتھ اپنے لیے کوئی نہ کوئی روش عمل
تجویز کر سکتے ہیں۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محمد بن حنفیہ کی یہ رائے بہ پسندکی۔

عبداللہ بن مطیع کی رائے

شعبان ۶۰ھ میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اہل وعیال سمیت مکہ مکرمہ کی جانب
روانہ ہوئے۔ راستے میں عبداللہ بن مطیع سے ملاقات ہوئی انہوں نے روانگی کا سبب دریافت
کیا آپ نے جواب دیا کہ میں فی الحال مکہ جا رہا ہوں۔ عبداللہ بن مطیع نے درخواست کی "خدارا
کوفہ کا قصد نہ کرنا، وہ نہایت ذلیل شہر ہے، اہل کوفہ کی شرارت سے آپ کے والد محترم شہید
ہوئے اور انہی کی خباثت سے آپ کے برادر محترم کو زہر دیا گیا، مکہ میں قیام کیجئے، یہاں آپ
کا بال بیکا نہ ہو گا، آپ کے اوپر اہل مکہ جان چھڑکنے اور مال نچھاور کرنے میں دریغ بھی نہیں
کریں گے"۔

مسلم بن عقیل کا سفر کوفہ

مکہ مکرمہ میں نزول اجلال کے بعد آپ نے اس مقام پر قیام کیا جسے شعب ابی طالب
کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور جہاں آپ کے جد امجد مع اپنے جانثاروں کے تین سال

سلہ۔ طبری ج ۲، صفحہ ۲۲۰، ۲۲۱

Marfat.com

محصور رہے تھے۔ اہل مکہ کو جب ان کی تشریف آوری کا علم ہوا تو کافی تعداد میں استقبال کے لیے پہنچے، ہر طرف سے لوگ سمٹ سمٹ کر آپ کی زیارت سے مشرف ہونے لگے، اہل کوفہ نے بے شمار خطوط اپنی جاں نثاری کے ثبوت میں ارسال کرنے شروع کئے یہاں تک کہ اکابر کوفہ کا ایک وفد بھی آپ سے ملا ان خطوط اور زبانی گفت و شنید کا ماحصل یہ تھا کہ آپ کوفہ تشریف لے آویں۔ ہم اہل کوفہ ہر طرح آپ کی خدمت گذاری کے لیے حاضر ہیں بلکہ اگر موقعہ پڑے تو ہم آپ کے لیے اپنی گردنیں کٹا دیں گے،، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عہد و پیمان کے جواب میں صرف یہ کہا کہ فی الحال میں اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں، یہ وہاں کے حالات کا اندازہ لگانے کے بعد مجھے مطلع کریں گے تو میں بھی کوفہ کا رخ کروں گا۔ غرض مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ کی جانب روانہ کیا گیا اور انہیں یہ ہدایت کی گئی کہ حالات سے صحیح صحیح مطلع کریں اگر بصورت دیگر حالات بدلے ہوئے نظر آئیں تو واپس آجائیں۔ مسلم بن عقیل دو آدمیوں کے ہمراہ کوفہ روانہ ہوئے تھے ان کا داخل ہونا تھا کہ اہل کوفہ نے اُن کا پر جوش خیر مقدم کیا اور یزید کی خلافت کے خلاف ایک زبردست احتجاجی تحریک کا آغاز کیا[1]

یزید کو مسلم بن عقیل کے سفر کوفہ کی اطلاع

شامی جاسوسوں نے یزید کو مسلم بن عقیل کے کوفہ پہنچنے کی اطلاع بہم پہنچائی اور یہ بھی خبر دی کہ انہوں نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے بیعت لینی شروع کر دی ہے۔ اگر حکومت کے قیام کی خواہش ہے تو فوراً اس کا سدباب کیا جائے ورنہ پھر حالات قابو سے باہر ہو جائیں گے۔

---

[1] اخبار الطوال ص ۲۵۱،۲۴۹

یزید نے عبیداللہ بن زیاد کے نام شاہی فرمان جاری کیا کہ تم فوراً بصرہ سے کوفہ روانہ ہو جاؤ اور مسلم بن عقیلؑ کو شہر بدر کر دو، اگر وہ اس سلسلہ میں مزاحمت کریں تو انہیں تہ تیغ کرنے میں بھی دریغ نہ کرو۔ ابن زیاد کو بصرہ میں جب یہ فرمان موصول ہوا تو اتفاق سے اُسی روز امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اور قاصد بصرہ پہنچا، اہل بصرہ بھی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی جانب میلان رکھتے تھے، چونکہ انہیں یزید کے فرمان کا علم ہو چکا تھا اس لیے انہوں نے قاصد کو رُوپوش کر دیا۔ ابن زیاد کے خسر کو پتہ چل گیا تھا اس نے اپنے داماد کو خبر کر دی۔ ابن زیاد نے قاصد کی گرفتاری کا حکم صادر کر دیا اور بعدازاں اسے قتل کرا دیا، ابن زیاد نے اہل بصرہ کو مرعوب اور خوف زدہ کرنے کے لیے بصرہ کی جامع مسجد میں تقریر کی کہ

یزید نے بصرہ کے ساتھ ساتھ کوفہ کی حکومت بھی مجھے سونپ دی ہے۔ میں وہاں جا رہا ہوں میری عدم موجودگی میں میرا بھائی عثمان قائم مقامی کے فرائض سر انجام دے گا۔ اے اہل بصرہ! تمہیں اس انقلابی شورش سے اپنے دامن کو آلودہ نہیں کرنا چاہیے۔ اگر مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ تم میں سے کسی نے ان ہنگاموں میں حصہ لیا ہے تو میں اُسے اور اس کے مددگاروں کو بلا چون و چرا قتل کر ڈالوں گا، باقی دوسروں کو بھی خواہ وہ قصور وار ہوں یا نہ ہوں قتل کرنے میں کسر اُٹھا نہیں رکھوں گا۔ میرا کام صرف یہ تھا کہ یہ بات تمہارے گوش گذار کر دوں اب عمل کرنا یا نہ کرنا تمہارا کام ہے۔[1]

کوفہ میں ابن زیاد

اس تہدید آمیز اعلان کے بعد ابن زیادہ عازم کوفہ ہوا، اہل کوفہ امام حسینؓ کی آمد کے

---

[1] اخبار الطوال صفحہ ۲۴۳، ۲۵۲۔

Marfat.com

منتظر تھے، آپ کے دھوکہ میں ہر باہر سے آنے والے پر انہیں یہی گمان ہوتا تھا۔ کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ گئے، بے ساختہ مرحبا یا ابن رسول اللہ! کا نعرہ ان کی زبان سے بلند ہوتا تھا۔ ابن زیاد جن راستوں سے گذرا اُس نے یہی نعرہ سُنا اس کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی، جامع مسجد پہنچ کر اُس نے باشندگان کوفہ کو جمع کیا اور یہ تقریر کی ا۔

اے کوفہ کے رہنے والو! امیرالمومنین یزید نے مجھے تمہارے شہر کا حاکم مقرر کیا ہے، مظلوم کے ساتھ عدل و انصاف فرمانبردار کے ساتھ احسان و مروت اور باغی کے ساتھ تشدد کا حکم دیا ہے۔ میں اس حکم پر پوری طرح عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔ اطاعت گذاروں کے ساتھ مہر و محبت کا سلوک ہوگا، لیکن مخالفوں کے لیے زہر قاتل اور مار سیاہ ثابت ہوں گا۔

کوفہ میں مسلم کا سلسلۂ بیعت

اس اعلان سے مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت تشویش ہوئی چنانچہ رات کے سناٹے ہی اپنی آرام گاہ سے خاندان رسول کے ایک خیر خواہ ہانی بن عروہ مذحجی کے گھر پہنچے۔ چونکہ ابن زیاد کے فرمان سے سب پر خوف طاری تھا، اوّل اوّل ہانی کو بھی تامل ہوا پھر بعد سوچ کر زنانہ مکان کے ایک محفوظ حصے میں انہیں روپوش کر دیا، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک زبردست خیر خواہ شریک بن اعور سلمی جو بصرہ کا ایک ذی اقتدار شخص تھا عبیداللہ بن زیاد کے ہمراہ کوفہ آیا ہوا تھا۔ اس تعلق کی بنا پر ہانی نے اُسے بھی اپنے یہاں ٹھہرایا ہوا تھا، شریک بن اعور نے ہانی کو مسلم بن عقیل کی امداد پر آمادہ کیا چنانچہ مسلم بن عقیل رضی کے پاس امام حسین رضی کے حامیوں کی آمد و رفت کا خفیہ سلسلہ شروع ہو گیا لوگ کثرت سے بیعت کرنے لگے بدقسمتی سے

لہ اخبار الطوال صفحہ ۲۳۲، ۲۵۲۔

انہی ایام میں شریک بن اعور سلمی کو کوئی عارضہ لاحق ہو گیا۔ ابن زیاد کو اطلاع پہنچی تو وہ بیمار پرسی کے لیے آیا اس کی آمد کی اطلاع پا کر شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دل میں ٹھان لی کہ اُسے زندہ واپس نہ جانے دیا جائے[1]۔ مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خفیہ مقام پر متعین کر کے یہ ہدایت کر دی کہ موقعہ پاتے ہی نکل آنا اور ابن زیاد کا سر قلم کر دینا۔ اس کے بعد بصرہ و کوفہ کی مسند خلافت تمہارے لیے سہل ہو جائے گی کوئی روک ٹوک باقی نہیں رہے گی۔ ہانی نے اپنے گھر میں یہ صورت پسند نہ کی لیکن شریک نے اس قتل کو مذہبی رنگ دے کر ہانی کو بھی راضی کر لیا۔ عبیداللہ بن زیادہ پہنچا، عیادت کے بعد دیر تک شریک کے پاس بیٹھا گفتگو کرتا رہا لیکن مسلم بن عقیل کمین گاہ سے باہر نہ نکلے۔ شریک نے اشارے بھی کیے لیکن نہ معلوم کس وجہ سے مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ناگہانی حملہ مناسب نہیں سمجھا جب ابن زیاد واپس چلا گیا، شریک نے کہا،

"مسلم! تم نے بڑی بزدلی سے کام لیا" مسلم بن عقیلؓ نے جواب دیا،

"اول تو ہمارے میزبان ہانی کو یہ صورت پسند نہ تھی، دوسرے آنحضرت صلعم کا یہ فرمان مجھے یاد آ گیا تھا کہ ایمان ناگہانی حملہ سے روکتا ہے، ناگہانی حملہ مناسب نہیں۔"

اس کے بعد بھی بیعت کا سلسلہ برابر جاری رہا، اٹھارہ ہزار کوفیوں نے مسلم بن عقیلؓ کے ہاتھوں پر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے بیعت کی اور اپنی وفاداری اور جاں نثاری کے عہد و پیمان کیے[2]۔

ہانی مذحجی کی شہادت

---

[1] اخبار الطوال ص ۲۴۸، ۲۵۲ [2] اخبار الطوال ص ۲۴۹، ۲۵۱

Marfat.com

ابن زیاد کو کوفہ آئے ہوئے زیادہ مدت ہو گئی تھی لیکن تا حال اُسے مسلم بن عقیلؓ کے متعلق کوئی پکی تُلی خبر نہیں ملی تھی، اور نہ یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ کہاں رُوپوش ہیں لہذا اس نے اپنے غلام معقل کو اس خفیہ تحقیق کے لیے مقرر کیا یہ غلام اس کام میں چلتا پرزہ تھا، سیدھا مسجد میں پہنچا، کیونکہ اسے معلوم تھا کہ مسجد ہی ایسا مقام ہے جہاں ہر شخص کے بارے میں معلومات حاصل ہو سکتی ہیں، معقل نے ایک شخص کو مسلسل نمازیں پڑھتے دیکھا، اس نے خیال کیا کہ یہ شخص ضرور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامیوں میں سے ہو گا۔ جب اس شخص نے نماز سے فراغت پائی تو معقل نے نزدیک جا کر کہا میں شامی غلام ہوں، خدا نے میرے دل میں اہل بیت کی محبت کا جذبہ پیدا کر دیا ہے۔ میرے پاس تین ہزار درہم ہیں، سُننے میں آیا ہے کہ یہاں کوئی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان کا فرد آیا ہوا ہے۔ اس کی خدمت میں مَیں یہ رقم بطور نذرانہ پیش کرنی چاہتا ہوں تاکہ وہ اس کارِ خیر میں صرف کریں، اس شخص نے معقل سے پُوچھا کہ مسجد میں اور بھی لوگ ہیں تم نے خاص طور پر مجھ سے ہی کیوں اس بارے میں گفتگو کی، معقل نے جواب دیا کہ آپ کے چہرے سے سعادت کے آثار نمایاں ہیں وہ شخص اس ملمع سازی میں آ گیا اور وہ معقل کو اس ملاقات کے دُوسرے روز مسلم بن عقیلؓ کے پاس لے گیا، اس نے تین ہزار کی رقم پیش کر کے بیعت کی، بیعت کے بعد نہایت عقیدت مندی اور وفا شعاری کے ساتھ رات کو انہیں کے پاس رہنے لگا، اس کا معمول تھا کہ رات بھر میں جو معلومات ہوتیں علی الصباح ابن زیاد کے گوش گذار کر دیتا۔ ہانی ایک مقتدر اور صاحب رتبہ شخصیت ہونے کی وجہ سے ابن زیاد کے پاس کبھی کبھی آیا جایا کرتے تھے۔ جب سے وہ مسلم بن عقیلؓ کی خیر خواہی میں مصروف ہو گئے تھے انہوں نے بیماری کا بہانہ کر کے آنا جانا موقوف کر دیا تھا ایک روز محمد بن اشعث اور اسماء بن خارجہ

ابن زیاد کے پاس آئے، اس نے ان دونوں سے ہانی کا حال پوچھا! انہوں نے جواب دیا کہ ان کی طبیعت علیل ہے، ابن زیاد نے کہا کہ وہ کیسے بیمار ہیں کہ تمام دن اپنے دروازہ پر اُن کی بیٹھک رہتی ہے - یہ دونوں ابن زیاد کے پاس سے رخصت ہو کر ہانی سے ملے اور اس کی گفتگو سے مطلع کیا جس سے بدظنی اور بدگمانی تراوش کرتی تھی، انہوں نے ہانی سے مشورہ کے طور پر کہا تم دن میں ہمارے ہمراہ اس کے پاس چلے چلو تاکہ صفائی ہو جائے اور بدگمانی بھی دور ہو ان کے کہنے سے ہانی اُن کے ہمراہ ہو لیے چونکہ ان کے دل میں ابن زیاد کی طرف سے دہشت تھی اس لیے قصر امارہ کے قریب پہنچ کر انہیں خطرہ محسوس ہوا، اور آپ نے اپنے ہمراہیں سے کہا کہ مجھے ابن زیاد سے ڈر لگتا ہے - محمد بن اشعث نے تسلی دی کہ تمہیں ڈرنے کی کیا ضرورت ہے تم تو بے قصور ہو، چنانچہ یہ اپنے ہمراہ ان کو اندر لے گئے، ابن زیاد کو تمام مخفی حالات کی اطلاع پہنچ چکی تھی - اس نے ہانی کو دیکھتے ہی شعر پڑھا جس کا مضمون یہ ہے کہ

"میں اُسے انعام دینا چاہتا ہوں، اور وہ مجھے قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے،

تعبیلہ مراد سے اپنے کسی دوست کو معذرت کے لیے لے آ" [1]

ہانی نے اس شعر کا مطلب دریافت کیا - ابن زیاد نے جواب دیا - مطلب دریافت کرتے ہو، مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے یہاں پناہ دینا، لوگوں کو خفیہ طور پر بیعت کے لیے جمع کرنا، کیا اس سے بھی زیادہ کوئی سخت جرم ہو سکتا ہے ؟

ہانی نے اس الزام سے برأت کا اعلان کیا - ابن زیاد نے اسی وقت معقل کو طلب کیا اور ہانی سے پوچھا، کیا تم اسے شناخت کرتے ہو، معقل کو دیکھ کر ہانی کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی، انہیں اب معلوم ہوا کہ یہ جاں نثاری کے پردہ میں جاسوسی اور اسراغ رسانی کی خدمت پر

---

[1] اخبار الطوال ص ۲۰۱

مامور تھا، اس عینی شہادت کی موجودگی میں جرأت انکار کہاں ہو سکتی تھی آپ نے صاف صاف اعتراف کر لیا کہ آپ جو کہتے ہیں، درست ہے لیکن قسم بخدا میں نے مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خود نہیں بلایا، تمام واقعہ صحت سے بیان کرنے کے بعد کہا کہ میں ابھی جا کر انہیں اپنے مکان سے نکالے دیتا ہوں اور پھر ان پیروں واپس آتا ہوں، ابن زیاد نے اس چیز کی اجازت نہیں دی اور کہا :-

"خدا کی قسم تم یہاں سے ایک ذرہ برابر بھی اس وقت تک حرکت نہیں کر سکتے جب تک مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں نہ آجائیں۔"

ہانی نے جواب دیا :- یہ نہیں ہوگا، میں ہرگز اپنے مہمان کو قتل کے لیے تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔"

یہ واضح جواب سُن کر ابن زیاد مغلوب الغضب ہو گیا اور اس نے اس زور سے ایک بید ہانی کے منہ پر ماری کہ اس کی ضرب سے ان کی ناک میں شگاف پڑ گیا اور بھوؤں کی جھری بھی زخمی ہو گئی، اس کے بعد اس نے انہیں ایک گھر میں ڈال دیا۔[1]

تمام شہر میں یہ خبر آناً فاناً پھیل گئی کہ ہانی شہید کئے گئے۔ یہ افواہ سُن کر ہانی کے اہل قبیلہ ہزاروں کی تعداد میں قصر امارت پر حملہ آور ہوئے اور انتقام، انتقام کا شور برپا ہونے لگا۔

ابن زیاد اس نازک صورت حال سے بہت پریشان ہوا، اس نے قاضی شریح سے کہا کہ آپ ہانی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر ہانی کے اہل قبیلہ کو یقین دلا دیں کہ وہ قتل نہیں ہوئے۔ غرض قاضی صاحب ہانی کے معائنہ کے لیے پہنچے ہانی اپنے اہل قبیلہ کا شور اپنے کانوں سے سُن رہے تھے قاضی شریح کو دیکھ کر انہوں نے دریافت کیا کہ شاید یہ لوگ میرے اہل قبیلہ

---

[1] اخبار الطوال ص ۲۴۲ تا ۲۵۱

Marfat.com

ہیں، ار آپ انہیں یہ پیغام پہنچا دیں کہ اگر اس وقت تم لوگوں میں سے صرف دس آدمی بھی آ جائیں تو میں رہا ہو سکتا ہوں، لیکن افسوس! قاضی شریح کے ساتھ ایک جاسوس تھا اس لیے وہ یہ پیغام نہ پہنچا سکے، قاضی صاحب نے بنی مذحج کو ہانی کی زندگی کا یقین دلا کر انہیں واپس کر دیا۔

اہل کوفہ کی بے وفائی

مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہانی کے قتل کی خبر سنی تو انہوں نے "یا منصور اُمت" کے نعرے لگاتے ہوئے اپنے اٹھارہ ہزار افراد کی جمعیت کے ہمراہ قصر امارہ پہ حملہ کر دیا اور ابن زیاد کو محصار میں لے لیا، اس وقت ابن زیاد کے پاس صرف پچاس آدمی تھے، تیس پولیس سے متعلق اور بیس عمائد کوفہ ان کے علاوہ اور کوئی مدافعت کی سبیل نہ تھی، اس لیے اس نے محل کا پھاٹک بند کرا لیا اور ان لوگوں سے کہا کہ تم کسی نہ کسی طرح ان لوگوں کو منتشر کر دو عمائد کوفہ اور پولیس کے سپاہیوں نے طمع و خوف کے ہتھیاروں سے تمام مجمع پر قابو پا لیا صرف تیس ۳۰ آدمی مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ کے ہمراہ رہ گئے، ان حالات میں مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس تھوڑی سی جماعت کے ہمراہ کندہ کے ایک محلہ کی طرف چلے گئے، یہاں باقی ہمراہیوں نے بھی ایک ایک کر کے منہ موڑ لیا اور اپنی اپنی راہ لی، مسلم بن عقیل رض تنہا رہ گئے تو آپ گلیوں سے ہوتے ہوئے طوعہ نامی ایک خاتون کے دروازہ پر پہنچے اس عورت کا لڑکا بلوائیوں اور شورش پسندوں کے ساتھ کہیں چلا گیا تھا یہ اس کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی، مسلم نے اس سے پانی مانگا، اس نے پانی پلا کر کہا، اچھا اب جاؤ اور اپنی راہ لو لیکن بیچارے مسلم جاتے تو کہاں جاتے ایسے وقت میں انہیں کوئی جائے پناہ نظر نہیں آتی تھی اس لیے آپ خاموش رہے، طوعہ نے پھر ایک دو بار کہا، تیسری مرتبہ مسلم بن عقیل رض نے جواب دیا کہ میں اس شہر میں اجنبی ہوں میرا گھر اور

Marfat.com

میرے اعزہ واقربا یہاں نہیں ہیں، ایسی حالت میں تم میرے ساتھ کیا سلوک کر سکتی ہو؟ اس خاتون نے پوچھا، تم کس قسم کا سلوک چاہتے ہو؟ مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے کہا کہ میں مسلم بن عقیل ہوں، اہل کوفہ نے میرے ساتھ بے وفائی اور غداری کی ہے۔ یہ بوڑھی خاتون خدا ترس تھی، مسلمؓ کی داستان غم والم سن کر پسیج گئی اور انہیں اپنے مکان میں پناہ دی ان کی خبرگیری بھی کرتی رہی جب اس کا لڑکا واپس آیا اور اس نے اپنی ماں کو مکان کے ایک حصے میں زیادہ آتے جاتے دیکھا تو پوچھا، ماں کیا بات ہے؟ اول تو بوڑھی عورت نے راز مخفی رکھنا چاہا لیکن پھر اس نے اخفائے راز کے وعدے پر حقیقت حال سے آگاہ کر دیا[1]

مسلم بن عقیلؓ کی گرفتاری

جس روز سے مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہانی کے گھر سے باہر آ گئے تھے ابن زیاد برابر ان کی کھوج میں تھا لیکن سراغ نہیں چلتا تھا اس لیے اس نے ایک دن اہل شہر کو مسجد میں جمع کر کے اعلان کیا کہ

"مسلم بن عقیلؓ نے جو فتنہ برپا کر رکھا ہے اس سے تم باخبر ہو، اس لیے یہ یاد رہے کہ جس کے گھر سے وہ نکلیں گے وہ مورد عتاب ہو گا۔ اور جو شخص انہیں پابجولاں لائے گا، اسے انعام واکرام سے نواز جائے گا"

ابن زیاد نے اس اعلان کے فوراً بعد حصین بن تمیم کو کوفہ میں عام تحقیق وتفتیش کا حکم دیا۔ جس خاتون کے گھر میں مسلم بن عقیلؓ روپوش تھے اس کے لڑکے کو بھی علم ہو چکا تھا اس تہدید آمیز اعلان سے وہ خوف زدہ ہو گیا، دوسرے روز علی الصباح اس نے عبدالرحمٰن بن محمد سے ذکر کیا کہ مسلم بن عقیلؓ ہمارے گھر میں روپوش ہیں، عبدالرحمٰن نے قصر امارہ

---

[1] ابن اثیر ج ۴ ص ۲۶-۲۷

میں اپنے والد کو اطلاع دی اور اس نے ابن زیاد کے کان بھر دیئے، اس طرح مسلم بن عقیل کا راز فاش ہو گیا۔ ابن زیاد نے ستر اشخاص کی ایک فوج مسلم بن عقیل کی گرفتاری کے لیے روانہ کی، انہوں نے طوعہ کے گھر پر چڑھائی کر دی، ایک دو مرتبہ تو آپ نے انہیں مکان سے باہر نکل جانے پر مجبور کر دیا لیکن اسی اثنا میں بکیر بن حمران نے مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر ایسا ظالمانہ حملہ کیا کہ ان کا اوپر کا ہونٹ کٹ گیا سامنے کے دو دانت بھی شہید ہو گئے۔ اس حالت میں بھی مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کو بُری طرح زخمی کیا اس کے زخمی ہوتے ہی باقی ۶۹ آدمی مکان کی چھت پر چڑھ گئے اور اُوپر سے مسلمؓ کے اوپر آگ اور پتھر برسانے شروع ہوئے جب مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بزدلانہ حرکت دیکھی تو وہ فوراً گلی میں نکل آئے اور پُرزور مقابلہ کیا، شاہی دستہ کے سالار محمد بن اشعث نے کہا کہ تنہا آپ کب تک مقابلہ کرتے رہیں گے۔ یوں جان دینے سے کیا فائدہ؟ میں آپ کو امان دیتا ہوں، ہتھیار ڈال دو اور اپنے آپ کو بے کار ہلاکت کے گڑھے میں نہ ڈالو۔ مسلم بن عقیلؓ نے اس کے جواب میں نہایت بہادری سے رجزیہ شعر پڑھا جس کا مضمون یہ تھا کہ

"تم مجھے فریب میں مبتلا کرنا چاہتے ہو"

محمد بن اشعث نے یقین دلایا "میں تمہارے ساتھ کوئی دھوکہ نہیں ہونے دوں گا، مقابلہ سے گریز کرو"[1]

مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ لڑتے لڑتے زخموں سے نڈھال ہو گئے تھے ان کے اندر مزید مقابلہ کی طاقت نہ تھی بیچارے مکان کی دیوار کے سہارے بیٹھ گئے۔ محمد بن اشعث نے پھر امان کی تجدید کی محمد بن عبید اللہ سلمی نے اسے تسلیم نہیں کیا اور مسلم بن عقیلؓ

---

[1] ابن اثیر ج ۴ ص ۲۲، ۲۷

کی سواری کے لیے اونٹ تک بھی فراہم نہیں کیا آپ کو اسی حالت کس مپرسی میں خچر پر سوار کیا گیا جب آپ سوار کیے گئے تو تلوار چھین لی گئی جب ہاتھ سے تلوار چھین لی گئی تو مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی زندگی سے مایوسی ہو گئی، آپ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا

"یہ پہلا فریب ہے"

محمد بن اشعث نے پھر آپ کو اطمینان دلایا لیکن مسلم رضہ نے نا امید ہو کر فرمایا،

"اب کہاں امان"

عمرو بن عبید اللہ سلمی نے آنسو بہانے پر طعنہ دیا کہ "مدعی خلافت کو مصائب و آلام سے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا،

"میں آپ اپنے لیے غمگین نہیں ہوں، مجھے اپنے اہل خاندان کی طرف سے ملال ہے وہ یہاں بے خبری میں آرہے ہیں، انہیں کیا معلوم کہ کوفہ کی فضا کیا ہے" پھر محمد بن اشعث سے کہا تمہارے لیے یہ تو مشکل ہے کہ تم مجھے اس خطرہ سے محفوظ رکھ سکو، البتہ اگر ہو سکے تو امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو میری حالت سے مطلع کر دو تاکہ وہ یہاں آنے کا خیال ترک کر دیں، اور اہل کوفہ پر ہرگز اعتماد نہ کریں"

محمد بن اشعث نے وعدہ کیا کہ میں یہ پیغام ضرور پہنچانے کی کوشش کروں گا۔ اس میں کوئی شک نہیں محمد بن اشعث نے یہ وعدہ پورا کر دیا[1]

اس وعدہ کے بعد محمد بن اشعث مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ہمراہ قصر امارۃ میں لایا اور ابن زیاد سے کہا کہ مسلم بن عقیل رضہ کو میں امان دے چکا ہوں۔ ابن زیاد نے اسے تسلیم

---

[1] اعیان الشیعہ ج ۴ ص ۲۶-۲۷

Marfat.com

نہیں کیا - اور کہا

"تم کو امان دینے کا حق کیا ہے اور کس نے دیا، میں نے تو تمہیں ان کی گرفتاری کے لیے بھیجا تھا"

اس تہدید آمیز گفتگو سے محمد بن اشعث پر خاموشی طاری ہو گئی۔ مسلم بن عقیل رضؓ کو اس وقت سخت پیاس لگ رہی تھی، پھاٹک کے قریب انہیں ٹھنڈا پانی نظر آیا۔ مسلم بن عمرو باہلی نے ان کی نگاہوں کو بار بار ادھر پھرتے دیکھ کر کہا، دیکھتے کیا ہو تمہیں اس میں سے ایک قطرہ بھی نہیں ملے گا، تم کو دوزخ کا کھولتا ہوا پانی پینا ہو گا"

مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا، تو کون ہے؟ اس نے اپنی قصیدہ خوانی شروع کی اور اپنے آپ کو امت مسلمہ کا خیر خواہ ظاہر کیا۔ مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ تیری ماں تیری قبر پر روئے تو مجھ سے زیادہ کھولتے ہوئے پانی اور ہمیشہ کی دوزخ کا حقدار ہے۔

ابن زیاد سے گفتگو

مسلم بن عمرو اور مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس درشت کلامی کے بعد ایک نرم مزاج شخص نے پانی کا پیالہ پیش کیا، آپ کے جسم میں اس کثرت سے زخم آئے تھے کہ ہر حصۂ جسم سے خون بہہ رہا تھا۔ جب آپ نے پانی پینا چاہا تو منہ میں خون بھر آیا کئی بار آپ نے کوشش کی لیکن ناکام رہے، آخری بار کوشش کرتے ہوئے تو دانت جھڑ کر گلاس میں رہ گئے

مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہونٹوں سے گلاس ہٹا لیا اور کہا

"الٰہی تیرا ہزار ہزار شکر ہے، اگر پانی پینا قسمت میں ہوتا تو یہ حالت ہی کیوں ہوتی"

Marfat.com

قصہ کوتاہ اس عالم میں ابن زیادہ کے سامنے لائے گئے۔ مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاعدہ کے مطابق ابن زیاد کو سلام نہیں کیا۔ ایک شخص نے آپ کو ٹوکا اور کہا" تم امیر کو سلام نہیں کرتے ؟ آپ نے جواب دیا۔

"اگر وہ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں تو میں ہرگز سلام نہیں کروں گا، اور اگر قتل کا قصد نہیں ہے تو بہت سے سلام لیں گے"

ابن زیاد بولا" مجھے اپنی زندگی کی قسم میں تمہیں قتل ضرور کروں گا" مسلمؓ نے کہا، واقعی قتل کا ارادہ ہے ؟ ابن زیاد نے کہا" واقعی! مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، اچھا اگر ارادۂ قتل ہے تو پھر مجھے اپنے قبیلہ کے کسی آدمی سے کچھ وصیت کرنے کی اجازت دی جائے۔ ابن زیاد نے یہ بات مان لی"

اُس وقت مسلم بن عقیلؓ کے اعزہ میں سے عمرو بن سعد موجود تھا۔ مسلم رضؓ نے کہا، میں تم سے ایک راز کی بات کہنی چاہتا ہوں۔ عمرو بن سعد نے بات سننے سے انکار کیا اس انکار پر ابن زیاد نے شرم دلائی کہ تم اپنے ابن عم کی بات بھی نہیں سنتے[1] اس پر عمرو بن سعد مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے پاس آیا۔ انہوں نے وصیت کی کہ

- "میں نے کوفہ میں سات سو درہم قرض لیے تھے، میرے بعد انہیں ادا کر دینا"
- میری لاش کو دفن کرنا"
- حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ آ رہے ہوں گے ان کے پاس آدمی بھیج کر راستہ سے واپس کر دینا"

عمرو بن سعد نے ابن زیاد سے ان وصیتوں کی تعمیل سے متعلق اذن طلب کیا، اُس نے

---

[1] طبری ج ۷، ص ۲۶۵، ۲۶۶

Marfat.com

لہٰذا جو وصیت مال سے تعلق رکھتی ہے اس کے بارے میں تمہیں حق حاصل ہے۔ جو مرضی ہو کرو۔ رہا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے بارے میں اس سلسلہ میں میرا ارادہ یہ ہے کہ اگر وہ یہاں نہیں آئیں گے تو میں ان کا تعاقب نہیں کروں گا، اور اگر یہاں آ پہنچے تو میں نہیں چھوڑ بھی نہیں سکتا، البتہ لاش کے بارے میں تمہاری سفارش نہیں مانی جاسکتی۔ جس شخص نے ہماری آتنی مخالفت کی ہو اس کی لاش ہرگز تکفین و تدفین کی مستحق نہیں ہے۔

ایک روایت یہ ہے کہ ابن زیاد نے کہا،

"ہمیں اس سے غرض نہیں کہ لاش کے ساتھ کیا سلوک ہو"[1]

اس وصیت کے بعد مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پھر ابن زیاد کے سامنے لائے گئے، ابن زیاد نے ان کے جرم گنانے شروع کئے کہ یہاں ہر طرح امن و امان کی فضا تھی تم نے یہاں کی فضا مکدر کر دی اور ہر طرف لڑائی کی آگ بھڑکا دی، مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے جواب دیا۔

"یہ خلاف واقعہ امر ہے تم غلط بیانی سے کام لے رہے ہو میں یہاں ہرگز اس ارادہ سے نہیں آیا بلکہ اہل کوفہ کا خیال تھا کہ تمہارے باپ نے ان کے بزرگوں اور پرہیزگاروں کو تہ تیغ کیا اور اسلامی جمہوریت کے بجائے قیصر و کسریٰ کی سی شہنشاہیت کا طرز عمل شروع کیا اس لیے ہم یہاں حق و صداقت کی تلقین اور دعوت احکام الٰہی کے لیے اس سرزمین میں نزول کش ہوئے"

ابن زیاد یہ باتیں سن کر جن میں صداقت تھی غصہ سے لال پیلا ہو گیا اور بولا اے فاسق تیرے منہ سے دعویٰ زیب نہیں دیتا۔ کیا جب تو مدینہ میں شراب خواری کا شغل رکھتا تھا اسوقت ہم یہاں عمل اور کتاب اللہ پر عمل کی تلقین نہیں کرتے تھے؟

---

[1] طبری ج۶، صفحہ ۲۱۱، ۲۱۲

اِس باطل اور ناپاک الزام پر مسلم بن عقیلؓ نے کہا:

"میں کب شراب پیتا تھا تجھے جھوٹ بولتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی، خدا بہتر جانتا ہے کہ تو صریحاً مجھ پر تہمت دھر رہا ہے۔ مجھ سے زیادہ بادہ نوشی کے الزام کا وہ مستحق ہے جو بے رحمی کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو مسلمانوں کے خون سے رنگ رہا ہے۔ جو خدا کی حرام کی ہوئی جانوں کو تلف کرتا ہے۔ اور بغیر قصاص کے قتل پر آمادہ ہے حرام اور خونریزی پر تلا ہوا ہے۔ ذاتی خصومت اور بدگمانی کی بنا پر لوگوں کی جان کا لیوا بنا ہوا ہے پھر ان جفاکشیوں کے باوجود اپنے آپ کو اس طرح تعیشات میں مصروف کئے ہوئے ہے گویا اس نے کوئی حرکت کی ہی نہیں۔"

یہ تقریر سننے کے بعد پھر ابن زیاد بولا، فاسق! تیرے نفس نے تجھے اس بات کی خواہش دلائی جس کا خدا نے تجھے مستحق نہ سمجھا یہی وجہ ہے تیری تمنا پوری نہیں ہوئی۔ مسلم بن عقیلؓ نے پوچھا، اچھا تو اس کا اہل کون تھا؟ ابن زیاد نے کہا، امیرالمومنین یزید، یہ سُن کر مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے کہا۔ ہمیں ہر حال میں خدا ہی کا شکر ادا کرنا چاہیے وہ ہمارے اور تمہارے درمیان جو فیصلہ چاہے، صادر فرمائے۔"

ابن زیاد نے کہا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنے آپ کو خلافت کا حقدار سمجھتے ہو۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے جواب دیا، خیال ہی نہیں بلکہ اس کا یقین ہے کہ ہم اس کے حقدار ہیں۔"

ابن زیاد نے کہا اگر میں تمہیں اس بُری طرح بے دردی کے ساتھ قتل نہ کروں کہ تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر رہے تو خدا مجھے قتل کرے۔"

مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے کہا۔ ٹھیک ہے، اسلام میں تمہیں ایسی نئی مثالوں

Marfat.com

اور بدعتوں کے جاری اور قائم کرنے کا حق حاصل ہے جو اس سے پہلے اسلام کی تاریخ میں نہیں ملیں تم کو میں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ تم مجھے بُری طرح قتل کرنا، قتل کے بعد میرے جسم کے پرخچے اُڑانا اور، اپنی خباثت کا پورا پورا ثبوت دینا کیونکہ اس کام سے زیادہ اور کون حقدار ہو سکتا ہے۔ یہ خباثت تمہارے ہی حصہ میں آئی ہے۔[1]

یہ جلی کٹی باتیں سُن کر جن میں مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حقیقتوں کا ایک دفتر اُلٹ دیا تھا۔ ابن زیاد بے اختیار ہو گیا۔ مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے افراد خاندان پر مغلظات کی بوچھاڑ کرنی شروع کی بعد ازاں یہ خدمتِ جلادی ابن زیاد نے اس شخص کو سپرد کی جسے مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے زخمی کیا تھا تاکہ وہ جذبہ انتقام کے ساتھ انہیں قتل کرے اور بالکل رحم دلی اور نرمی سے کام نہ لے آپ کو محل کی بالائی منزل پر لے جایا گیا اس وقت آپ کی زبان پر تکبیر، استغفار اور درود کے مقدس کلمات تھے اور ساتھ ہی ساتھ آپ یہ کہتے جاتے تھے کہ اے خدا میرے اور ان لوگوں کے درمیان تو ہی فیصلہ کرنے والا ہے انہوں نے مجھے دھوکہ دیا، تکذیب کی اور ذلیل و خوار کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی غرض جلاد نے قتل گاہ پر لے جا کر آپ کو شہید کیا۔ سر کے ساتھ دھڑ بھی نیچے پھینک دیا۔ آپ کی شہادت سے گویا امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ایک قوی بازو ٹوٹ گیا۔[2]

---

[1] طبری ج ۶ صفحہ ۲۶۵، ۲۶۷، [2] ایضاً

Marfat.com

سفرِ کوفہ

اسپِ تازی شدہ مجروح بزیرِ پالان
طوقِ زریں ہمہ در گردنِ خر می بینم

امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا سفر کوفہ

مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ میں حالات کا سرسری جائزہ لینے کے بعد جو خط امام حسینؓ کے نام ارسال کیا تھا اس میں اہل کوفہ کی جاں نثاری اور وفاداری کا عملی مظاہرہ کا ذکر تھا اور ساتھ ہی ساتھ یہ درخواست بھی تھی کہ آپ بلا تامل کوفہ تشریف لے آئیں۔ یہاں ہر شخص آپ کی آمد کا منتظر ہے۔

امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس خیال سے سفر کی تیاریاں شروع کر دی تھیں کوفہ میں حالات کے نئے رُخ اور واقعات کی نئی رفتار کا آپ کو علم نہ تھا لیکن حالات کی اس لاعلمی کے باوجود مکہ معظمہ کے ہر شخص پر کوفیوں کی غداریوں کی داستانیں اور ان کی بے وفائیوں کے چرچے تھے، خیر خواہوں نے ہر چند چاہا کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کا قصد نہ فرمائیں لیکن تدبیر سے تقدیر کا اٹل فیصلہ کیسے ٹل سکتا تھا۔ سب سے پہلے عمرو بن عبدالرحمنؓ نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں گفتگو کی اور یہ کہا :-

Marfat.com

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ عراق کی جانب قصد سفر رکھتے ہیں، مجھے خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ آپ ایسے شہر کی جانب روانہ ہو رہے ہیں جہاں دوسرے کی عملداری ہے اور وہاں اُسی حکومت کے اعمال برسرِ اقتدار ہیں، بیت المال پر بھی انہیں کا قبضہ ہے۔ عوام کی ذہنیت یہ ہوتی ہے کہ جہاں چار پیسے ہوتے ہیں یہ اُسی طرف ڈھلک جاتے ہیں اس لیے مجھے ڈر لگتا ہے کہ جن لوگوں نے آپ سے امداد کے وعدے کیے ہیں وہی آپ سے جنگ آزما ہوں گے"

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاص مندانہ مشورہ کی قدر کی اور شکریہ ادا کیا بعد ازاں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور انہوں نے بھی امام عالی مقام سے دریافت کیا، ابن عم! یہ افواہ عام ہے کہ آپ عراق کا قصد رکھتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

امام حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، جی ہاں درست ہے۔ میں ایک دو دن میں روانہ ہو رہا ہوں۔

ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا

"آپ کو خدا اور رسول کا واسطہ دیتا ہوں آپ اس عزم سے باز آجائیں ہاں البتہ اگر عراقیوں نے شامی حاکم کو قتل کرنے کے بعد شہر پر اپنا قبضہ جما لیا ہو اور اپنے تمام دشمنوں کو وہاں سے نکال دیا ہو تو آپ کو اختیار ہے۔ آپ بیشک چلے جائیں کوئی مضائقہ نہیں لیکن اگر عراقیوں نے آپ کو اپنے امیر کی موجودگی میں مدعو کیا ہے جب کہ وہاں اس کی عملداری قائم ہے۔ اُس کے عمال خراج وصول کرتے ہیں تو یقین جانیے کہ انہوں نے آپ کو محض جنگ کی دعوت دی ہے، مجھے ڈر

Marfat.com

کہ یہ سب لوگ موقعہ پر آپ کو دغا دیں گے، آپ کی تکذیب کریں گے اور آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہو جائیں گے۔ آپ کا وہاں کوئی پرسانِ حال نہ ہوگا۔ یہ لوگ آپ کی مخالفت میں سخت جانی دشمن ثابت ہوں گے۔"

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف یہ جواب دیا کہ میں استخارہ کروں گا جو ہدایت ہو گی اس پر عمل کروں گا۔[1]

ازاں بعد عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ گئے انہوں نے پہلے ان معلومات کی بنا پر کہ اہلِ کوفہ ہر طرح ان کی امداد کے لیے تیار ہیں انہیں یہ رائے دی کہ آپ کوفہ چلے جائیں۔ پھر اس خیال سے کہ اس مشورہ سے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بدگمانی نہ ہو یہ بھی رائے دی کہ اگر آپ مکّہ معظمہ ہی میں قیام فرمائیں اور حصولِ خلافت کے لیے کوشاں ہوں تو ہم سب آپ کی مدد کے لیے دل و جان سے حاضر ہیں، امام حسینؓ نے جواب دیا میں نے اپنے والد ماجد سے یہ حدیث سُنی ہے کہ

"حرم کا ایک مینڈھا ہے جس کی وجہ سے اس کی حرمت ختم ہو جائے گی،
میں چاہتا ہوں کہ میں وہ مینڈھا نہ بنوں!

ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر چند مشورہ دیا کہ آپ حرم ہی میں قیام پذیر رہیں، تمام اُمور میں سرانجام دیتا رہوں گا۔ لیکن امام نے ان کی ایک بات نہ مانی۔ دوسرے روز ابن عباسؓ پھر تشریف لائے اور کہا۔

"ابن عم! میں نے اپنے دل کو ہزار سمجھایا لیکن مانتا نہیں، صبر کی تلقین بھی کی لیکن اس پر اثر نہیں ہوتا، بات یہ ہے کہ مجھے اس سفر میں آپ کی ہلاکت کا خوف ہے

---

[1] طبری ج ۶، صفحہ ۲۷۲، ۲۷۵

اہل عراق فریب کاری میں مشہور ہیں آپ ہرگز ان کے نزدیک ہونے کی کوشش نہ کریں، مکہ مکرمہ میں قیام پر قناعت فرمائیں آپ اہل حجاز کے سردار اور آقا ہیں اگر اہل عراق کا یہ دعویٰ صحیح اور درست ہے اور وہ فی الواقعہ آپ کو بلانا چاہتے ہیں تو ان کو تحریر فرمائیں کہ پہلے وہ اپنے دشمنوں کو شہر بدر کر دیں پھر آپ تشریف لے جا سکتے ہیں لیکن اگر آپ کا خیال یہاں ٹھہرنے کا نہیں ہے اور جانے ہی کا ارادہ ہے تو آپ کوفہ کی بجائے یمن تشریف لے جائیں وہ ایک وسیع اور فراخ ملک ہے وہاں قلعے اور گھاٹیاں ہیں، مزید برآں وہاں آپ کے حامی اور خیر خواہ بھی ہیں۔ یہ مقام بالکل الگ تھلگ واقع ہے۔ آپ اس ملک کے کسی گوشے میں ٹھہر کر لوگوں کو دعوتی خطوط تحریر فرما سکتے ہیں، ہر طرف آپ اپنے داعی روانہ کریں، مجھے اُمید ہے کہ اس طریقے سے آپ بہت جلد اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔"

یہ مشورہ سن کر امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا، "یہ ٹھیک ہے کہ آپ میرے شفیق خیر خواہ اور ہمدرد ناصح ہیں لیکن میں کیا کروں اب میرا ارادہ پختہ ہو چکا ہے۔"

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخر میں بحالت مایوسی فرمایا۔" اچھا اگر آپ جاتے ہی ہیں تو اپنے اہل و عیال کو اپنے ہمراہ نہ لے جائیں مجھے خطرہ ہے کہ کہیں آپ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح اپنے بچوں اور عورتوں کی آنکھوں میں شہید نہ کر دیئے جائیں اور یہ غریب دیکھتے ہی رہ جائیں کہ یہ کیا ہوا!"

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب کچھ سنا لیکن قدرت کو منظور ہی کچھ اور تھا وہ کسی مشورہ پر صاد نہ کر سکے[1]

---

[1] طبری ج ۶، صفحہ ۲۱۶، ۱۷۵۵

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے بعد ابو بکر بن حارث رضی اللہ تعالے عنہٗ نے امام حسین رضی اللہ تعالے عنہٗ سے عرض کیا۔

"آپ کے والد ماجد صاحب مقدرت تھے، مسلمان بالعموم ان کی طرف میلان طبع رکھتے تھے اُن کے احکام پر سرِ تسلیم خم کرنا اپنا فرض عین جانتے تھے۔ شام کے علاوہ تمام ممالک اسلامیہ آپ کے والد ماجد کی اطاعت کا دم بھرتے تھے لیکن اس اثر و نفوذ کے باوصف جب وہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے تو بہت سے لوگوں نے دنیا کے لالچ میں آکر ان سے پہلوتہی کی اگر بات یہی ختم ہو جاتی تو بھی کوئی بات نہ تھی یہ لوگ آپ کے والد ماجد کے سخت مخالف ہو گئے تھے، بہرکیف خدا کی مرضی کے مطابق حالات نے رُخ بدلا، عراقیوں نے آپ کے برادر حقیقی کے ساتھ جو سلوک کیا اس کا بھی آپ کو بخوبی علم ہے۔ ان تلخ حقائق کی روشنی میں مجھے حیرت ہے کہ آپ کیوں اپنے دشمنوں کے پاس جا رہے ہیں ان سے رفاقت کی اُمید نہیں کرنی چاہیے۔ شامیوں کے رعب میں آکر یہ دنیا کے کتے اُن کے پیچھے دُم ہلاتے ہوئے دوڑیں گے اور آپ کی اُن کو مطلق پروانہ ہوگی۔ جن لوگوں نے آپ سے مدد کا وعدہ کیا ہے اور جو آج آپ کی محبت کا دم بھر رہے ہیں کل وہی لوگ آپ کے جانی دشمن ہو جائیں گے۔"

ابو بکر بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے یہ پُر زور دلائل بھی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُن کے عزائم سے باز نہیں رکھ سکے۔ آپ نے صرف یہی جواب دیا کہ۔

"خدا کی مرضی پوری ہو کر رہے گی۔"[1]

---

[1] مسعودی ج ۲ ص ۱۵۷،

Marfat.com

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر خیر خواہوں نے انہیں مخلصانہ مشورے دیئے لیکن سب رائیگاں گئے۔

روانگی

ذی الحجہ ۶۰ھ میں اہل بیت کا قافلہ مکہ سے روانہ ہوا، عمرو بن سعید بن عاص حاکم مکہ کے سواروں نے انہیں روکنے کی کوشش کی لیکن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ زبردستی قدم بڑھائے چلے گئے۔ تنعیم کے مقام پر اونٹ کرایہ پر لیے اور راستہ طے کرتے ہوئے صفاح کے مقام پر پڑاؤ کیا۔ یہاں فرزدق ابوالفراس مشہور شاعر سے ملاقات ہوئی، امام عالی مقام نے ان سے عراق کے حالات دریافت کیے۔ فرزدق نے کہا آپ نے ایک باخبر شخص سے سوال کیا، سنیئے

"عراقیوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں لیکن تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں، بکھتائے الہٰی کا آسمان سے نزول ہوتا ہے خدا کی جو مرضی ہوتی ہے وہی ہوتا ہے۔"

آپ نے سن کر فرمایا،

"بے شک تم سچ کہتے ہو، اگر اس کا فیصلہ ہمارے موافق ہوا تو ہم اس کی نعمتوں کے شکرگذار ہوں گے اور اگر ہمارے خلاف ہوا تو بھی ہماری نیت حق اور تقویٰ پہ مبنی ہے۔"

فرزدق سے بات چیت کے بعد قافلہ نے کوچ کیا[۵۱]۔ اثنائے راہ میں عبداللہ بن جعفرؓ کا مکتوب ملا جس کا مضمون یہ تھا کہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں، میرا خط پڑھتے ہی آپ واپس ہو جائیں مجھے خوف ہے کہ جہاں آپ تشریف لے جا رہے ہیں وہاں

۵۱؎ ابن اثیر ج ۴ ص ۱۶

آپ کی تباہی اور آپ کے اہل بیت کی رسوائی ہے - اگر خدانخواستہ آپ شہید ہو گئے تو ہماری نگاہوں میں دُنیا تیرہ و تار ہو جائے گی، آپ ہدایت کا علم اور ایمان کا ستون ہیں سفر میں جلدی سے کام نہ لیجئے، خط کے بعد میں بھی پہنچتا ہوں "

اس خط کے بعد عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن سعید حاکم مکہ سے کہا کہ وہ بھی اپنی طرف سے ایک خط لکھ کر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے واپسی کی درخواست کریں۔ اس پر عمرو بن سعید نے کہا آپ خود مضمون تحریر کر دیں میں اس پر مہر ثبت کر دوں گا، چنانچہ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن سعید کی جانب سے ذیل کا مکتوب تحریر کیا -

میں خداوند تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو اس راستہ سے واپس لوٹائے جس طرف آپ جا رہے ہیں، میں نے سُنا ہے کہ آپ عراق کی جانب جا رہے ہیں میں آپ کو خدا کا واسطہ دلاتا ہوں کہ تشتت و افتراق سے باز آ جائیں اس میں آپ کی تباہی ہے، میں آپکے پاس اپنے بھائی اور عبداللہ بن جعفرؓ کو روانہ کرتا ہوں، ان کے ہمراہ واپس آ جائیں میں آپ کی مدد بھی کروں گا، آپ میرے یہاں بڑے اطمینان اور آرام سے رہیں گے، اس تحریر پر خدا وکیل اور گواہ ہے :

عمرو بن سعید نے اس مکتوب پر اپنی مہر ثبت کر دی - عبداللہ بن جعفر رضؓ اور یحییٰ بن عمرو رضؓ دونوں یہ مکتوب لے کر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے - امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر نظر ڈالی اور فرمایا ۔

میں نے خواب میں آنحضرت صلعم کی زیارت کی ہے آپ نے مجھے ایک حکم دیا ہے جس کی تعمیل مجھ پر واجب ہے مجھے اس بات کی مطلق پروا نہیں کہ اس کا نتیجہ موافق نکلتا ہے یا مخالف - ؏ عبداللہ رضؓ اور یحییٰ رضؓ نے خواب کے متعلق دریافت

کیا) اس خواب کا ذکر میں نے کسی سے نہیں کیا اور نہ تادمِ مرگ اس کے ذکر کا ارادہ ہے۔

اس گفتگو کے بعد آپ نے والیٔ مکہ عمرو بن سعید کے خط کا جواب تحریر کیا :-

"جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہے، عمل صالح سرانجام دیتا ہے اور اُسے اپنے اسلام کا اعتراف ہے وہ خدا اور اُس کے رسول سے کس طرح اختلاف کر سکتا ہے، آپ نے مجھے امان، ہمدردی اور صلہ رحمی کی دعوت دی ہے۔ معلوم ہونا چاہیے بہترین امان اللہ تعالیٰ کی ہے جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا خدا قیامت کے روز اسے امان نہیں دے گا اس لیے میں دنیا میں خوفِ خدا چاہتا ہوں تاکہ قیامت کے دن اس کی امان کا مستحق اپنے آپ کو ثابت کروں اگر اس مکتوب سے فی الواقعہ آپ کی نیت نیک ہے اور آپ واقعی صلہ رحمی اور ہمدردی کا جذبہ رکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا اور عقبیٰ دونوں میں جزائے خیر دے گا[1]

ابن زیاد کے انتظامات

اہل بیت کا یہ قافلہ منزلیں مارتا ہوا عراق کی جانب جادہ پیما تھا اور ادھر ابن زیاد نے اپنے حکام کو ہر طرح کیل کانٹے سے لیس کر رکھا تھا تاکہ وقت آنے پر وہ اپنی خباثتِ نفس کا ثبوت دے سکیں۔ اس نے قادسیہ سے لے کر خفان، قطقطانہ اور جبل لعلع تک سواروں کے پہرے بٹھا دیے تھے، اس صورت میں اسے امام عالی مقام کے قافلہ کی نقل و حرکت کی خبریں برابر پہنچ رہی تھیں اور اس چیز کی بھی کوشش ہو رہی تھی کہ کوفہ سے آپ کے پاس کوئی خط یا اطلاع نامہ نہ موصول ہونے پائے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مقام حاجز پر پہنچے

---

[1] طبری ج ۵ صفحہ ۱۴۹، ۲۸۱)

Marfat.com

تو آپ نے قیس بن مسہر صیداوی کو اپنی آمد کی اطلاع دینے کے لیے کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ راستے میں پہلے ہی پہرے بیٹھے ہوئے تھے۔ بیچارے قیس بمشکل قادسیہ پہنچے ہی تھے کہ گرفتار کر لیے گئے اور انہیں ابن زیاد کے پاس کوفہ پہنچا یا گیا۔ ابن زیاد نے انہیں حکم دیا کہ وہ قصر امارت کی چھت پر چڑھ کر عیاذاً باللہ امام حسینؓ کو سب وشتم کا نشانہ بنائیں۔ قیسؓ اس حکم پر فوراً ہی بالاخانہ پر چڑھ گئے اور اس موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے پیغام رسانی کا وہ فریضہ ادا کیا جس کے لیے وہ مامور تھے۔ آپ نے ان الفاظ میں امام حسینؓ کی آمد کی اطلاع دی:۔

"اے لوگو! امام حسینؓ حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہؐ کے جگر گوشے اور مخلوق میں اشرف ترین انسان ہیں۔ میں ان کا قاصد ہوں اور وہ حاجز تک پہنچ چکے ہیں۔"

ان الفاظ کے بعد آپ نے ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت بھیجی اور حضرت علی کرم اللہ وجہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی۔ ابن زیاد نے اس خلاف ورزی اور بے عزتی کے اقدام پر یہ حکم دیا کہ قیسؓ کو اوپر سے نیچے گرا کر قتل کر دیا جائے فوراً ہی اس ناپاک حکم کی تعمیل ہوئی۔ مسلم بن عقیلؓ کے بعد یہ شہادت کا دوسرا واقعہ تھا۔[1]

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

امام حسینؓ اور عبداللہ بن مطیعؓ

بطن رملہ سے آگے بڑھے تھے کہ عبداللہ بن مطیعؓ امام حسینؓ سے ملے۔ عبداللہ بن مطیعؓ نے دریافت کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ خدا اور رسول کے حرم کی حدود سے باہر

---

[1] ابن اثیر ج ۴ صفحہ ۳۴

Marfat.com

کیوں نکلے، آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ مجھے اہل کوفہ نے مدعو کیا ہے تاکہ حق وصداقت کا پرچم بلند کروں اور بدعتوں کو دور کروں۔ عبداللہ بن مطیعؓ نے کہا، میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ ہرگز کوفہ کی طرف روانہ نہ ہوں وہاں آپ کو شہید کرنے میں کسی کو تامل نہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا جو مقدر میں ہے اس سے زیادہ اور کیا ظہور میں آئے گا۔[1]

ایک جاں نثار کا ایثار

امام حسینؓ نے مقام زرود پر قیام کیا وہاں نزدیک ہی آپ کی نظر ایک خیمہ پر پڑی آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ خیمہ کس کا ہے؟ کسی نے بتلایا کہ یہ خیمہ زہیر بن قینؓ کا ہے وہ حج بیت اللہ سے فراغت کے بعد کوفہ کی طرف جا رہے ہیں۔ امام حسینؓ نے انہیں طلب کیا لیکن انھوں نے ملاقات سے انکار کر دیا۔ اس انکار پر ان کی نیک دل اہلیہ نے اس کو ندامت دلائی۔ کہ ابن رسول اللہ طلب فرماتے ہیں اور تم ملنا بھی نہیں چاہتے اہلیہ کی اس طنز آمیز گفتگو سے متاثر ہو کر وہ امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ملاقات کی دیر تھی کہ فوراً خیالات نے پلٹا کھایا اور اپنا خیمہ بھی اکھڑوا کر امام عالی مقام کے پاس ہی نصب کرایا اپنی بیوی کو طلاق دے کر کہا کہ تم اپنے بھائی کے ہمراہ کوفہ جاؤ میں نے جان قربان کرنے کی ٹھانی ہے اپنے ہمراہیوں سے یہ خطاب کیا کہ

> تم میں سے جو شخص شہادت کا خواہاں ہو وہ ہمارے ساتھ رہے اور باقی کوفہ واپس ہو جائیں سب نے خاموشی کے ساتھ کوفہ کا رخ کیا۔ اور صدائے حق پر کسی نے لبیک نہیں کہا۔

زہیر بن قینؓ امام حسینؓ کے ہمراہ زرود سے آگے بڑھے۔[2]

---

[1] اخبار الطوال ص۲۵۵، ۲۵۹ ، [2] ایضاً

مسلم رضؓ بن عقیلؓ کی شہادت

ابھی تک امام حسینؓ کو مسلم بن عقیلؓ کے بارے میں کچھ علم نہ تھا۔ ثعلبیہ کے مقام پر ایک اسدی نے جو کوفہ سے آرہا تھا مسلم بن عقیلؓ اور ہانیؓ کے قتل کی اطلاع دی آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اس خبر وحشت اثر کے بعد خیر خواہوں نے ایک بار اور سمجھانے کی کوشش کی کہ اب بھی واپسی کا موقعہ ہے یہیں سے لوٹ جائیے کوفہ میں آپ کا کوئی حامی اور مددگار نہیں ہے لیکن مسلم بن عقیلؓ کے اعزا نے اصرار کیا کہ جب تک ہم اپنے عزیز کا انتقام نہیں لیں گے یا شہید نہیں ہوں گے اس وقت تک واپسی ممکن نہیں امام حسینؓ نے فرمایا جب یہی لوگ نہ ہوں گے تو ہماری زندگی کس کام آئے گی غرض اس مقام سے بھی قافلہ آگے بڑھا۔

عبداللہ بن یقطرؓ کی شہادت کی خبر

امام حسینؓ جن جن مقامات سے ہو کر گذرتے تھے لوگ ایک بڑی جماعت کے ساتھ آپ کے ہمراہ ہو جاتے تھے زبالہ پہنچ کر عبداللہ بن یقطرؓ کی شہادت کی آپ کو اطلاع پہنچی عبداللہ کو آپ نے راستہ ہی میں مسلم بن عقیلؓ کے پاس ایک خط دے کر روانہ کیا تھا لیکن راستے میں حصین بن نمیر کے سواروں نے قید کر لیا۔ اور ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ اس نے قیس بن مسہر صیداوی کی طرح انہیں بھی امام حسین پر لعنت بھیجنے کا حکم دیا لیکن اس جانثار نے بھی وہی مثال پیش کی جو اس سے پیشتر پیش کی جا چکی تھی۔ اس جانثار نے کہا:-

لوگو! امام حسینؓ آرہے ہیں تم لوگ ابن مرجانہ (ابن زیاد) کے مقابلہ میں ان کی مدد کرو ابن زیاد نے انہیں بھی قصر امارہ کی چھت سے نیچے

گرا دیا اور اس طرح اس عاشق کی روح بھی پرواز کر گئی۔ ؎۱

اوپر ہم نے ذکر کیا ہے کہ مسلم بن عقیلؓ نے محمد بن اشعث اور عمر بن سعد سے یہ وصیت کی تھی کہ وہ ان کے بعد امام حسینؑ کو اہل کوفہ کی غداری سے مطلع کر کے انہیں یہاں پہنچنے سے باز رکھیں گے ان دونوں نے یہ وصیت پوری کی اور امام حسینؓ کے پاس آدمی روانہ کئے لیکن عبداللہ بن یقطرؓ کی شہادت کی خبر ملنے کے بعد یہ دونوں قاصد پہنچے اب اس کا وقت نہ تھا۔ ؎۲

امام حسینؓ کی تقریر

جب امام حسینؓ کو بار بار یہ وحشت ناک خبریں موصول ہوئیں تو آپ نے اپنے ہمراہیوں کو جمع کر کے یہ تقریر کی کہ

"مسلم بن عقیلؓ ہانی بن عروہ، قیس بن مسہر صیداوی اور عبداللہ بن یقطرؓ شہید ہو چکے ہیں۔ ہمارے ہم نواؤں اور حامیوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے اس لیے تم لوگوں میں سے جو جو شخص واپس جانا چاہے اسے اختیار ہے۔ میری طرف سے بخوشی اجازت ہے۔

ان الفاظ پر عوام میں سے بہت سے لوگ چھٹ گئے اور انہوں نے اپنے اپنے گھروں کی راہ لی آپ کے ہمراہ صرف وہی وفا شعار ہمراہی رہ گئے جو مدینہ منورہ سے آپ کے ساتھ آئے تھے۔ ؎۳

بطن عقبہ کے مقام پر زبالہ سے کوچ کرتے ہوئے یہ فدایان اسلام کا مختصر سا قافلہ ٹھہرا یہاں امام عالی مقام کی ملاقات ایک شخص سے ہوئی اس نے نہایت لجاجت سے کہا کہ آپ کا ابھی واپس ہو جانا مناسب ہے میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہے آپ لوٹ جائیں

؎۱ ابن اثیر ج ۴ صفحہ ۳۲ ، ؎۲ اخبار الطوال صفحہ ۲۴۶ ، ؎۳ طبری ج ۶ ، صفحہ ۲۲۶

Marfat.com

یہ یقین جانیئے کہ آپ نیزوں کی انی اور تلواروں کی دھار کے مقابلہ میں تشریف لے جا رہے ہیں جن اشخاص نے آپ کو مدعو کیا ہے اگر انھوں نے آپ کے لیے فضا ہموار کر دی ہوتی اور یہ امید ہوتی کہ وہ آپ کا ہر حال میں ساتھ دیں گے تو آپ وہاں جا سکتے تھے۔ لیکن موجودہ صورت حال میں آپ کا وہاں جانا ہرگز مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ امام عالی مقام نے فرمایا، بے شک جو تم بیان کر رہے ہو۔ مجھے بھی معلوم ہے لیکن میں حکم خدا کے خلاف قدم نہیں اٹھا سکتا [1]

محرم ۶۱ھ کا آغاز اہل بیت کا قافلہ کوچ کرتا ہوا شراف کے مقام پر اقامت پذیر ہوا۔ سواریوں کو یہاں آب و دانہ دیا گیا۔ اس کے بعد ذی حشم کی طرف رخ کیا وہاں ایک پہاڑ کے دامن میں خیمے ڈالے گئے محرم کا چاند نظر آ چکا تھا۔ ذی حشم میں حُر بن یزید تمیمی، جو ابن زیاد کی طرف سے اس خدمت پر مامور تھا کہ امام حسینؓ اور ان کے ہمراہیوں کو نرغے میں لے کر کوفہ پہنچا دئے، آ پہنچا اس کے پاس ایک ہزار سواروں کی جماعت تھی۔ اس نے امام حسینؓ کے قافلہ کے سامنے ہی پڑاؤ ڈالا۔ ظہر کی نماز کے وقت امام حسینؓ نے اذان کا حکم دیا اور اقامت کے وقت اپنے خیمہ سے نکل کر حُر کے دستے کے سامنے حمد و ثنا کے بعد ان الفاظ میں تقریر کی :۔

لوگو! میں اللہ تعالیٰ اور تم لوگوں سے عذر طلب کرتا ہوں میں تمہارے پاس اپنی مرضی سے نہیں آیا۔ بلکہ میرے پاس تمہارے خطوط پہنچے، قاصد بھی آئے اور یہ پیغام پہنچایا کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے۔ آپ آئیے شاید خداوند تعالیٰ آپ کے ذریعہ ہمیں ہدایت کی راہ دکھائے۔ میں اب آ گیا

---

[1] طبری ج ۷، صفحہ ۲۹۲

Marfat.com

ہوں اگر تم عہد و میثاق کے ذریعے مجھے یہ یقین دلا دو تو میں تمہارے شہر کی جانب رُخ کروں اور اگر تم لوگ ایسا کرنے کے لیے تیار نہیں ہو اور ہمارا یہاں آنا تمہیں ناپسند ہے تو میں جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس چلا جاتا ہوں۔

اس تقریر سے سب پر خاموشی چھا گئی اور کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آپ نے اقامت کا حکم دیا اور حُر سے دریافت کیا کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھو گے یا علیحدہ؟ حُر نے کہا نہیں آپ کے ساتھ ہی نماز پڑھوں گا۔ یہ ایک نیک شگون تھا غرض اس نے آپ کے پیچھے نماز ادا کی۔ نماز کے بعد امام حسینؑ اپنے خیمہ میں واپس آئے اور حُر اپنی اقامت گاہ کی جانب چلا گیا۔ بعد ازاں عصر کی نماز کے بعد آپ نے قافلہ کو کوچ کا حکم دیا روانگی سے قبل پھر امام حسین نے تقریر کی۔

لوگو! اگر تم خُدا سے خوف رکھتے ہو اور حق دار کا حق پہچانتے ہو تو یہ خُدا کی خوشنودی کا باعث ہوگا۔ ہم اہل بیت، خلافت کے ان مدعیانِ باطل کے مقابلہ میں جنہیں اس کا کوئی حق نہیں پہنچتا اور جو تم پر ظلم و سرکشی کے ساتھ حکومت کرتے ہیں خلافت کے صحیح معنیٰ میں مستحق ہیں اگر تمہیں ہمارا یہاں آنا پسند نہیں اور تم ہمارا حق نہیں پہچانتے اور تمہارا خیال اس سے مختلف ہے جو تم نے خطوط اور قاصدوں کے ذریعہ ظاہر کیا تو میں اب بھی واپس ہو سکتا ہوں [1]

امام حسینؑ اور حُر کی گفتگو اس تقریر پر حُر نے دریافت کیا، قاصدوں اور خطوط سے آپ کی کیا مراد ہے؟ حُر کے اس تعجب آمیز سوال پر

[1] طبری ج ۷ صفحہ ۲۹۷ - ۲۹۸

امام حسینؑ نے اہل کوفہ کے خطوط کے دو تھیلے منگوائے اور حُر کے سامنے ڈلوا دیئے حُر نے کہا ہمیں ان اشخاص سے کوئی تعلق نہیں جنہوں نے آپ کے پاس خطوط بھیجے ہیں ہمیں تو یہ حکم ملا ہے کہ آپ جس جگہ بھی ہمیں ملیں ہم آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں اور آپ کو اپنے ہمراہ لے جا کر ابن زیاد کے پاس کوفہ پہنچا دیں۔ امام حسینؑ نے فرمایا، تمہاری موت شاید قریب آ پہنچی ہے یہ کہہ کر آپ نے اہل بیت کے قافلے کو واپس لے جانا چاہا لیکن حُر نے مزاحمت کی امام حسینؑ نے ارشاد فرمایا۔ تیری ماں تجھے روئے تو چاہتا کیا ہے؟ حُر نے جواب دیا اگر آپ کے علاوہ کوئی دوسرا عرب زبان سے یہ فقرہ نکالتا تو میں بھی برابر کا جواب دے سکتا تھا لیکن خدا کی قسم! میں آپ کی والدہ کا نام عزت ہی سے لوں گا۔ امام عالی مقام نے فرمایا پھر آخر تمہاری منشا کیا ہے حُر نے جواب دیا صرف اتنی بات کہ آپ ہمارے ساتھ ابن زیاد کے پاس چلے چلیں۔ آپ نے فرمایا میں تمہاری بات نہیں مان سکتا حُر نے کہا تو پھر میں بھی آپ سے ہرگز علیحدہ نہیں ہو سکتا اس رد و کد میں سخت کلامی تک نوبت پہنچی آخر کار حُر نے کہا، مجھے آپ سے جنگ کی اجازت نہیں صرف یہ حکم ملا ہے کہ آپ جہاں ملیں آپ کو نرغے میں لے کر کوفہ پہنچا دوں اس لیے مناسب یہ ہے کہ آپ ایسا راستہ اختیار کریں جو کوفہ اور مدینہ کے بین بین ہو اس عرصہ میں میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں اور آپ یزید سے خط و کتابت کیجئے شاید اس طرح کوئی بہتر صورت پیدا ہو جائے اور میں اس آزمائش سے نجات پاؤں۔ حُر کے اس دانش مندانہ مشورہ پر امام حسینؑ عذیب اور قادسیہ کی بائیں طرف ہٹ کر چلنے لگے حُر بھی آپ کے ہمراہ رہا [1]

مقام بیضا میں خطبہ

مقام بیضا میں آپ نے پھر ایک بصیرت افروز اور پُرجوش خطبہ دیا کہ:—

۱؎ ابن اثیر ج ۴ ص ۲۰

Marfat.com

"اے لوگو! رسول کریم صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے ظالم، حرام کو حلال قرار دینے والے خُدا کے عہد کو توڑنے والے، سنّت رسول اللہ کے مخالف اور خُدا کے بندوں پر ظلم و ستم سے حکمرانی کرنے والے بادشاہ کو دیکھا اور اُسے قولاً و فعلاً شرم و غیرت نہ آئی تو خدّاوند تعالیٰ کو یہ حق ہے کہ اسے اس بادشاہ کی جگہ دوزخ میں داخل کرے۔ لوگو! ہوشیار ہو جاؤ ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال لیا ہے۔ اور رحمان کی بندگی سے انہوں نے سرتابی کی ہے ملک میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا رکھی ہے انہوں نے حدود الٰہی کو بے کار محض ثابت کر دیا ہے یہ لوگ مال غنیمت میں اپنا حصہ زیادہ مقرر کرتے ہیں انہوں نے خدّاوند تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کر دیا ہے۔ اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کر دیا ہے ان امور کی بنا پر مجھے غیرت آنے کا زیادہ حق پہنچتا ہے میرے پاس تم لوگوں کے خطوط پہنچے۔ تمہارے قاصد بھی آئے کہ تم نے بیعت کا تہیہ کر لیا ہے اور تم مجھے بے یار و مددگار کس مپرسی کے عالم میں نہ چھوڑو گے لہذا اگر تم اپنی بیعت پوری کرو گے تو راہ راست پر چلو گے میں علی کرم اللہ وجہ اور فاطمہ بنت رسول اللہ کا بیٹا حسین ہوں۔ میری جان تمہاری جانوں کے برابر اور میرے اہل تمہارے اہل کے برابر ہیں۔ میری شخصیت تم لوگوں کے لیے ایک نمونہ ہے اور اگر تم ایسا کرنے کے لیے تیار نہیں ہو اور عہد شکنی کر کے میری بیعت سے سبکدوشی کا ارادہ رکھتے ہو تو قسم بخدا یہ بھی تمہاری ذات سے بعید نہیں ہے مجھے اس پر بھی حیرت

Marfat.com

نہیں ہے۔ کیونکہ تم اس سے پیشتر میرے باپ اور میرے بھائی۔ میرے ابن عم مسلم بن عقیلؓ کے ساتھ اس قسم کا غدارانہ سلوک کر چکے ہو وہ دھوکے میں ہے جو تمہارے دام فریب میں آ گیا تم نے اپنی کرتوتوں سے اپنا حصہ اور اپنا نصیب ضائع کر دیا جو شخص عہد کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ گویا اپنی ذات سے عہد شکنی کرتا ہے عنقریب اللہ تعالیٰ مجھے تمہاری مدد سے بے نیاز اور بے پروا کر دے گا۔ [۱]

یہ تقریر سننے کے بعد حُر نے کہا، میں خدا کو شاہد جان کر یہ گواہی دیتا ہوں کہ اگر آپ نے جنگ کی تو آپ قتل کر دیے جائیں گے۔ امام حسینؓ نے ارشاد فرمایا تم مجھے موت سے ڈراتے ہو کیا تمہاری بدبختی اور سنگدلی اس درجہ پہ پہنچ جائے گی کہ تم میرے خون سے ہاتھ رنگنے کے لیے آمادہ ہو جاؤ گے مجھے سمجھ نہیں آتی کہ میں تمہاری بات کا سوائے اس اس کے اور کیا جواب دوں جو اوسی کے چچا زاد بھائی نے اوسی کو اس وقت دیا تھا جب اوسی نے اسے قتل کا خوف دلا کر آنحضرت صلعم کی رفاقت سے باز رکھنا چاہا تھا اور یہ کہا تھا کہ اگر تم رسول خدا کی امداد کے لیے نکلو گے تو تمہیں تہ تیغ کر دیا جائے گا۔ اس پر اوسی نے یہ جواب دیا تھا کہ

"میں عنقریب روانہ ہوں گا اور موت جوانمرد کے لیے باعث رسوائی و شرم نہیں جب کہ اس کی نیت نیک ہو اور مسلمان کی حیثیت میں جہاد کرے،

حُر نے یہ جواب سنا تو ایک طرف ہو کر چلنے لگا۔ [۲]

قیس بن مسہر کی شہادت

عذیب کے مقام پر امام حسینؓ کو چار خیرخواہ ملے جو طرماح بن عدی کی قیادت میں کوفہ کی خبریں لیے ہوئے

---

[۱] ابن اثیر ج ۴ ص ۴۷، ۴۸۔ [۲] ابن اثیر ج ۴ ص ۴۸۔

Marfat.com

آ رہے تھے۔ حُر نے کہا، یہ لوگ کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ اس لیے میں انہیں روکوں گا یا واپس کر دوں گا۔ امام حسینؓ نے فرمایا یہ میرے رفقا ہیں اور ان لوگوں جیسے ہیں جو میرے ہمراہ آتے ہیں۔ اس لیے اپنی ذات کی طرح میں ان کی بھی حفاظت کروں گا۔ اور اگر تم اپنے قول و قرار پر قائم نہ رہے تو میں تمہارے خلاف لڑوں گا۔ یہ سُن کر حُر باز آ گیا۔ امام حسینؓ نے اُن سے دریافت کیا کہ اہلِ کوفہ کا کیا حال ہے؟ مجمع بن عدی نے کہا عمائدِ کوفہ کو بڑی بڑی رقوم کی رشوت دی گئی ہے۔ اور ان کی تھیلیاں روپوں اور اشرفیوں سے پُر کر دی گئی ہیں۔ اس لیے وہ سب آپ کے خلاف آمادہ ہیں۔ البتہ عوام کے دل آپ کی طرف راغب ہیں۔ لیکن کل ان کی تلواریں بھی آپ کے خلاف نیام سے باہر ہوں گی بعد ازاں آپ نے ان سے قیس بن مسہر صیداوی کے متعلق دریافت کیا انہوں نے جواب دیا کہ وہ قتل کر دیے گئے ہیں قیسؓ کے قتل کی خبر سن کر آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آپ نے یہ آیت پڑھی۔ فمنهم من قضیٰ نحبه ومنهم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا، (ترجمہ) پس ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنی منت پوری کر دی یعنی وہ اسلام کی راہ میں کام آئے اور بعض اس کے منتظر ہیں انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔

آپ نے اس کے بعد قیس کے لیے دعائے مغفرت کی۔ فرمایا ہم کو اور ان لوگوں کو جنت الفردوس عطا فرما اور اپنی رحمت کے جوار میں ہمارے اور ان کے لیے ذخیرۂ انعام و اکرام کا بہترین حصہ محفوظ رکھ۔ [1]

طرماح بن عدی کی دعوت

طرماح بن عدی نے امام حسینؓ کو اس حال میں دیکھ کر عرض کیا آپ کے ہمراہ کوئی جماعت بھی نہیں ہے اتنے

---

[1] ابن اثیر ج ۴ ص ۲۱ و ص ۲۲ ایضاً ص ۴۲

آدمیوں کے لیے تو یہی لوگ کافی ہیں۔ جو اس وقت آپ کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں یعنی حر کا دستہ فوج۔ میں نے کوفہ میں روانگی سے پیشتر اتنا کثیر اجتماع دیکھا ہے کہ اس سے پہلے نہ کبھی دیکھا نہ سنا۔ یہ اجتماعی قوت آپ کے خلاف بہم پہنچائی گئی ہے۔ میں آپ کو خدا کا واسطہ دلاتا ہوں کہ اگر آپ کے بس میں ہو تو آپ ایک بالشت بھی پیش قدمی فرمائیں۔ اگر آپ ایسے مقام پر جانا چاہتے ہیں جہاں کے باشندے اس وقت تک آپ کی حفاظت کرتے رہیں گے جب تک آپ کوئی صحیح رائے قائم نہ کر لیں تو آپ ہمارے ہمراہ چلے چلیں اور دامن کوہ میں قیام پذیر ہوں۔ یہ پہاڑ اتنا مضبوط ہے کہ اس کے ذریعے سے ہم نے غسّان، حمیری، نعمان بن منذر اور تمام ابیض و احمر قوتوں کو روکا ہے خدا کی قسم، جو ہمارے یہاں آیا کبھی ذلیل و خوار نہیں ہوا چلیئے میں آپ کو ساتھ لیے چلتا ہوں۔ آپ ٹھہریں وہاں آپ تمام قبائل سے امداد لے سکتے ہیں۔ ہم بیس ہزار طائی بہادروں سے آپ کی مدد کریں گے جو آپ کے سامنے اپنی تلوار کے جوہر دکھائیں گے اور کوئی شخص آپ کے قریب نہیں پہونچنے پائے گا۔ امام حسینؑ نے اس دعوت کے جواب میں شکریہ ادا کیا کہ خدا تمہیں اور تمہاری قوم کو جزائے خیر دے ہم میں اور ان لوگوں میں عہد ہو چکا ہے اس کی رو سے اب ہم واپس نہیں ہو سکتے۔ ہم کو یہ بھی پتہ نہیں کہ ہمارے اور ان کے معاملات کیا صورت حال اختیار کریں گے۔ طرماح بن عدی دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے اپنے بیوی بچوں سے ملنے کے لیے وطن چلے گئے۔ وہ حسب وعدہ امداد کے لیے آئے بھی لیکن بعد از وقت کیونکہ امام حسینؑ کی شہادت کا واقعہ اتنی جلد ظہور میں آیا کہ کوئی مددگار اس قلیل عرصہ میں پہونچ سکتا ہی نہ تھا۔ طرماح بن عدی کو اس واقعہ ہائلہ کی اطلاع راستہ ہی میں موصول ہوئی۔

Marfat.com

قصر بنی مقاتل کی منزل

عذیب الہجانات کے مقام سے قافلہ نے قدم آگے بڑھائے تو قصر بنی مقاتل کے مقام پر پڑاؤ کیا یہاں کسی کا خیمہ نصب تھا امام حسینؓ نے دریافت کیا کہ یہ خیمہ کس کا ہے؟ معلوم ہوا کہ عبداللہ بن حر جعفی اس خیمہ کا صاحب ہے۔ آپ نے فرمایا انہیں بلا لاؤ کسی نے جا کر ان سے کہا، انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور جواب دیا کہ میں صرف اس لیے کوفہ سے آیا تھا کہ میں اپنی موجودگی میں وہاں امام حسینؓ کی آمد پسند نہیں کرتا تھا۔ اس لیے میں اب بھی ان کے روبرو ہونا نہیں چاہتا۔ یہ جواب امام حسینؓ کو پہنچایا گیا، امام حسینؓ خود اس کے پاس تشریف لے گئے اور اپنی مدد کے لیے کہا لیکن عبداللہ نے آپ کو بھی وہی جواب دیا جو پیشتر دے چکے تھے۔ امام حسینؓ نے فرمایا۔ اچھا اگر تم مدد نہیں کرتے تو کم از کم خدا کا خوف دل میں رکھتے ہوئے میرے خلاف لڑنے والوں کی جماعت میں شامل نہ ہونا۔ عبداللہ نے جواب دیا، انشاء اللہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ بعد ازاں امام حسینؓ اپنی اقامت گاہ کی جانب واپس آئے جب ایک پہر رات گذری تو آپ کی آنکھ لگ گئی اچانک آپ انا للہ وانا الیہ راجعون اور الحمد للہ رب العالمین پڑھتے ہوئے بیدار ہو گئے۔ آپ کے صاحبزادے زین العابدینؓ نے دریافت کیا آپ نے الحمد للہ اور انا للہ کا ورد کیوں فرمایا؟ آپ نے فرمایا میری آنکھ لگ گئی تھی میں نے خواب میں ایک سوار دیکھا وہ کہہ رہا تھا کہ قوم جا رہی ہے اور موت اس کی طرف بڑھ رہی ہے یہ خواب ہماری موت کی خبر ہے۔ بہادر اور دلیر صاحبزادے نے جواب دیا۔ خدا آپ کو برے وقت سے محفوظ رکھے کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا، خدا کی قسم ہم حق پر ہیں۔ امام زین العابدینؓ نے عرض کیا، ابا جان، اگر حق کی راہ میں موت آتی ہے

تو پروا نہیں۔ امام حسینؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ میری جانب سے تم کو اس کی جزائے خیر دے اس شب کی صبح کو جس میں آپ نے خواب دیکھا تھا، امام حسینؓ نے کوچ کا اعلان کر دیا۔

حُر کے نام ابن زیاد کا فرمان

قصر بنی مقاتل سے روانہ ہو کر قافلہ نینوا میں فروکش ہوا۔ حُر ہمراہ ہی تھا۔ یہاں اسے ابن زیاد کا فرمان ملا کہ میرا خط دیکھتے ہی امام حسینؓ کو گھیرے میں لے کر اور ایسے چٹیل میدان میں اتار دو جہاں کوئی قلعہ اور پانی کا چشمہ نہ ہو۔ حُر نے یہ فرمان امام حسینؓ کو سنا دیا اور انہیں اس قسم کے میدان کی طرف لے جانا چاہا۔ حسینی لشکریوں نے کہا ہمیں اپنی مرضی پر چھوڑ دو ہم نینوا، غاضریہ یا شفقیہ میں ڈیرے ڈال دیں گے۔ حُر نے کہا ہم ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارے ساتھ جاسوس ہیں۔ اس پر زہیر بن قینؓ نے کہا یا ابن رسول اللہ آئندہ جو وقت آ رہا ہے اس سے کہیں زیادہ سخت ہوگا۔ اس لیے ابھی لڑنا مناسب ہے اس دستے کے بعد جو فوجیں آئیں گی ان کا مقابلہ دشوار رہے گا۔ لیکن امام حسینؓ نے جواب دیا میں اپنی طرف سے لڑائی کی پہل نہیں کروں گا۔ زہیرؓ نے کہا۔ کم از کم اتنا تو کیجیے کہ سامنے والے قریے میں پڑاؤ کر لیجیے وہاں فرات کا کنارا ہے گاؤں بھی مضبوط معلوم ہوتا ہے اگر یہ لوگ وہاں جانے میں مزاحم ہوں گے تو ہم ان کا مقابلہ کریں گے کیونکہ ان سے لڑنا بعد میں آنے والوں کی بہ نسبت زیادہ سہل ہے۔ امام حسینؓ نے گاؤں کا نام دریافت کیا۔ معلوم ہوا اس کا نام عقر ہے آپ نے فرمایا خدایا میں تجھ سے "عقر" (ذبح کرنا) سے پناہ مانگتا ہوں۔ قصہ مختصر بروز پنج شنبہ محرم ۶۱ھ کو نینوا کے میدان کرب و بلا میں اہل بیت کا یہ قافلہ خیمہ زن ہوا۔ [1]

---

[1] ابن اثیر ج ۴، ص ۲۳، ۲۴

Marfat.com

عمرو بن سعد اور رے

عمرو بن سعد دیالمہ کی سرکوبی کے لیے ایک مہم پر پروانہ ہو چکے تھے کہ ابن زیاد نے واپسی کے احکام صادر کر دیے۔ جب ان دونوں کی ملاقات ہوئی تو ابن زیاد نے کہا حسینؓ کا مقابلہ اس وقت، وقت کی اہم ضرورت ہے پہلے اس سے فارغ ہو لو پھر مہم پر واپس جانا عمرو بن سعد نے کہا، خدا امیر پر رحم کرے، میں اس خدمت سے معذور ہوں۔ ابن زیاد نے کہا اگر تمہیں اس بارے میں کچھ تامل ہے تو رے کی حکومت سے جواب ہے اس دھمکی پر ابن سعد نے اس مسئلہ پر غور و خوض کی مہلت طلب کی۔ ابن زیاد نے مہلت دے دی۔ ابن سعد نے اپنے خیر خواہوں سے اس بارے میں صلاح مشورے لیے اس گناہ کی تائید کون کر سکتا تھا سب نے بالاتفاق اس ارادہ کی مخالفت کی۔ حمزہ بن مغیرہ جو عمرو بن سعد کے بھانجے تھے انہوں نے آ کر کہا۔ ماموں میں آپ کو قسم دلاتا ہوں کہ آپ امام حسینؓ کے مقابلہ میں نکل کر اپنے ذمہ گناہ نہ لیں۔ قطع رحمی ہرگز نہ کریں، خدا کی قسم اگر آپ کی دنیا، مال اور حکومت سب ہاتھوں سے چھین لیے جائیں تو وہ کہیں اس سے بہتر ہے کہ آپ خدا سے اس حال میں ملیں کہ آپ کے ہاتھ امام حسینؓ کے خون سے لتھڑے ہوئے ہوں۔ عمرو بن سعد نے کہا، انشاء اللہ میں اسی مشورہ پر عمل درآمد کروں گا۔ [1]

عمارؓ بن عبداللہ بن یسار اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے۔ کہ ابن سعد کو امام حسینؓ کے مقابلہ میں نکلنے کا حکم ملنے کے بعد میں اس کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے ذکر کیا کہ امیر نے مجھے حسینؓ کے مقابلہ میں جانے کا حکم دیا تھا مگر میں نے

---

[1] طبری ج ۶، صفحات ۳۰۸-۳۰۹،

Marfat.com

اس سے انکار کر دیا ہے۔ عبداللہ نے کہا خدا تم کو نیک ہدایت دے ہرگز ایسا نہ کرنا اور مقابلہ کے لیے کسی صورت میں بھی نہ نکلنا۔ یہ کہہ کر عبداللہ تو چلے گئے بعد ازاں نہیں معلوم ہوا کہ ابن سعد روانگی کی تیاریوں میں مصروف ہے تو پھر یہ دوبارہ اس سے ملے مگر اس مرتبہ ابن سعد نے انہیں دیکھتے ہی منہ پھیر لیا۔ عبداللہ اس کا مطلب سمجھ گئے اور واپس چلے آئے۔ قطعی فیصلہ کے بعد ابن سعد، ابن زیاد سے ملا اور یہ کہا کہ میں نے امام حسینؓ سے لڑنے کا قطعی فیصلہ کر لیا ہے آپ فلاں فلاں کوفیوں کو میرے ہمراہ کر دیں۔ ابن زیاد نے کہا تمہیں اس بات میں دخل دینے کی ضرورت نہیں ہے میں جنہیں چاہوں گا چن لوں گا۔ اگر تمہیں لڑنا ہے تو میری منتخب کردہ فوج کے ہمراہ لڑو ورنہ فرمان حکومت سے صاف انکار کر دو۔ جب ابن سعد نے دیکھا کہ ابن زیاد میری کوئی بات نہیں مانتا تو اس نے مجبوراً اسی کی منتخبہ فوج قبول کر لی۔ [1]

ابن سعد، نینوا میں

۲ محرم ۶۱ھ کو ابن سعد چار ہزار فوج لے کر نینوا پہونچا، ابن سعد نے عزرہ بن قیس کو امام حسینؓ کے پاس ان کی آمد کی غرض دریافت کرنے کے لیے بھیجنا چاہا لیکن عزرہ نے اس لیے صاف انکار کر دیا کیونکہ وہ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے امام حسینؓ کے پاس دعوتی خطوط بھیجے تھے۔ اس کے انکار پر جن دوسرے اشخاص کو اس خدمت کے لیے آمادہ کرنا چاہا وہ بھی اسی شرم کی وجہ سے نہیں جا سکے اس لیے اس کثیر التعداد مجمع میں کوئی شخص بھی اس کام کی حامی نہیں بھرتا تھا۔ آخر کار کثیر بن عبداللہ شعبی نے اپنی آمادگی کا اظہار کیا اور یہ کہا کہ اگر اس کے علاوہ اور کوئی مقصد بھی ہو تو میں اس کے لیے بھی تیار ہوں۔ ابن سعد نے

---

[1] طبری ج ۷، صفحہ ۳۰۸، ۳۰۹

Marfat.com

نے کہا، نہیں اور کوئی مقصد نہیں ان سے صرف یہ دریافت کرو کہ ان کی آمد کی غرض کیا ہے؟ غرض کثیر پیغام لے کر چلا ابو ثمامہ صائدی نے امام حسینؓ کو اطلاع دی کہ ابو عبداللہؓ کثیر جو روئے زمین کا شریر ترین آدمی ہے۔ اور جسے کسی کا خون بہانے میں کوئی تامل نہیں ہوتا، آ رہا ہے۔ کثیر بن عبداللہ جب آ پہنچا تو ابو ثمامہ نے اس سے کہا۔ تلوار الگ رکھ کر امام حسینؓ سے ملاقات کرو۔ کثیر نے جواب دیا یہ ہرگز نہ ہو گا۔ میں قاصد ہوں پیغام لے کر آیا ہوں۔ اگر سننا چاہو گے سنا دوں گا۔ ورنہ لوٹ جاؤں گا۔ ابو ثمامہ نے کہا، اچھا اگر تلوار نہیں رکھتے تو میں تمہاری تلوار کے قبضے پر ہاتھ دھرے رہوں گا۔ تم اس اثنا میں امام حسینؓ سے گفتگو کر لینا۔ کثیر بن عبداللہ نے کہا میں یہ بھی نہیں ہونے دوں گا ابو ثمامہ نے کہا، اچھا تو مجھے پیام سنا دو میں امام حسینؓ کے گوش گذار کر دوں گا۔ کثیر بن عبداللہ اس پر بھی تیار نہ ہوا اور پیغام پہنچائے بغیر واپس ہو گیا اس کی واپسی پر ابن سعد نے قرہ بن سعد حنظلی کو بھیجا یہ نیک اور سلجھے ہوئے شخص تھے انہوں نے سلام کے بعد امام حسینؓ کو ابن سعد کا پیغام پہنچایا۔ امام حسینؓ نے جواب دیا کہ تمہارے اہل شہر نے مجھے خطوط بھیج کر مدعو کیا ہے اب اگر تم کو میرا آنا گوارا نہیں ہے تو واپسی کے لیے تیار ہوں۔ قرہ نے ابن سعد کو یہ پیغام پہنچایا اس نے جواب سن کر اطمینان و سکون کا دم بھرا اور دل ہی دل میں کہا کہ مجھے اب امید نظر آئی ہے کہ خداوند تعالٰی مجھے امام حسینؓ کے ساتھ جنگ کی آزمائش میں نہیں ڈالے گا۔ غرض اس نے اپنا سوال اور امام حسینؓ کا جواب تحریر کر کے ابن زیاد کو بھیج دیا لیکن کارکنان قضا و قدر کو کچھ اور ہی منظور تھا ابن زیاد نے مصالحت کی صورت منظور نہیں کی اور ابن سعد کو جواب تحریر کیا۔

Marfat.com

تمہارا خط ملا تم نے جو کچھ تحریر کیا ہے میں اس کا مطلب سمجھ گیا ہوں تم حسینؓ اور اس کے کل ہمراہیوں سے یزید کی بیعت لے لو جب وہ بیعت کر لیں گے اس وقت غور کیا جائے گا۔

ابن سعد کو یہ تحریر ملی تو اس نے کہا، معلوم ہوتا ہے ابن زیاد میں و عافیت کے حق میں نہیں ہے۔ [1]

فرات پر پہرہ

اس حکم کے فوراً بعد ابن زیاد نے یہ حکم بھیجا کہ حسینؓ اور ان کے ہمراہیوں کو فرات کا پانی نہ پینے دو اس پر پہرے بٹھا دو جس طرح مظلوم امیر المومنینؓ کے ساتھ کیا گیا تھا" اس حکم کی تعمیل میں ابن سعد نے پانسو سواروں کا ایک دستہ فرات کا پانی روکنے کے لیے مقرر کر دیا اس فوجی دستہ نے ۷ محرم سے پانی پر ناکہ بندی کر دی۔ عبداللہ بن ابی حصین نے امام حسینؓ سے خطاب کرتے ہوئے کہا حسینؓ! دیکھو پانی کس طرح چھلک رہا ہے لیکن خدا کی قسم! تمہیں اس میں سے ایک قطرہ بھی نہیں ملے گا۔ تم اس طرح پیاس کی حالت میں دنیا سے سدھارو گے آپ نے فرمایا، خدایا! اس کو بھی پیاسا مار اور اس کی بخشش نہ فرما [2]

جب امام حسینؓ کے لشکر پر پیاس کی شدت کا غلبہ ہوا تو امام حسینؓ نے اپنے سوتیلے بھائی عباس بن علیؓ کو تیس [3] سوار اور ۲۰ پیادوں کی جماعت کے ہمراہ پانی لینے کے لیے روانہ کیا جب یہ ساحل فرات پر پہونچے تو عمرو بن حجاج نے مزاحمت کی لیکن عباسؓ نے اسے وہاں سے بزور ہٹا دیا۔ اور پیادوں نے چاروں طرف سے گھر کر مشکیں پانی سے بھر لیں۔ عباسؓ بن علیؓ نے انہیں لشکر میں بھیج دیا۔ [3]

---

[1] طبری ج ۶، صفحہ ۲۱۱، ۲۱۲، [2] ایضاً، [3] اخبار الطوال صفحہ ۲۹۶

امام حسینؑ اور عمرو بن سعد

امام حسینؓ نے عمرو بن سعد کے پاس پیغام بھیجا کہ میں رات کو کسی وقت اپنے اور تمہارے لشکر کے درمیان تم سے ملاقات کرنی چاہتا ہوں آپ کی اس آرزو پر ابن سعد بیس آدمیوں کے ہمراہ موعودہ مقام پر آیا۔ امام حسینؓ کے ہمراہ بھی بیس آدمی آئے تھے لیکن آپ نے انہیں علیحدہ کر دیا آپ کی دیکھا دیکھی ابن سعد نے بھی اپنے آدمی ہٹا دیے دونوں میں رات کی خاموشی میں کافی دیر تک گفتگو جاری رہی۔ اس گفتگو کا صحیح علم کسی کو نہیں بعض راویوں نے بیان کیا ہے کہ امام حسینؓ نے یہ تجویز پیش کی کہ ہم دونوں اپنی فوجیں یہیں چھوڑ کر یزید کے پاس چلے چلتے ہیں۔ ابن سعد نے کہا میرا گھر گرا دیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا میں اسے دوبارہ تعمیر کرا دوں گا۔ ابن سعد نے کہا میری جائداد ضبط ہو جائے گی آپ نے فرمایا میں اس سے بہتر جائداد دوں گا لیکن ابن سعد کسی طرح بھی ہمراہ جانے کے لیے آمادہ نہ ہوا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ امام حسینؓ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو۔ خدا کی زمین بہت فراخ ہے۔ کہیں نہ کہیں میں چلا جاؤں گا۔ جب تک لوگ کسی نہ کسی فیصلے پر آمادہ نہ ہو جائیں[1]

ابن زیاد کی تاکید

ابن سعد اگرچہ دنیاداری جاہ پسندی کے لالچ میں امام حسینؓ سے جنگ کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا لیکن اس کا ضمیر اس پر اب بھی لعن طعن کر رہا تھا اول تو وہ امام حسینؓ کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ عبد مناف پر چھٹی پشت میں دونوں کا نسب نامہ مل جاتا ہے۔ دوسرے امام حسینؓ کی ذات گرامی وہ تھی کہ جس سے ہر شخص کو خواہ مخواہ مروت اور ہمدردی کا اظہار کرنا پڑتا تھا۔ غرض ابن سعد نینوا آنے کے بعد برابر لڑائی سے گریز کرتا رہا اس خیال سے کہ ممکن ہے کوئی مصالحت کی صورت پیدا

---

[1] اخبار الطوال صفحہ ۲۵۲ ،

Marfat.com

ہو جائے۔ ابن زیاد نے اس دانستہ تاخیر کا احساس کیا اور ایک آخری فرمان بھیجا۔

میں نے تمہیں اس لیے روانہ نہیں کیا کہ تم معاملے کو کھٹائی میں ڈالتے رہو دن پر دن بڑھاتے رہو اور امام حسینؓ کے حق میں سفارشی بن کر ان کی زندگی اور سلامتی کی آرزو کرو۔ تم حسینؓ اور ان کے ہمراہیوں سے میرے حکم کی تعمیل کے لیے کہو اگر مان جائیں تو سب کو ہمارے پاس روانہ کر دو۔ اور اگر نہ مانیں تو فوراً حملہ کر دو کہ وہ باغی اور جنگجو طبیعت رکھتے ہیں اگر یہ کام تمہارے بس کا نہیں تو فوج شمر ذی الجوشن کے حوالے کر کے فوراً علیحدہ ہو جاؤ ہم نے جو حکم دیا ہے وہ اُسے پورا کریں گے [1]

یہ فرمان ابن سعد کے پاس شمر ذی الجوشن اور عبداللہ بن ابی المحل لے کر آئے تھے شمر اور عبداللہ دونوں کے حضرت علی کرم اللہ وجہ کی اہلیہ ام بنین سے قرابت دارانہ تعلقات تھے۔ اور عباسؓ، عبداللہؓ، جعفرؓ، اور عثمانؓ انہیں کے بطن سے تھے اس لیے عبداللہ نے شمر سے کہا کہ ہمارے بنی اخت امام حسینؓ کے ساتھ ہیں اگر امیر کی رائے ہو تو ان کے پاس امان نامہ بھیج دیا جائے۔ شمر ذی الجوشن اس پر راضی ہو گیا اور اسی وقت کاتب سے امان نامہ تحریر کرا دیا۔ عبداللہ نے یہ تحریر اپنے غلام کرمان کے ہمراہ عباسؓ وغیرہ کے پاس بھیجی غلام نے یہ تحریر حوالے کی اس پر غیرت مند عباسؓ اور ان کے بھائیوں نے جواب دیا کہ ہمیں امان کی ضرورت نہیں ہے۔ خدا کی امان ابن سمیہ کی امان سے بہتر ہے [2]

ابن سعد کا آخری فیصلہ

شمر نے ابن زیاد کا فرمان ابن سعد کو پہنچایا تو وہ پڑھ کر بہت برافروختہ ہوا اور کہا تمہارا بُرا ہو اور جو چیز تم میرے پاس

---

[1] طبری ج ۶، ص ۲۳۶۔

لائے ہو خدا اس کا بھی برا کرے، خدا کی قسم! معلوم ہوتا ہے کہ میں نے ابن زیاد کو جو کچھ تحریر کیا تھا اس کے قبول کرنے سے تم ہی نے اسے روکا ہے۔ مجھے امید تھی کہ مصالحت کی کوئی صورت نکل آئے گی۔ امام حسینؓ کے دل میں خودداری اور رحمت ہے نہ کبھی اس کے سامنے نہیں جھکیں گے۔ شمر یہ باتیں سن کر بولا، بتاؤ اب کیا خیال ہے؟ امیر کے حکم کی تعمیل میں ان کے دشمنوں کو قتل کرو گے یا نہیں؟ اگر قتل نہیں کرتے تو فوج کی کمان میرے سپرد کر دو۔ گو ابن سعد کے ضمیر نے ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا لیکن اس کے اندر قوت تمیز کی صلاحیت مفقود ہو چکی تھی۔ وہ حسینؓ کے خون پر رے کی حکومت کے تصور کو بھینٹ نہیں چڑھا سکتا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ میں خود اس کام کو انجام دے لوں گا تم پیادہ فوج کی نگرانی کرو۔[1]

اس آخری حکم اور حتمی فیصلے کے بعد ابن سعد نے ۹ محرم ۶۱ھ کو جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ جنگ کی ابتدا سے قبل شمر نے حسینی لشکر کے قریب پہنچ کر ایک مرتبہ پھر عباسؓ اور ان کے بھائیوں کو سمجھایا کہ بنی اخت! میں تمہیں پناہ دیتا ہوں اس دفعہ غیور نوجوانوں نے پہلے سے بھی زیادہ کرخت جواب دیا۔

تجھ پر اور تیری امان پر خدا کی لعنت! اگر تو رشتہ میں ہمارا ماموں ہوتا تو ہم کو امان دیتا اور ابن رسول اللہ کو پناہ نہ دیتا۔[2]

ایک رات کی مہلت

۹ محرم ۶۱ھ کو ابن سعد کچھ لوگوں کے ہمراہ امام حسینؓ کی قیام گاہ پر ملاقات کے لیے آیا۔ آپ نے ملاقات کے لیے باہر آنے کا ارادہ کیا لیکن عباسؓ نے روکا اور کہا آپ زحمت نہ فرمائیں میں جاتا ہوں۔

---

[1] طبری ج ۷ ص ۳۱۶، [2] ابن اثیر ج ۴ ص ۲۴،

امام حسینؓ نے فرمایا، اچھا تم ہی جاؤ مگر ان سے یہ دریافت کر لینا کہ یہ لوگ یہاں کیوں آئے ہیں؟ غرض عباسؓ ان سے ملے اور آنے کا منشا دریافت کیا، فوجیوں نے جواب دیا کہ امیر فلاں فلاں غرض سے آئے ہیں غالباً اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ جنگ کا آغاز ہونے والا ہے عباسؓ نے کہا، اچھا ابھی جلدی نہ کرو۔ میں امام حسینؓ سے دریافت کر لوں اور تمہارا مقصد ان پر واضح کر دوں۔ عباسؓ نے امام حسینؓ سے دریافت کیا کہ انہیں کیا جواب دیا جائے آپ نے فرمایا کہ ان سے آج رات کی مہلت اور لے لو کیونکہ آج کی رات ہم دعائیں اور نمازیں پڑھ لیں گے تم جانتے ہو کہ مجھے ان چیزوں کا کتنا شوق ہے۔ عباسؓ نے یہی پیغام جا کر فوجی دستہ کو دیا۔ عمرو بن سعد نے شمر سے مشورہ کیا۔ اس نے کہا آپ امیر ہیں خود بہتر سوچ لیجیے غرض یہ معاملہ دوسرے لوگوں کے سامنے بھی پیش کیا گیا سب نے مہلت دینے پر اتفاق کیا اور ابن سعد اپنی فوج سمیت اپنی قیام گاہ کو واپس ہوا ان لوگوں کی واپسی کے بعد امام حسینؓ نے اپنے ہمراہیوں کے سامنے یہ خطبہ دیا؛ [1]

میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا۔ مصیبت و راحت غرض ہر حال میں اس کی نعمتوں کا شکر گذار ہوں، خدایا! میں تیری حمد وثنا میں کام و دہن اور لب و دندان کو جنبش دیتا ہوں تو نے ہمارے خاندان کو نبوت کی نعمت سے سرفراز کیا تو نے ہمیں سننے والے کان اور دیکھنے والی آنکھیں عطا کی ہیں اس کے لیے بھی ہم تیرا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ تو نے ہمیں قرآن حکیم کی تعلیم دی اور فہم دین کی دولت سے مالا مال کیا اب تو ہمیں اپنے شکر گذار بندوں میں شامل کر۔ امابعد! مجھے اپنے رفقا دوسروں کے رفقا سے زیادہ

---

[1] ابن اثیر ج ۴ صفحہ ۲۹،

Marfat.com

وفادار، نیکوکار اور صلہ رحمی کرنے والے نظر آتے ہیں خداوند تعالےٰ تم لوگوں کو جزائے خیر دے میں ان دشمنوں کی وجہ سے آج کے دن کو بھی کل ہی کا دن سمجھ رہا ہوں اس لیے میں بخوشی تم سب کو چلے جانے کی اجازت دیتا ہوں۔ میری طرف سے کوئی شکایت نہ ہو گی۔ رات ہو چکی ہے ایک۔ ایک اونٹ لو اور میرے اہل بیت کو بھی اپنے ہمراہ لے جاؤ۔ خدا تم سب کو جزائے خیر دے تم لوگ اپنے شہر اور دیہاتوں میں چلے جاؤ یہاں تک کہ تمہارے لیے خدا یہ مشکل آسان کر دے۔ میں یہ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ لوگ تو صرف میری جان کے لاگو ہیں میرے یہاں ہوتے ہوئے وہ کسی کا تعاقب بھی نہیں کریں گے۔

فدایانِ حسینؑ کی تقریریں

اس پُرخلوص تقریر پر تمام اعزہ اور جاں نثاروں نے بیک زبان جواب دیا کہ کیا ہم صرف آپ سے علیحدہ ہو کر اس لیے اپنے گھروں کی راہیں لیں کہ آپ کے بعد زندگی کے دن مزے سے گذاریں! خداوند تعالےٰ وہ وقت نہ لائے اس جواب پر امام حسینؑ نے بنی عقیل سے کہا کہ مسلم بن عقیلؓ کی شہادت تمہاری طرف سے کفارہ ہو چکی اس لیے میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ تم واپس جاؤ لیکن ان باغیرت اور خوددار بھائیوں نے جواب دیا کہ ہم لوگوں کو کیا جواب دیں گے؟ کیا ہم ان سے یہ کہیں کہ ہم اپنے آقا اور اپنے سردار کو دشمنوں کے رحم و کرم پر چھوڑ آئے ہیں۔ ہم نے اُن کی حمایت میں ایک تیر بھی نہیں چلایا ایک تلوار اور ایک نیزہ کا وار بھی نہیں کیا۔ اب نہ معلوم دشمنوں نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہو۔ خدا کی قسم! ہم سے تو یہ ذلت گوارا نہیں ہو سکتی۔ ہم نے تو جان و مال سب آپ پر نچھاور کرنے کی ٹھانی ہے جو آپ کا حال

Marfat.com

سو ہمارا حال۔ بنو عقیل کے بعد مسلم بن عوسجہ اسدی نے کھڑے ہو کر کہا:۔
کیا ہم آپ کو تنہا چھوڑ کر چل دیں اور کل روز حشر خدا وند تعالےٰ کے حضور اپنی حمایتِ حق کا ثبوت پیش نہ کریں، خُدا کی قسم! میں اس وقت تک آپ سے جُدا نہ ہوں گا جب تک دشمنوں کے سینوں میں نیزے پیوست نہ کر لوں اور تلوار کے وار نہ کر لوں قسم بخدا! اگر میرے پاس ہتھیار نہ بھی ہوتے تو میں دشمنوں پر خشت و سنگ کی بارش کرتا آپ پر قربان ہو جانے میں کوتاہی کرتا[1]

مسلم بن عوسجہ اسدیؓ کے بعد سعد بن عبداللہ حنفی نے تقریر کی:۔
خُدا کی قسم! ہم اس وقت تک آپ کا ساتھ دیں گے۔ جب تک خداوند تعالےٰ کو یہ نہ معلوم ہو جائے کہ ہم نے رسول کریم صلعم کے بعد بھی آپ کے فرمان کی تعمیل میں کوتاہی نہیں کی اگر مجھے یہ بھی یقین ہوتا کہ میں ستر مرتبہ قتل ہوں گا اور ہر مرتبہ میری نعش نذرِ آتش کی جائے گی۔ میری خاک فضائے آسمانی میں اُڑا دی جاتے گی تو اس صورت میں بھی میں آپ سے کنارہ کش نہ ہوتا اب تو مجھے یہ معلوم ہے کہ موت صرف ایک ہی بار آئے گی اور اس موت میں ابدی اور سرمدی حیات کا راز مضمر ہے۔

سعد بن عبداللہ حنفیؓ کے بعد زہیر بن قینؓ اُٹھے اور یہ تقریر کی:۔
خُدا کی قسم! میری آرزو یہ ہے کہ میں قتل ہوتا پھر زندہ ہوتا اور پھر مجھے قتل کیا جاتا حتیٰ کہ ہزار مرتبہ یہی کیفیت ہوتی اور اللہ تعالےٰ اس قتل سے آپ کی ذات اور آپ کے اہل بیت کو محفوظ کر دیتا۔

---

[1] ابن اثیر ج ۴ صفحہ ۲۹،

Marfat.com

غرض اس طرح ہر جاں نثار اور عقیدت کیش نے باری باری اپنے جذبات عقیدت کا اظہار کیا اور امام حسینؓ پر یہ حقیقت واضح کر دی کہ ہم آپ کے سچے عاشق ہیں تا دم مرگ آپ کی ہمراہی اور رفاقت سے منہ نہیں موڑیں گے۔ ؎

مزے عشق کے کچھ وہی جانتے ہیں

کہ جو موت کو زندگی جانتے ہیں

شب عاشورہ عاشورہ کی شب جمعرات گذرتے ہی شروع ہوئی یہ وہ ہولناک شب ہے جس کی صبح کو میدان کربلا ایک خونی منظر پیش کرنے والا ہے۔ صرف ایک ہی رات باقی تھی اس میں اللہ تعالیٰ کے حضور جبیں سائی کا شرف بھی حاصل کرنا تھا۔ اور صبح کے لیے جنگی تیاریاں بھی کرنی تھیں آپ نے پہلے یہ کیا کہ منتشر خیموں کو یکجا کرا دیا اور ان کی پشت پر خندق کھدوا کر آگ جلوا دی تاکہ دشمن عقب سے نہ ٹوٹ پڑیں ہتھیاروں کی صفائی بھی کرائی جس وقت آپ کی تلوار صاف کی جا رہی تھی۔ اس وقت آپ نے چند عبرت ناک اشعار پڑھے جن سے آیندہ واقعات پر بہت کچھ روشنی پڑتی تھی۔ امام زین العابدینؓ سے روایت ہے کہ جس شب کی صبح کو میرے پدر بزرگوار نے جام شہادت نوش کیا، میں بیٹھا تھا اور میری پھوپھی میری تیمارداری میں مصروف تھیں۔ اچانک میرے والد محترم نے اپنے ساتھیوں کو خیمہ میں جمع کیا اس وقت خیمہ میں ابوذر غفاری کے غلام جوی تلوار صاف کر رہے تھے اور میرے والد یہ شعر پڑھ رہے تھے ؎

یا دھر اُفٍّ لک من خلیل — کم لک بالاشراق والاصیل

من صاحب او طالب قتیل — والدھر لا یقنع بالبدیل

؎ طبری ج ۶، ص ۲۲۲، ۲۲۳،

Marfat.com

وانما الامر الی الجلیل وکل حی سالک السبیل

(ترجمہ) اے زمانے! تیرا بُرا ہو تو کیا وفا نا آشنا دوست ہے صبح و شام تیرے ہاتھوں کتنے مارے جاتے ہیں اور زمانہ کسی کے ساتھ رعایت نہیں برتتا نہ کسی سے عوض قبول کرتا ہے اور سارا معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے ہر زندہ موت کی راہ پر چلا جا رہا ہے۔

تین چار دفعہ آپ نے یہ اشعار دہرائے میرا دل بھی بھر آیا آنکھوں میں آنسو اُمنڈ آئے مگر میں نے ضبط سے کام لیا میں یہ سمجھ گیا کہ مصیبت دفع ہونے والی نہیں لیکن میری پھوپھی بے اختیار ہو گئیں اور آہ و زاری کرنے لگیں امام حسینؓ نے جب یہ حال دیکھا تو فرمایا، اے بہن، یہ کیا ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان سرکش اور نفس امارہ کی بے صبریاں ہمارے ایمان پر غلبہ پا جائیں" زینب کبریٰؓ نے جواب دیا، بھائی اس حالت میں کیسے صبر ہو سکتا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، مشیت ایزدی کا کچھ ایسا ہی فیصلہ ہے اس پر ان کی بے تابیاں اور زیادہ ہو گئیں۔ امام حسینؓ نے اس موقعہ پر صبر و استقامت کے موضوع پر ایک طویل تقریر فرمائی دوران تقریر میں آپ نے فرمایا:۔

اے بہن! خدا سے ڈر اور خدا کی تعریف سے دلی اطمینان حاصل کر دنیا میں ہر زندگی کے لیے موت ہے۔ آسمان والے بھی ہمیشہ زندہ نہیں رہیں گے ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ پھر موت کے خیال سے اتنی بے قراری کس لیے؟ رسول کریم صلعم کی زندگی ہمارے لیے اور ہر مسلمان کے لیے ایک نمونہ ہے یہ اسوہ ہمیں صبر و سکون اور توکل و تسلیم کی تعلیم دیتا ہے ہمیں چاہیے کہ ہم کسی حال میں بھی سرتابی نہ کریں۔

بعد ازاں آپ نے سب کو عبادت اور استغفار کی تلقین کی۔ راوی کا بیان ہے کہ دشمن

Marfat.com

کے سوار رات بھر حسینی لشکر کے ارد گرد گشت لگاتے رہے۔ امام حسینؑ بلند آواز سے قرآن شریف کی یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے [1]

لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِینَ کَفَرُوا اِنَّمَا نُمْلِی لھم خیرلا نفسھم انما نملی لھم لیزدادوا اِثْمًا لَھم عذاب المھین. ماکان اللہ لیذر المومنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب ۝ (۱۱ آیہ)

(ترجمہ) دشمن یہ خیال نہ کریں کہ ہماری ڈھیل ان کے لیے بھلائی ہے ہم صرف اسی لیے ڈھیل دے رہے کہ ان کا جرم اور زیادہ ہو جائے خدا مومنین کو اسی حالت میں چھوڑ دینے والا نہیں وہ ہر پاک کو ناپاک سے الگ کر دے گا۔

یوم عاشورہ کی صبح جمعہ یا سنیچر کے دن دسویں محرم کو نماز فجر کے بعد عمرو بن سعد نے اپنی فوجیں میدان میں اُتاریں امام حسینؑ نے بھی اپنے اصحاب و احباب کی صف بندی کی ان کے ہمراہ صرف ۳۲ سوار اور ۴۰ پیادے تھے۔ یعنی کل بہتّر افراد تھے آپ نے میمنہ پر زہیر بن القینؓ کو اور میسرہ پر حبیب بن مظاہرؓ کو مقرر کیا اپنے بھائی عباس بن علیؓ کو علم سپرد کیا خیموں کے پیچھے پھر خندقوں میں ایندھن کا ڈھیر کیا گیا اور اس میں آگ جلوا دی تاکہ دشمن عقب سے حملہ آور نہ ہو۔

شمر کی بکواس دشمن کی فوج سے شمر ذی الجوشن گھوڑا دوڑاتا ہوا بڑھا اور آگ جلتی دیکھ کر بولا اے حسینؓ "قیامت سے پہلے ہی تو نے آگ میں جلنا منظور کر لیا" امام حسینؓ نے جواب دیا اے چرواہے کے لڑکے تو ہی آگ میں جلنے کا زیادہ مستحق ہے۔ مسلم بن عوسجہ اسدی نے عرض کیا، مجھے اجازت دیجیے میں اسے تیر مار کر ہلاک کر دوں کیونکہ

---

[1] ابن اثیر ج ۴ صفحہ ۔

اس وقت یہ بالکل میری زد پر ہے"، امام حسینؑ نے فرمایا: نہیں! میں لڑائی میں پہل نہیں کروں گا۔[1]

امام حسینؑ کی دعا

امام حسینؑ نے اس موقعہ پر خداوند قدوس کی بارگاہ میں یہ دعا کی۔ خداوندا! تو ہر مصیبت میں میرا آسرا اور ہر تکلیف میں میرا سہارا ہے مجھ پر جو جو مصیبتیں ٹوٹیں اور جو جو وقت آئے ان میں تو ہی میری پشت پناہی کرتا رہا ہے۔ بہت سے رنج و غم کے مواقع ایسے ہوتے ہیں جن میں دل بے حوصلہ اور کامیابی کی توقعات کم ہو جاتی ہیں۔ نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ دوست بھی ایسے حالات میں منہ پھیر لیتے ہیں۔ دشمن فقرے کستے اور پھبتیاں اڑاتے ہیں لیکن میں نے ان نازک مواقع پر بھی صرف تیری ذات پر اعتماد کیا، تجھ ہی سے شکوہ کیا تو نے ان مصائب کی گھنگھور گھٹاؤں کے پردے چاک کر دیئے تو ہی ان شدائد کے مقابل میری ڈھال بنا تو ہی ہر نعمت کا ولی اور ہر خیر کا مالک اور ہر تمنا اور ہر آرزو کا منتہا ہے

اتمام حجت

جب دشمن بالکل قریب آ گیا تو آپ نے اونٹنی طلب کی اور اس پر سوار ہوئے قرآن کریم اپنے سامنے رکھا اور صف اعدا کے سامنے کھڑے ہو کر بآواز بلند یہ خطبہ ارشاد گیا:۔

لوگو! عجلت سے کام نہ لو اس سے پیشتر کہ تم جنگ کا آغاز کرو میری بات سن لو مجھے وعظ و تلقین کا حق ادا کرنے دو۔ مجھے موقعہ دو کہ میں اپنا عذر پیش کروں اور اپنی آمد کی وجہ ظاہر کروں اگر میرا عذر معقولیت رکھتا ہے اور تم

---

[1] ابن اثیر ج ۴۔ صفحہ ۵۰،

Marfat.com

اسے قبول کرو تو یہ تمہاری خوش نصیبی کا باعث ہوگا۔ اور تم میری مخالفت سے باز آجاؤ گے لیکن اگر سننے کے بعد بھی تم میرا عذر قبول نہ کرو اور انصاف کرنے سے گریز کرو تو پھر مجھے کسی بات سے بھی انکار نہیں ہے۔

فاجمعوا امرکم وشرکاءکم ثم لا یکن امرکم علیکم غمۃ ثم اقضوا الی ولا تنظرون ان ولی اللہ الذی نزل الکتاب وھو یتولی الصالحین۔ (الآیہ)

پس تم اور تمہارے ساتھی ایکا کر لو تاکہ تمہاری بات کسی پر پوشیدہ نہ رہے تم میرے ساتھ جو کچھ کرنا چاہتے ہو، کر گذرو اور مجھے مہلت نہ دو میرا ولی اللہ ہے، جس نے کتاب نازل کی اور وہی صالحین کا ولی ہوتا ہے۔ یعنی نیکوکاروں کا حامی ہے۔

آپ کے اہل بیت نے یہ تقریر سنی تو ان پر بے قراری کی حالت طاری ہوگئی جس سے آہ وزاری کی صدائیں بلند ہونے لگیں آپ نے اپنے بھائی عباسؓ اور اپنے بیٹے علیؓ کو بھیجا تاکہ وہ انہیں صبر وتحمل کی تلقین کریں پھر آپ نے فرمایا ابھی انہیں بہت کچھ رونا ہے۔" پھر بے اختیار آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے خدا ابن عباسؓ کی عمر دراز کرے یہ جملہ آپ کی زبان سے اس لیے نکلا تھا کیونکہ عبداللہ بن عباسؓ نے عورتوں کو ہمراہ لے جانے سے منع کیا تھا مگر آپ نے اس پر توجہ مبذول نہیں کی تھی۔ اب جو عورتوں کا جزع فزع آپ کے تجربہ میں آیا تو عبداللہ بن عباسؓ کی بات یاد آئی، پھر آپ نے از سر نو تقریر کا آغاز کیا۔

اے لوگو! میرے حسب ونسب پر نظر ڈالو۔ خیال کرو میں کون ہوں؟ پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور اپنے ضمیر کا احتساب کرو۔ خوب سوچو کیا تمہارے لیے میرا قتل کرنا اور میری حرمت کا رشتہ توڑنا مناسب اور جائز ہے؟

Marfat.com

کیا میں تمہارے نبی کی لڑکی کا بیٹا، اس کے ابن عم زاد کا فرزند نہیں ہوں؟ کیا سید الشہداء حمزہؓ میرے باپ کے چچا نہیں تھے؟ کیا ذوالجناحین جعفر طیارؓ میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا تم نے آنحضرت صلعم کا یہ مشہور و معروف ارشاد نہیں سنا کہ آپ میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرماتے تھے جنت میں نوعمروں کے سردار (سید اشباب اہل الجنۃ) اگر میرا یہ بیان صحیح اور ضرور صحیح ہے کیونکہ میں نے خدا کی قسم ہوش سنبھالنے کے بعد آج تک دروغ گوئی کا ارتکاب نہیں کیا تم سوچو کیا تمہیں میرا خیر مقدم برہنہ شمشیروں سے کرنا چاہیئے؟ اگر تم میری بات کا یقین نہیں کرتے تو جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے دریافت کرو، ابو سعید خدریؓ سے پوچھو، سہیل بن سعد ساعدیؓ سے معلوم کرو۔ زید بن ارقم تمہیں بتائیں گے، انس بن مالکؓ تمہیں مطلع کریں گے کہ انھوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں آنحضرت صلعم کو یہ فرماتے سنا ہے یا نہیں؟ کیا یہ بات بھی تمہیں میری خونریزی سے باز نہیں رکھ سکتی۔ خدا کی قسم! اس وقت روئے زمین پر کسی نبی کا نواسا بقید حیات نہیں ہے، میں تمہارے نبی کا بلا واسطہ نواسا ہوں کیا تم مجھے اس لیے ہلاک کر دینا چاہتے ہو کہ میں نے کسی کا خون بہایا ہے؟ کسی کی جان لی ہے؟ کسی کا مال غصب کیا ہے؟ کچھ تو کہو، کیا بات ہے؟ آخر میری خطا کیا ہے؟

ان سوالات پر سب کے سب خاموش رہے کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بعد ازاں امام عالی مقام نے نام لے کر سوالات کرنے شروع کیے :-

اے شیث بن ربعی، اے حجار بن ابجر، اے قیس بن اشعث، اے یزید

بن حارث کیا تم نے مجھے یہ تحریر نہیں کیا تھا کہ پھل پک چکے ہیں کھجوریں سرسبز ہیں۔ دریا جوش میں ہیں فوجیں تیار ہیں تم فوراً آؤ۔

ان لوگوں نے جواب دیا ہم نے یہ ہرگز نہیں لکھا تھا آپ نے فرمایا:

سبحان اللہ! خدا کی قسم! تم نے لکھا تھا لوگو! اگر تمہیں میرا آنا ناپسند ہے تو میرا پیچھا نہ لو مجھے چھوڑ دو تاکہ میں کسی محفوظ اور پرامن خطہ کی طرف رُخ کروں۔

اس پر قیس بن اشعث بولا:۔

تم اپنے ابن عم کا کہنا کیوں نہیں مان لیتے ان کی رائے تمہارے خلاف نہیں ہوگی اور ان کی جانب سے کوئی ناپسندیدہ سلوک بھی نہ ہوگا۔

امام حسینؑ نے جواب میں ارشاد فرمایا:۔

"کیوں نہیں آخر تم بھی تو اپنے بھائی کے بھائی ہو تم کیا یہ چاہتے ہو کہ بنو ہاشم مسلم بن عقیل کے خون کے علاوہ تم سے اور دوسرے خون کے بدلے کا بھی مطالبہ کریں خدا کی قسم! میں ذلیل و خوار انسان کی طرح اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ ہرگز نہیں دوں گا غلاموں کی طرح بیعت کا اقرار ہرگز نہیں کروں گا [1]

وانی عذت بربی و ربکم ان ترجمون اعوذ بربی و ربکم من کل متکبر لا یومن بیوم الحساب اور میں اپنے اور تمہارے رب سے پناہ طلب کرتا ہوں کہ تم مجھ پر پتھراؤ کرو میں اپنے اور تمہارے رب سے ہر مغرور و متکبر سے جو قیامت پر ایمان نہیں رکھتا پناہ مانگتا ہوں۔

زہیر بن قین کی تقریر

اس تقریر کے بعد آپ نے اونٹنی بٹھائی اور اتر پڑے شامی آپ کی طرف بڑھنے شروع ہوئے ان کا ہجوم دیکھ کر زہیر بن

Marfat.com

...نے شامیوں کے سامنے بڑے جوش وخروش سے یہ تقریر کی :۔

"اے اہل کوفہ! عذاب الٰہی سے ڈرو۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو وعظ وتلقین کرے ابھی تک ہم آپس میں بھائی بھائی ہیں ایک مذہب اور ایک ملت کے پیرو ہیں جب تک ہمارے درمیان تلوار نہ اُٹھے اس وقت تک ہمیں تم کو سمجھانے کا حق ہے جب آپس میں تیغ زنی شروع ہو جائے گی تو ہمارا اور تمہارا تعلق ختم ہو جائے گا اور ہماری تمہاری جماعتیں الگ تھلگ ہو جائیں گی خداوند تعالےٰ نے ہمیں اور تمہیں نبی کریم صلعم کی ذریت کے بارے میں آزمائش میں ڈالا ہے تاکہ وہ یہ دیکھے کہ ہم ان کے ساتھ کیا سلوک روا رکھتے ہیں۔ میں تم کو ان کی امداد اور ابن زیاد سے قطع تعلق کی دعوت دیتا ہوں تم کو ان دونوں سے سوائے برائی کے اور کچھ نہیں ملے گا یہ ظالم حکومت کے افراد تمہاری آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیریں گے۔ تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے۔ تمہارے جسموں کے پرخچے اڑائیں گے تمہیں کھجوروں کی شاخوں پر لٹکائیں گے حجر بن عدی اور ہانی بن عروہ وغیرہ کی طرح تمہارے اکابر کو تہ تیغ کریں گے" سلہ

...ہیر بن قین کی یہ تقریر سن کر اہل کوفہ نے انہیں سب وشتم کا نشانہ بنایا اور ابن زیاد کی ...ریف کرکے بولے خدا کی قسم! ہم حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کو قتل کئے بغیر یا انہیں گرفتار ...کے ابن زیاد کے پاس لے جائے بغیر اطمینان کی سانس نہیں لیں گے۔ زہیر بن قینؓ نے ...انہیں نصیحت کی کہ

"خدا کے بندو! فاطمہؓ بنت رسول اللہ کا فرزند ابن سمیہ کے مقابلہ میں زیادہ

مدد کا مستحق ہے اگر تم ان کی مدد نہیں کرتے تو خدا کے واسطے انہیں قتل تو نہ کرو ان کا معاملہ ان کے اور ان کے ابن عم یزید کے درمیان طے ہونے دو خدا کی قسم وہ امام حسینؑ کو قتل نہ کرنے کی صورت میں تم سے زیادہ راضی ہو گا۔

اس پر شمر ذی الجوشن نے زہیر بن قینؓ کے ایک تیر مارا اور کہا چپ رہ، خدا تیرا منہ بند کرے تو نے اپنی بک بک جھک جھک سے ہمارا دماغ پریشان کر ڈالا اس پر زہیر نے کہا اے ابن بوال تجھ سے کون مخاطب ہو رہا ہے کہ تو، تو قرآن شریف کی ان روایات کا مطلب بھی نہیں سمجھتا۔

وابشرھم بالخزی یومھم القیامۃ وابشرھم بعذاب الالیم، اور قیامت کے دن کی رسوائی کا انہیں مژدہ سنا اور دردناک عذاب کی بشارت دے۔

شمر بولا خدا تجھے اور تیرے ساتھی کو ایک ہی ساتھ قتل کرے۔ زہیرؓ نے جواب دیا تو مجھے موت کا خوف دلاتا ہے خدا کی قسم! حسینؓ کے ساتھ جان دینا مجھے تیرے ساتھ دائمی زندگی بسر کرنے سے زیادہ بہتر ہے پھر بآواز بلند کوفیوں سے خطاب کیا۔ لوگو! تم اس سنگ دل ظالم کے کہنے میں نہ آؤ خدا کی قسم جو آنحضرت صلعم کی اولاد اور ان کے اہل بیت کا خون بہائیں گے وہ قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے محروم رہیں گے۔

حر کی آمد

اہل کوفہ کے سخت دلوں پر غفلت وضلالت کے غلاف چڑھے ہوئے تھے ان کے دل ودماغ کی تمام صلاحیتیں سلب ہو چکی تھیں اس لیے امام حسینؑ اور آپ کے دیگر رفقا کے وعظ وتلقین سے ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی امام عالی مقام

۱؎ ابن اثیر ج ۴ ص ۲۳، ۵۴،

Marfat.com

نے زہیر بن القین رضؓ کو واپس بلا لیا ان کی واپسی کے بعد جنگ شروع ہونے میں کوئی کسر باقی نہ رہی تھی عمرو بن سعد نے امام حسین رضؓ کی طرف پیش قدمی کی ٹھیک اسی وقت ان سنگدلوں کی جماعت میں سے ایک حق پسند جوان نکلا اور یہ وہی حُر تھا جس نے اوّل اوّل امام عالی کو زغہ میں لیا تھا طبل جنگ پر چوٹ پڑتے ہی کوفی کہ حُر کوفی فوج کا ساتھ چھوڑ کر امام حسین رضؓ کی فوج میں آ شریک ہوئے اور عرض کیا کہ مجھ سے جو آپ کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کے جرم کا ارتکاب ہوا ہے۔ ہو چکا میں اپنی خدمات آپ کی نذر کرتا ہوں، اُمید ہے کہ توبہ کا دروازہ وا ہوگا۔ امام حسین رضؓ نے فرمایا تمہاری توبہ قبول ہوگی تمہیں بشارت ہو کہ تم دنیا اور آخرت دونوں میں "حُر" ہو [1]

حُر کی تقریر امام حسین رضؓ کی فوج میں شمولیت کے بعد حُر بن یزید تمیمی نے اہل کوفہ سے کہا، لوگو! امام حسین رضؓ نے جو تین صورتیں پیش کی ہیں، کیوں نہیں مان لیتے؟ تاکہ خدا تمہارے معاملہ میں روز محشر مواخذہ نہ کرے۔ ابن سعد بولا میں دل سے یہ چاہتا ہوں لیکن افسوس! اس کی کوئی سبیل نہیں نکلتی۔ حُر نے پھر کہا، اے کوفیو! پہلے تم نے امام حسین رضؓ کو مدعو کیا جب وہ تشریف لے آئے تو تم نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور یہ خیال کرتے رہے کہ ان کی حمایت میں جنگ کرو گے پھر تم ان کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے اب تم ان کے قتل کے درپے ہو رہے ہو تم نے انہیں ہر طرف سے گھیر رکھا اور خدا کی فراخ اور وسیع زمین میں کسی طرف ان کو جانے نہیں دیتے اس وقت ان کی حالت اس قیدی کی سی ہے جو اپنی ذات کو نہ فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان سے بچ سکتا ہے تم نے ان پر فرات کا پانی بند کر دیا ہے۔ جس پانی کو یہودی، نصرانی اور مجوسی سب پیتے ہیں دیہات کے

---

[1] ابن اثیر ج ۴ ص ۵۳، ۵۴،

Marfat.com

سور اور کتّے تک اس میں فلا یا نیاں لگاتے ہیں لیکن امام حسینؓ اور ان کے اہل و عیال اس کی ایک ایک بوند کو ترستے ہیں تم نے آنحضرت صلعم کے بعد ان کی اولاد کی خوب آؤ بھگت کی! اگر تم توبہ نہیں کروگے اور اپنی روش سے باز نہیں آؤگے تو خداوند تعالیٰ تمہیں بروز حشر پیاسا رکھے گا۔ اور تم ہونٹ لٹکائے پھروگے سلہ

آغاز جنگ

حُر کی اس تقریر پر عمرو بن سعد نے علم لے کر آگے قدم بڑھایا اور پہلا تیر چلا کر جنگ کا آغاز کر دیا غرض دونوں طرف سے آدمی نکلے اور داد شجاعت دینے لگے شامیوں کی فوج سے یسار اور سالم دو شخص باہر نکلے ادھر سے تنہا عبداللہ بن عمرانؓ ان کے مقابلہ میں آئے اور ایک ہی وار میں یسار کا خاتمہ کر دیا نزدیک ہی سالم بھی تھا اس نے عبداللہ پر وار کیا اس سے عبداللہؓ کے ہاتھوں کی انگلیاں کٹ گئیں لیکن انہوں نے اس کے باوجود سالم کا کام تمام کر دیا۔ عبداللہؓ کی بیوی بھی یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی اس نے جو اپنے شوہر کو نبرد آزما دیکھا تو وہ ہاتھ میں خیمہ کی ایک چوب لے کر یہ کہتی ہوئی آگے بڑھی کہ میرے ماں باپ تم پر قربان، آلِ محمدؐ کی جانب سے لڑتے رہو عبداللہؓ نے انہیں مستورات کے خیمہ میں واپس کرنا چاہا لیکن اس بہادر بیوی نے نہ مانا اور کہا میں تمہارا ساتھ نہ چھوڑوں گی تمہارے ساتھ ہی جان دوں گی۔ امام حسینؓ نے ان کی ضد دیکھی تو بآوازِ بلند کہا، خدا تم کو اہلِ بیت کی طرف سے جزائے خیر دے۔ تم واپس جاؤ مستورات پر جہاد فرض نہیں ہے۔ چنانچہ آپ کے ارشاد پر بہادر بیوی واپس ہوئی سلہ

بعد ازاں عمرو بن حجاج شامی لشکر کے میمنہ کو ہمراہ لے کر امام حسینؓ کی طرف بڑھا جب آپ کے قریب پہنچا تو جاں نثاران حسینؓ ڈھال بن گئے اور نیزوں کے وار سے

سلہ ابن اثیر ج ۴ صفحہ ۵ ، سلہ ایضاً

Marfat.com

شامی سواروں کے گھوڑوں کے منہ پھیر دیئے پھر شامی جماعت سے ابن حوزہ نامی ایک شخص باہر آیا اور بہ آواز بلند بولا، حسینؓ ہیں؟ کسی شخص نے جواب نہ دیا، دوسری مرتبہ پھر اس نے پوچھا پھر بھی جواب میں خاموشی رہی۔ تیسری مرتبہ جب اس نے یہی سوال دہرایا تو کسی نے جواب دیا، ہیں، تیرا کیا مقصد ہے؟ اس نے کہا، حسینؓ! تمہیں دوزخ کی خوشخبری ہو۔ امام حسینؓ نے جواب میں فرمایا، تو جھوٹا ہے میں دوزخ میں نہیں بلکہ رب، رحیم، شفیع اور مطاع کے حضور میں پہونچوں گا۔ تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا، ابن حوزہ، آپ نے ارشاد فرمایا خدا اسے جہنم رسید کرا تفاق سے اسی اسی دوران میں ابن حوزہ کا گھوڑا بچراغ پا ہوا۔ اور ایک نہر سے چھلانگ لگائی ابن حوزہ کا پاؤں رکاب میں اٹک گیا گھوڑا پھر دوسری بار بھاگا۔ ابن حوزہ گھوڑے کی پیٹھ سے سرک کر لٹک گیا گھوڑا سرپٹ بھاگا۔ اور ابن حوزہ پتھروں سے ٹکرا ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہو گیا اس کے بعد شامی فوج سے یزید بن مقعل باہر آیا حسینی لشکر سے بریر بن حضیرؓ اس کے مقابلے میں آ گئے زبانی مباحثہ کے بعد دونوں نے تلواریں نیام سے نکال لیں۔ یزید بن مقعل نے بریر بن حضیر پر حملہ کیا۔ بریرؓ نے نہایت پھرتی سے وار خالی دیا اور جواب میں اس بہادری سے تلوار کی ضرب رسید کی کہ یزید کی خود کاٹتی ہوئی دماغ تک گھر کر گئی اور وہ زمین پر گرتے ہی ختم ہو گیا۔ یزید بن مقعل کو اس عالم میں دیکھ کر شامی فوج سے ایک سپاہی رضی بن منقذ نے بریرؓ پر جوابی حملہ کیا دونوں گتھم گتھا ہو گئے اور کشتی ہونے لگی بریرؓ اسے چاروں شانے چت کر کے اس کے سینے پر بیٹھ گئے یہ دیکھ کر کعب بن جابر ازدی شامی فوج سے آگے بڑھا، اور اس نے بریرؓ پر نیزہ سے وار کیا تیر اس بہادر کی پیٹھ میں پیوست ہو گیا غرض بریرؓ اس زخم خوردگی کے عالم میں رضی کے سینے سے اتر گئے، رضی کی جان بچ گئی بریرؓ کے بعد حسینی لشکر میں عمرو بن قرظہ

انصاری نکلے اور امام حسینؓ کے سامنے شجاعت کے جوہر دکھاتے ہوئے جام شہادت نوش کیا، عمرو کا بھائی ابن سعد کے ساتھ تھا عمرو کو خاک و خون میں لوٹتا دیکھ کر پکارا حسینؓ! تو نے میرے بھائی کو گمراہ کیا اور دھوکہ دے کر مروا دیا آپ نے جواب دیا، خدا نے تیرے بھائی کو نہیں بلکہ تجھے گمراہ کیا ہے تیرے بھائی کو اس نے ہدایت کی راہ دکھائی۔ جواب سن کر اس نے کہا اگر میں تم کو قتل نہ کروں تو خدا مجھے قتل کرے یہ کہا اور امام حسینؓ کی طرف لپکا، مگر نافع بن ہلال مرادی نے روک کر اس زور سے نیزہ مارا کہ وہ زمین پر چت گرا اس کے ساتھیوں نے اسے بچا لیا بعد ازاں حُر بن یزید تمیمی میدان میں آئے اور امام حسینؓ کے سامنے بڑی بہادری اور دلیری سے نبرد آزمائی کی یزید بن سفیان نے مقابلہ کیا، حُر نے ایک ہی وار میں اس کی ہستی فنا کر دی[1] اس کے بعد نافع بن ہلال بڑھے شامیوں میں سے مزاحم بن حریث ان کے مقابلہ میں آیا نافع نے اسے جہنم رسید کیا۔

گھمسان کا رن

اب تک جنگ صرف افراد کے مابین تھی۔ دونوں طرف سے جنگجو آتے اور نبرد آزمائی کرتے چونکہ اس طریقہ جنگ میں شامیوں کو اپنی جانوں کا خطرہ تھا اور وہ کھلی آنکھوں دیکھ رہے تھے کہ ان میں سے جو بھی جاتا ہے واپس نہیں آتا اس لیے عمرو بن حجاج نے کہا۔

لوگو! جن سے تم لڑ رہے ہو یہ سب جان کی بازی لگائے ہوئے ہیں اس لیے آئندہ کوئی تنہا شخص ان کے مقابلے کے لیے نہ جائے ان کی تعداد تو اتنی تھوڑی ہے کہ اگر تم لوگ ان کو صرف پتھروں سے بھی مارو تو بھی ان کا خاتمہ ہو سکے گا۔ دیکھو! اطاعت اور جماعتی تنظیم کا پورا پورا لحاظ رکھو

---

[1] ابن اثیر ج ۴ صفحہ ۲۸

Marfat.com

اس شخص (حسینؓ) کے قتل میں کسی تامل اور کسی تذبذب کو دل میں راہ نہ پانے دو۔ یہ دین سے بھاگا ہے اور اس نے امام وقت کی مخالفت کی ہے۔

عمرو بن سعد کو بھی عمرو بن حجاج کی رائے پسند آئی چنانچہ اس نے انفرادی جنگ سے لوگوں کو منع کر دیا اور عام جنگ کی اجازت دے دی عمرو بن حجاج میمنہ کی قیادت میں امام حسینؓ پر حملہ آور ہوا تھوڑی دیر تک لڑائی جاری رہی اس معرکہ میں مشہور جانباز مسلم بن عوسجہ اسدی شہید ہوئے جب لاشہ نظر آیا تو امام حسینؓ قریب تشریف لے گئے ابھی کچھ جان باقی تھی فرمایا، مسلم! تم پر خدا رحم کرے، حبیب بن مظاہرؓ نے بھی اس شہید ملت کو جنت کی بشارت دی اور یہ کہا کہ اگر مجھے یہ یقین نہ ہوتا کہ میں بھی عنقریب وہیں پہونچنے والا ہوں جہاں تم چلے ہو تو میں وصیت کی درخواست کرتا اور اسے پورا کرنے کی ذمہ داری لے لیتا مسلم بن عوسجہ اسدیؓ میں تھوڑی سی جان باقی تھی آپ نے امام حسینؓ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا میں ان کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ ان کے لیے جان دینا اس وصیت کے بعد آقا کے قدموں میں جان دے دی [۱]

اُٹھے اور کوچہ محبوب میں پہونچے عاشق
یہ مسافر نہیں رستے میں ٹھہرنے والے

مسلم بن عوسجہ اسدیؓ کی شہادت پر شامی فوج میں خوشیاں منائی گئیں۔

Marfat.com

شدید حملہ - شمر ذی الجوشن شامی میسرہ کی قیادت کرتا ہوا حسینی میسرہ پر حملہ آور ہوا - اس حملہ کے بعد شامی ہر طرف سے حسینی فوج پر چڑھ دوڑے - گھمسان کا رن پڑا - حسینی فوج کے مشہور بہادر عبداللہ الکلبی نے کئی آدمیوں کو قتل کر کے جام شہادت نوش کیا - اس معرکہ میں حسینی فوج میں کل ۳۲ آدمی تھے - لیکن وہ سب اس بہادری سے لڑ رہے تھے - کہ جس طرف بھی ان کا رخ ہو جاتا تھا شامیوں کی صفیں الٹ دیتے تھے اور پرے کے پرے صاف کر دیتے تھے - شامی سوار دستے کے سالار عزرہ بن قیس نے اپنے سواروں کی جب یہ بے قاعدگی دیکھی تو اس نے ابن سعد کو کہلا بھیجا کہ حسینی سپاہیوں نے ہمارے سواروں کا یہ حال کر دیا ہے - اس لئے فوراً کچھ پیدل اور کچھ تیر انداز یہاں روانہ کردو - ابن سعد نے اس کی درخواست پر پانسو سواروں کا ایک دستہ بھیج دیا - اس دستہ نے پہنچتے ہی حسینی لشکر پر تیر برسانے شروع کر دیئے اور تھوڑی دیر میں ان کے تمام گھوڑے زخم خوردہ ہو کر بیکار ہو گئے - لیکن اس کے باوجود ان کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آئی - سب حسینی سوار گھوڑوں سے اتر پڑے اور دوپہر تک اس بہادری سے جنگ کی - کہ انہوں نے شامیوں کے دانت کھٹے کر دیئے[1]

اہل بیت کے خیموں میں آتشزنی جنگ طول پکڑتی جا رہی تھی - اور شامی چاہتے تھے کہ جلد سے جلد اس کا خاتمہ ہو - امام حسینؑ نے اپنے خیموں کی ترتیب اس طرح رکھی تھی - کہ شامی ایک ہی طرف سے حملہ کر سکتے تھے - اس لئے عمرو بن سعد نے حکم دیا کہ خیمے اٹھا دیئے جائیں - تاکہ ہر طرف سے حسینی فوج پر حملہ ہو سکے - غرض شامی خیمے اکھاڑنے کے لئے بڑھے - لیکن اس میں بھی انہیں یہ

---

[1] طبری ج ۷، ص ۳۵۰، ۳۴۸ -

دشواری پیش آئی۔ کہ جب وہ حسینی خیموں میں گھسنے کا ارادہ کرتے تھے۔ تو آڑ کی وجہ سے حسینی سپاہی انہیں ہر طرف سے مار لیتے تھے۔ ابن سعد نے اس صورت میں بھی ناکامی دیکھی۔ تو خیموں میں آگ لگوا دی۔ امام حسینؓ نے دیکھا تو فرمایا۔ یہ بھی اچھا ہے۔ میدان صاف ہو جائے گا۔ تو یہ لوگ پشت کی طرف سے حملہ آور نہ ہو سکیں گے۔ امام حسینؓ کا یہ خیال درست نکلا۔ خیموں کے نذرِ آتش ہو جانے کی وجہ سے عقبی حملہ کا خطرہ جاتا رہا۔ شمر نے اہلِ بیت کے خیمے کی جانب نیزہ چلایا۔ اور پکارا کہ میں اس خیمہ کو بھی خاک سیاہ کر ڈالوں گا۔ جب عورتوں نے یہ بات سنی۔ تو شور مچاتی ہوئی باہر نکل آئیں۔ امام حسینؓ نے یہ نقشہ دیکھا تو شمر کو ڈانٹا کہ تو میرے اہلِ بیت کو آگ میں جلانا چاہتا ہے۔ خداوند تعالیٰ تجھے دوزخ کی آگ میں جلائے کچھ تو اس دھمکی کے اثر سے اور کچھ لوگوں کے غیرت دلانے سے شمر لوٹ آیا۔ اس کے ساتھ ہی زہیر بن قینؓ نے کوفیوں کو اہلِ بیت کے خیموں سے دور ہٹا دیا۔[1]

جاں نثاروں کی شہادت

حسینی فوج میں سے اب چند افراد باقی رہ گئے تھے۔ لیکن ان کے مقابلہ میں کوفی لاتعداد تھے۔ اس لئے ان کی کمی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ لیکن حسینی فوج میں سے ایک شخص بھی کم ہوتا۔ تو محسوس ہوتا کہ خلا واقع ہو گیا ہے۔ یہ حال دیکھ کر عمرو بن عبداللہ صائدیؓ نے امام حسینؓ سے درخواست کی کہ میری جان آپ پر قربان ہو۔ اب شامی بہت نزدیک آتے جاتے ہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ پہلے میں اپنی جان دے لوں۔ اپنے جیتے جی آپ پر کوئی گزند نہیں آنے دوں گا۔ ابھی میں نے نماز نہیں پڑھی ہے۔ نماز ادا کرنا چاہتا ہوں۔ امام حسینؓ نے فرمایا۔ ان لوگوں سے کہو کہ تھوڑی دیر کیلئے جنگ بند کر دیں۔ تاکہ ہم لوگ نماز ظہر ادا کرلیں۔ آپ کی باتیں

---

[1] طبری ج ۶ ص ۲۴۷، ۲۵۰

۔۔۔ یہ ارشاد سُن کر حصین بن نمیر نامی بولا۔ تمہاری نماز قبول نہ ہوگی۔ حبیب بن مظاہرؓ نے جواب دیا۔ گدھے! آلِ رسُولؐ کی نماز قبول نہ ہوگی۔ اور تیری نماز قبول ہوگی؟ اس جواب سے حصین کو طیش آ گیا۔ اس نے حبیب بن مظاہرؓ پر حملہ کر دیا۔ لیکن حبیبؓ نے اس کے گھوڑے پر ایسا وار کیا۔ کہ وہ چراغ پا ہو گیا۔ اور حصین اس کی پیٹھ سے نیچے گرا۔ لیکن اس کے ساتھی بڑھے اور اُسے بچا لیا۔ بعد ازاں حبیب اور کوفیوں میں مقابلہ ہوتا رہا۔ کچھ دیر تو حبیب بن مظاہر نے نہایت حوصلہ مندانہ انداز میں مقابلہ کیا۔ لیکن آخر تا کجے؟ تن تنہا کس طرح جمِ غفیر کا مقابلہ کرتے۔ آخر کار آپ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت سے امام حسینؓ کی اور قوت کم ہوئی۔ امام حسینؓ کو اس کا قلق ہوا۔ حر بن یزید تمیمی نے آقا کو مغموم دیکھا۔ تو رجز پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔ اور مشہور بہادر زہیر بن قینؓ کی رفاقت میں نہایت دلیری اور بہادری سے جنگ کی اور آخر کار کوفی پیادوں نے چاروں طرف سے گھیر کر نرغے میں لے لیا۔ اس عالم میں بھی آپ لڑتے رہے لیکن انجام کار جامِ شہادت نوش کیا۔[1]

باقی جاں نثار ظہر کا وقت آخر ہو رہا تھا۔ لیکن بد بخت کوفی نماز بھی نہیں پڑھنے دیتے تھے۔ اس لئے امام حسینؓ نے صلوٰۃ الخوف ادا کی۔ اور نماز کے بعد پورے زوروں پر جنگ کا آغاز ہوا۔ کوفیوں کا ہجوم بڑھتے بڑھتے امام حسینؓ کے نزدیک پہنچ گیا۔ تیروں کی بے پناہ بوچھاڑ ہوئی۔ بہادر جاں نثار صف ڈھال بن کر کھڑے ہو گئے۔ اور جتنے تیر تھے۔ سب سینے پر روکے۔ جب سینہ چھلنی چھلنی ہو گیا۔ تو زخموں سے چور ہو کر جاں بحق تسلیم ہو گئے۔

---

[1] طبری ج ۷ صفحہ ۳۴۷، ۳۵۰

ہم تری آرزو پہ جیتے ہیں
یہ نہیں ہے تو زندگی ہی نہیں

ان کے بعد زہیر بن قینؓ نے داد شجاعت دیتے ہوئے آخرت کی راہ لی۔ نافع بن ہلال بجلیؓ جن کی تلوار سے ۱۲ کافی جہنم رسید ہوئے تھے۔ شہید ہوئے۔ اب صرف چند جانثار باقی تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ شامی فوجوں کے مقابلہ میں اب زیادہ دیر تک ٹھہرنے کی سکت باقی نہیں رہی۔ تو انہوں نے یہ طے کر لیا۔ کہ پیشتر اس سے کہ امام حسینؓ پر کوئی برا وقت آئے۔ سب کے سب باری باری آپ پر قربان ہو جائیں۔ غرض تمام جانثار ایک ایک کر کے آگے بڑھنے لگے۔ اس جماعت میں سب سے اوّل عبداللہؓ اور عبدالرحمٰنؓ بڑھے۔ ان کے بعد دو نوجوان سیف بن حارثؓ اور مالک بن عبدؓ نکلے۔ جب یہ میدان میں نکلے۔ تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ امام عالی مقام نے ان سے رونے کا سبب پوچھا۔ ان دونوں نے عرض کیا۔ ہم اپنی جان کے خوف سے نہیں۔ بلکہ اس خیال سے روتے ہیں۔ کہ آپ کو ہر طرف سے دشمنوں نے نرغے میں لے لیا ہے۔ اور ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں متقین کا ثواب عطا کرے۔ ان کے بعد حنظلہ بن اسعد شامی نکلے۔ اور انہوں نے کوفیوں کو سمجھایا۔ کہ وہ امام حسینؓ کے خون ناحق کا عذاب اپنے سر نہ لیں۔ لیکن اب سمجھانے کا وقت ہی نہ رہا تھا۔ امام حسینؓ نے فرمایا۔ اب انہیں وعظ و تلقین بے سود ہے۔ اس ارشاد پر حنظلہؓ آپ اور آپ کے اہل بیت پر درود و سلام بھیجتے ہوئے میدان میں کود پڑے۔ اور جام شہادت نوش کیا۔ ان کے بعد سیف اور مالک دونوں شہید ہوئے۔ پھر عابس بنؓ ابی شبیب اور شوذبؓ نے پیش قدمی کی۔ شوذب بھی شہید ہوئے۔ عابسؓ بہت بہادر تھے۔ ان کے مقابلے میں کسی شامی کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔ اس لئے سب نے مل کر ان پر پتھر برسانے شروع کئے۔ عابسؓ نے جب ان کی یہ بزدلی

دیکھی تو اپنی زرہ اور خود اُتار کر پھینک دی۔ اور حملہ کرتے ہوئے بے دھڑک دشمن کی صفوں میں گھستے چلے گئے اور انہیں منتشر کر دیا۔ آخر کار انہوں نے بھی جام شہادت نوش کیا۔ اس طرح عمرو بن خالدؓ، جبار بن حارثؓ، سعدؓ، مجمع بن عبد اللہؓ سب جانثاروں نے اپنی اپنی جانوں کے ہدیے اور نذرانے پیش کیے۔ تنہا سوید بن ابی المطاع رہ گئے۔[1]

علی اکبر کی شہادت

جب اہل بیت کے جانثاروں نے یکے بعد دیگرے آخرت کی راہ لی۔ اور اہل بیت کے علاوہ اور کوئی وفادار باقی نہ رہا۔ تو سب سے پیشتر امام حسینؓ کے فرزند ارجمند علی اکبرؓ میدان میں آئے۔ آپ رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے جس طرف نکل جاتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے بجلی کوند گئی۔ مرہ بن منقذ تمیمی آپ کی یہ پھرتی دیکھ کر بولا۔ کہ اگر علی اکبر میری طرف سے گذریں۔ تو حسینؓ کا ایک جگر گوشہ چل بسے گا۔ اسد اللہ الغالبؓ کے پوتے میں غیرت تھی۔ وہ حریف کے اس نعرہ کی تاب کہاں لا سکتے تھے۔ چنانچہ دوسری دفعہ آپ سیدھے مرہ کی طرف بڑھے لیکن چونکہ کم سنی کی وجہ سے تجربہ نہ تھا۔ بڑھے چلے گئے۔ مرہ ایک تجربہ کار شخص تھا۔ جیسے ہی علی اکبرؓ اس کے پاس پہنچے اس نے سیدھا باندھ کر ایسا نیزہ مارا کہ ان کے جسم میں پیوست ہو گیا۔ نیزہ کا لگنا تھا۔ کہ شامی ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ اور اس شیر خدا کے پوتے کو جس نے ابھی دنیا کے سرد و گرم کا ذائقہ بھی نہیں چکھا تھا۔ شہید کر دیا۔ علی اکبرؓ کی شہادت گویا امام حسینؓ کی آرزوؤں اور امیدوں کا خون تھا۔ لیکن قربان جائیں حوصلہ مندی کے کہ آپ نے اُف تک نہ کی۔ بلکہ اس عالم میں بھی اپنی بہن سیدہ زینبؓ کو صبر و تحمل کی تلقین کی۔ کیونکہ وہ بے اختیار ہو کر علی اکبرؓ کے لاشے پر آ پڑی تھیں۔ ان کی نعش اٹھا کر خیمے کے سامنے لایا گیا۔[2] اس عالم درد و کرب

---

[1] ابن رنبہ جلد ۴ صفحہ ۲۱۲ [2] ابن اثیر ج ۴، صفحہ ۳۲

کا اندازہ کچھ وہی لوگ کر سکتے ہیں۔ جنہوں نے اولاد کی وفات کے صدمے سہے ہوں۔ بیٹے کی بے گور و کفن لاش کے ٹکڑے آنکھوں کے سامنے ہیں۔ جانثاروں کی لاشیں ادھر اُدھر پڑی ہوئی نظر آ رہی ہیں۔ اس موقعہ پہ ایک نبی کا نواسہ ہی صبر و استقلال کا ثبوت دے سکتا تھا۔ کوئی اور شخص ہوتا۔ تو اس کا پتا پانی ہو جاتا۔ امام حسینؓ ہیں کہ اس المناک منظر کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ اور مُہر بہ لب ہیں ؎

طریقِ عشق میں اے دل ہیں پیچ و خم سو سو
غلط پڑے ہیں یہاں خضر کے قدم سو سو

ہاشمی نوجوانوں کی شہادت

علی اکبرؓ کی شہادت کے بعد مُسلم بن عقیلؓ کے صاحبزادہ عبداللہؓ میدان میں آئے۔ ان کے میدان میں آتے ہی عمرو بن صبیح صیداوی نے ایسا تیر چلایا کہ سینے میں ترازو ہو گیا۔ اور وہ جاں بحق تسلیم ہو گئے۔ بعد ازاں جعفر طیارؓ کے پوتے عدیؓ میدان میں نکلے۔ یہ بھی عمرو بن نہشل کے ہاتھوں عالم جاوداں کو سدھارے۔ پھر عقیلؓ کے فرزند عبدالرحمٰنؓ بڑھے۔ انہیں عبداللہ بن عمرو کے تیروں سے شہید ہوئے۔ بعد ازاں امام حسنؓ کے صاحبزادے قاسمؓ میدان جنگ میں آئے داد شجاعت دیتے ہوئے دشمنوں کی صفوں میں گھسے۔ کُرتہ پہنے ہوئے اور تہ بند باندھے ہوئے تھے۔ پاؤں میں جوتا تھا۔ لیکن بائیں پیر کے جوتے کی ڈوری کھری ہوئی تھی۔ عمرو بن سعد بن مقبل کے ہاتھوں انہوں نے بھی شہادت کا جام نوش کیا۔ امام حسینؓ کے سوتیلے بھائی عباسؓ نے دیکھا کہ ہماری طرف سے جو میدان میں جاتا ہے۔ وہ سیدھا فردوس کی راہ لیتا ہے اور عنقریب میرے برادر بزرگ یکہ و تنہا ہوتے نظر آ رہے ہیں۔ تو انہوں نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ سینہ سپر ہو جاؤ۔ اور ان پر اپنی جانیں قربان کر دو۔ اس آواز پر تینوں بھائی عبداللہؓ

Marfat.com

جعفرؓ اور عثمانؓ امام حسینؓ کے سامنے آہنی دیوار بن کر کھڑے ہو گئے۔ اور تیروں کی بارش اپنے سینوں پر روکتے رہے۔ تیروں سے جسم چھلنی ہو رہے تھے۔ اور خون کے فوارے چھوٹ رہے تھے۔ لیکن ان کی ہمتیں پست نہیں ہوتی تھیں۔ آخر ہانی بن ثبیت نے عبداللہ اور جعفرؓ کو شہید کر کے اس آہنی دیوار کو بھی گرا دیا۔ تیسرے بھائی عثمانؓ کو یزید اصبحی نے شہید کیا۔ ان بھائیوں کے بعد اب عباسؓ رہ گئے۔ یہ بڑھ کر امام حسینؓ کے سامنے آ گئے اور چاروں طرف سے آپ کو بچانے لگے۔ غرض آپ نے بھی حفاظت میں جان دی[1]۔

عباسؓ کے بعد اہل بیت میں خود امام حسینؓ اور زین العابدینؒ کے سوا کے اور کوئی باقی نہ تھا۔ مؤخر الذکر بیمار تھے۔

علی اصغر کی شہادت

امام حسینؓ اپنی جگہ پر کھڑے تھے۔ کہ اس اثناء میں آپ کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اسے آپ کے پاس لایا گیا۔ آپ اسے گود میں لے کر کانوں میں اذان دینے لگے کہ حرملہ بن کاہل نے ایک تیر چلایا۔ جو حلق میں پیوست ہو گیا۔ امام عالی مقام نے تیر بچے کے حلقوم سے نکالا۔ روح پرواز کر چکی تھی۔ ایک چلو خون اس کے جسم پر ملا۔ اور فرمایا، واللہ! تو خدا کی نظر میں حضرت صالح کی ناقہ سے زیادہ عزیز ہے۔ الٰہی ہمارے ساتھ وہی کر جو ہمارے لئے بہتر ہے۔

امام حسینؓ کی شہادت

آخر کار وہ حشر ساماں وقت آ گیا کہ خود امام عالی مقام شامی فوج کی طرف بڑھے۔ یہ پہلے ہی تحریر کیا جا چکا ہے۔ کہ ساتویں محرم سے حسینیؓ لشکر پر پانی بند تھا۔ اور فرات پر سخت قسم کا پہرہ بٹھا دیا گیا تھا۔ جب تک عباسؓ زندہ تھے۔ کسی نہ کسی جتن سے پانی لے آتے تھے لیکن اب

---

[1] اخبار الطوال ص ۲۶۸

Marfat.com

پانی کا کوئی بندوبست نہ تھا۔ اہلِ بیت کے خیموں میں پانی ختم ہو چکا تھا۔ امام عالی مقام کے ہونٹ خشک ہو رہے تھے۔ اعزہ و اقربا کی شہادت سے یونہی طبیعت اداس تھی جسم بھی کچھ نڈھال سا ہو رہا تھا۔ کوفیوں کے لیئے ایسی حالت میں آپ کو شہید کرنا کچھ زیادہ دشوار نہ تھا۔ لیکن وہ اگرچہ سنگدل اور شقی تھے۔ تاہم امام حسینؓ کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے ان کا ضمیر انہیں ملامت کرتا تھا۔ اور وہ بڑھ بڑھ کر واپس ہو جاتے تھے[۱]۔ امام حسینؓ کو پیاس شدت کی لگی ہوئی تھی۔ آخر آپ سے نہ رہا گیا۔ فرات کی جانب گھوڑا بڑھایا تاکہ اپنا حلق تر کر لیں۔ کوفیوں نے ادھر جانے سے روکا[۲]۔ کس قدر غیرت کا مقام ہے۔ کہ آج ساقی کوثر کے نواسے کو پانی سے محروم کیا جا رہا ہے۔ ایسا نواسا جسے خود آنحضرت صلعم نے ایک دفعہ تشنہ لبی کی حالت میں اپنی زبان چسائی تھی۔ کیسے رسول کا نواسا جس نے کفار مکہ کے لئے بھی نزولِ بارانِ رحمت کی دعا کی تھی۔ اور اس دعا سے سات روز لگاتار مینہ برساتھا[۳]۔

از آب ہم مضائقہ کردند کوفیاں　　　خوش داشتند حرمتِ مہمانِ کربلا

بودند دام و دد ہمہ سیراب و می مکید　　　خاتم ز دستِ خویش سلیمانِ کربلا

ایک دفعہ پھر آپ نے فرات کی جانب گھوڑا دوڑایا۔ اور قریب تھا کہ آپ ایک چلّو پانی پی لیتے۔ کہ حصین بن نمیر نے ایسا تیر مارا کہ دہن مبارک سے خون جاری ہو گیا۔ آپ نے چلّو میں خون لے کر آسمان کی طرف اچھالا اور اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا۔ اور یہ عرض کی:

"اے بار الہ! میرا گلہ اگر ہے تو تجھ سے ہے۔ آج تو بھی دیکھ لے کہ تیرے بے قصور حسینؓ کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے۔"

گو بُرا ہوں مگر اچھا ہوں کہ چاہا تجھ کو　　　میری تقصیر ہی کیا میری خطا کونسی ہے

---

[۱] طبری ج ۷ صفحہ ۳۶۴-۳۶۵ [۲] مستدرک حاکم۔ [۳] مستدرک حاکم۔

Marfat.com

امام عالی مقام کی طبیعت جتنی مضمحل ہوتی جاتی تھی۔ شامی اور کوفی اپنی ستم کوشیوں میں اضافہ کرتے جاتے تھے۔ جب انہوں نے اندازہ کر لیا کہ اب امام حسینؓ میں مقابلہ کی سکت نہیں رہی۔ تو یہ بدطینت اہل بیت کے خیموں کی طرف بڑھے۔ اور امام حسینؓ کو ادھر جانے سے روکنا چاہا امام حسینؓ نے فرمایا۔ کیا تم دین وایمان کو بھی جواب دے بیٹھے ہو؟ تمہارے دلوں سے خوف قیامت بالکل ہی جاتا رہا۔ ان سرکش گستاخوں کو میرے اہل بیت کی طرف پیش قدمی کرنے سے منع کرو۔ امام عالی مقام کی بات کون سنتا تھا۔ ان کے دلوں پر تو اللہ تعالٰے نے گمراہی کی مہریں ثبت کر دی تھیں۔ شمر لوگوں کو برابر ابھار رہا تھا۔ اور شامی اپنے جامے سے باہر نکلے پڑتے تھے۔ نہ معلوم انہیں کس چیز کی مسرت تھی۔ ٹھٹ کے ٹھٹ بڑھے چلے آتے تھے۔ امام حسینؓ کی شمشیر خارا شگاف انہیں اناج کے دانوں کی طرح بکھیر کر رکھ دیتی تھی۔ یہ امام حسینؓ کا حوصلہ تھا کہ زخموں سے چور چور ہونے کے باوجود مقابلہ کر رہے تھے۔ کوئی اور ہوتا۔ تو کبھی کا دل چھوڑ گیا ہوتا۔ آخر وہ وقت آ گیا۔ کہ شامیوں نے ہر چہار طرف سے امام کو نرغے میں لے لیا۔ امام کو اس عالم میں دیکھ کر اہل بیت کے خیمہ سے ایک بچہ نکلا[1] اور بجیر بن کعب کو للکارا۔ جو امام عالی مقام کی طرف بڑھنا چاہتا تھا۔ کہ اے خبیث ماں کے خبیث لڑکے تو میرے چچا پر قاتلانہ وار کرنا چاہتا ہے۔ اس بچے کی للکار پر اس ظالم شامی نے بچے پر تلوار کا وار کیا۔ اس معصوم نے اس وار کو ہاتھ پر روکا۔ لیکن کہاں ایک ننھے بچے کا ہاتھ اور کہاں ایک دیو صفت شامی کی تلوار کی ضرب۔ ہاتھ جھول گیا۔ امام حسینؓ نے بچے کو مجروح دیکھ کر سینے سے لگا لیا۔ اور کہا اے بیٹے! صبر سے کام لو۔ عنقریب تم اپنے اجداد سے ملاقات کا شرف حاصل کرو گے۔ اس اطمینان بخش گفتگو کے بعد پھر آپ نے دشمن کی طرف رخ کیا۔ اور پرے کے پرے اڑا کر رکھ دیئے[2]

---

[1] ابن اثیر ج ۴ صـ۶۶ [2] طبری ج ۷ صـ۳۶۲

Marfat.com

کربلا کا میدان خون کے چھینٹوں سے لالہ زار بنا ہوا تھا۔ تلواروں کی جھنکار سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ لیکن کیا فساق و فجار کا یہ لشکر کسی فوج کا مقابلہ کر رہا تھا؟ نہیں! مقابلہ میں شیرِ خدا کا صرف ایک لختِ جگر تھا۔ اچانک مالک بن بشر کندی نے راکبِ دوشِ مصطفےٰ پر ایسا سفاکانہ وار کیا کہ جس کی کاٹ سے کاسہ سر میں درز پڑ گئی۔ اور خون کا ایک چشمہ پھوٹ نکلا۔ جسم خون سے شرابور ہو گیا۔ لیکن اللہ رے ثابت قدمی! اب بھی امام عالی مقام کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ امام عالی مقام نے سر پہ دوسری ٹوپی پہنی اور اس پہ عمامہ باندھا۔ ایک دودھ پیتے بچے کو منگوا کر اپنی گود میں لیا۔ تاکہ وُہ شفقتِ پدری کے سائے سے محروم نہ رہے کسی سفاک نے تاک کر تیر چلایا کہ بچہ گود میں ختم ہو گیا۔[1]

زینب کبریٰ عالم وارفتگی میں خیمہ سے باہر نکل آئیں۔ اور چلاتی ہوئی دوڑنے لگیں کہ آج آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑتا۔ ابن سعد امام حسینؓ کے پاس ہی کھڑا تھا۔ اس سے کہنے لگیں۔ عمر! یہ کیا ستم ہے کہ ابو عبداللہ کو قتل کیا جا رہا ہے۔ اور تم تماشا دیکھ رہے ہو۔ اگرچہ ابنِ سعد پر حرص و طمع نے غفلت کے پردے ڈال دیئے تھے۔ تاہم اس پہ بھی رقت طاری ہو گئی اور اتنے آنسو اس کی آنکھوں سے بہے کہ چہرہ اور ڈاڑھی پر قطرات جمع ہو گئے۔ اس نے ندامت کی وجہ سے اپنا منہ پھیر لیا۔[2] امام حسینؓ لڑتے جاتے تھے۔ اور آپ کی زبان پہ یہ فقرے تھے:۔

"آج تم میرے قتل کے لئے اکٹھے ہوئے ہو۔ خدا کی قسم! میرے بعد تم کسی ایسے شخص کو قتل نہیں کرو گے جس کا قتل میرے قتل سے زیادہ اللہ تعالےٰ کی ناخوشنودی کا باعث ہو گا۔ اللہ تعالےٰ تمہیں ذلیل و خوار کرنے کے بعد مجھے عزت

---

[1] اخبار الطوال صـ ۲۹۹ [2] طبری ج ۶، صـ ۲۶۵

Marfat.com

حکومت عطا کرے گا۔ وہ تم سے اس طرح انتقام لے گا۔ کہ تمہیں مطلق اس کا خیال و گمان بھی نہ ہوگا۔ خدا کی قسم اگر تم نے مجھے اگر قتل کر دیا۔ تو خداوند تعالیٰ تم پر سخت عذاب نازل کرے گا۔ تم میں خونریزی شروع ہوگی۔ جب تک وہ تم پر دوگنا عذاب نازل نہ کرلے گا۔ ہرگز راضی نہ ہوگا[1]

امام عالی مقام کی حالت غیر ہوتی جا رہی تھی۔ زخموں سے جسم چھلنی ہو رہا تھا لیکن کسی کو آپ کے شہید کرنے کا حوصلہ نہیں ہوتا تھا۔ وہ ایک دوسرے پر قتل کا الزام دھرنا چاہتے تھے۔ شمر یہ تامل دیکھ کر بولا: تمہاری مائیں اپنے لڑکوں کا ماتم کریں، دیکھتے کیا ہو؟ بڑھو اور حسینؓ کو قتل کر دو؛ اس ڈانٹ پر شامی ہر طرف سے امام عالی مقام پر ٹوٹ پڑے۔ ایک شخص نے تیر مارا۔ تیر گردن میں پیوست ہو گیا۔ امام حسینؓ نے اسے اپنے ہاتھوں سے نکالا۔ کہ اس اثناء میں ذرعہ بن شریک تمیمی نے بائیں ہاتھ پر تلوار کا وار کیا۔ پھر گردن پر تلوار چلائی۔ ان مسلسل زخموں کی وجہ سے امام زخموں سے نڈھال ہو گئے۔ آپ کے تمام اعضاء جواب دے گئے۔ اب آپ میں کھڑے ہونے کی طاقت بھی نہ رہی۔ کھڑے ہوتے تھے۔ اور گر پڑتے تھے۔ ٹھیک اسی وقت سنان بن انس نے اس زور سے تیر کا وار کیا کہ امام عالی مقام زمین پر آ رہے۔ بدفطرت اور شقی القلب خولی بن یزید سر قلم کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ لیکن اس کے ہاتھ کانپنے لگے۔ بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا۔ سنان بن انس نے اس ازلی شقاوت کا ثبوت دیتے ہوئے امام حسینؓ کا سرتن سے جدا کیا[2] غرض ۱۰ محرم ۶۱ھ کو مطابق ستمبر ۶۸۰ء میں امامت و قیادت کا یہ آفتاب دنیا کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ؎

می تپد امروز از خدا بد عا صد ہزار جاں ... صد ہزار بار بمیرم برائے او

---

[1] ابن اثیر ج ۴ ص ۹۴۔ [2] طبری ج ۷ ص ۳۶۵۔

ظلم و ستم کی انتہا

امام عالی مقام کو شہید کرنے کے بعد بھی شامیوں کی آتش انتقام سرد نہیں ہوئی۔ ان ظالموں نے اس جسم کو جسے بارہا سردرکونین نے اپنی آغوش میں جگہ دی تھی۔ گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالا بعدازاں یہ بدفطرت اہل بیت کے خیموں کی طرف بڑھے اور ان کا کل سامان لوٹ لیا۔ زین العابدین ایک خیمہ میں بیمار پڑے تھے جب شمر ان کے خیمہ کی طرف بڑھا۔ تو سپاہی بولے۔ اسے کیوں چھوڑتے ہو۔ ایک شخص حمید بن مسلم کے دل میں رحم کا جذبہ بیدار ہوا۔ اس نے کہا ابھی تو یہ کم عمر ہیں۔ کیا تم کم عمروں کو بھی قتل کرو گے[1] اتنے میں عمرو بن سعد آ گیا۔ اس نے کہا، خبردار! کوئی شخص ان خیموں میں نہ جائے اور نہ عابد بیمار کو ہاتھ لگائے جس نے جو مال لوٹا ہے۔ واپس کر دے۔ امام زین العابدینؓ پر اس برتاؤ کا بڑا اثر ہوا۔ آپ نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ لیکن عمرو بن سعد کی تنبیہ کے باوجود لوٹا ہوا مال کسی نے واپس نہ کیا[2]

تجہیز و تکفین

شہادت کے دوسرے یا تیسرے روز غاضریہ کے رہنے والوں نے شہدائے کربلا کی لاشیں دفن کیں۔ امام حسینؓ کی نعش بغیر سر کے دفن کی گئی۔ آپ کا سر ابن زیاد کے پاس بھیج دیا گیا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ابن زیاد کے سامنے جب امام حسینؓ کا سر رکھا گیا۔ تو وہ چھڑی سے امام عالی مقام کے دندان مبارک کو چھیڑنے لگا۔ اس وقت زید بن ارقمؓ بھی موجود تھے۔ ان سے رہا نہ گیا۔ بولے چھڑی ہٹا لے خدا کی قسم! میں نے آنحضرت صلعم کو ان لب و دندان کا بوسہ لیتے دیکھا ہے۔ یہ کہا اور بے اختیار رو پڑے۔ ابن زیاد بولا خدا تیری آنکھوں کو ہمیشہ رلائے۔ اگر تو بوڑھا نہ ہوتا۔ تو میں تیرا سر بھی قلم کرا دیتا۔ ابن زیاد کی زبان سے یہ فقرے سن کر آپ نے فرمایا:-

---

[1] ابن سعد ج ۶ ص ۱۹۴ [2] طبری ج ۷ ص ۳۶۲۔

Marfat.com

"آج سے تم نے غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا۔ تم نے ابنِ مرجانہ کے اشارے سے حسینؓ بن فاطمہؓ کو قتل کیا۔ ابنِ مرجانہ نے تمہارے اچھے آدمیوں کو قتل کیا اور بڑے بڑے لوگوں کو غلام بنا لیا۔ اور تم نے یہ ذلت و خواری برداشت کر لی۔ اس لئے تم ذلیلوں سے دور رہنا ہی بہتر ہے[۱]"

اہلِ بیت کا سفرِ کوفہ

امام حسینؓ کی شہادت کے بعد شامی اہلِ بیت کے پسماندہ افراد کو ہمراہ لے کر کوفہ چلے۔ پسماندہ افراد میں زین العابدینؓ حسن بن حسنؓ، عمرو بن حسنؓ اور کچھ شیر خوار بچے یا خواتین تھیں۔ اس وقت شہداء کی لاشیں کربلا کے میدان میں بے گور و کفن پڑی تھیں۔ جب ان لاشوں پر خواتین کی نگاہیں پڑیں تو قافلہ میں شور و ماتم بپا ہو گیا۔ امام حسینؓ کی ہمشیرہ زینب کبریٰؓ اور صاحبزادیوں نے رونا شروع کیا۔ یہ قافلہ ابنِ زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس وقت بی بی زینبؓ برہنہ پا تھیں لباس بھی میلا کچیلا تھا۔ ابنِ زیاد نے اس حالت میں انہیں دیکھ کر پوچھا یہ کون ہیں؟ زینبؓ نے کوئی جواب نہ دیا۔ دوبارہ سہ بارہ سوال کرنے پر ایک کنیز نے کہا۔ کہ زینب بنت فاطمہؓ ہیں۔ یہ سُن کر اس شقی القلب نے کہا:۔

"خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمہیں ذلیل و خوار کیا۔"

زینب کبریٰؓ نے جواب دیا:۔

"تیرا خیال غلط ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو محمدؐ کی عزت سے نوازا اور ہم کو پاک صاف کیا۔ ہم نہیں بلکہ فاسق و فاجر رسوا ہوتے ہیں۔ اور انہیں جھٹلایا جاتا ہے۔"

۱؎: ابن اثیر ج ۴ ص ۳۶

Marfat.com

پھر ابن زیاد بولا :-

"تم نے دیکھا کہ خدا نے تم لوگوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا ؟"

اس پر زینب کبریٰ نے جواب دیا :-

"ان کی قسمت میں ازل سے شہادت تھی۔ اس لیے وہ شہید ہوئے عنقریب وہ اور تم اللہ تعالیٰ کے حضور جمع ہو گے ۔ اس وقت وہ اس کے سامنے اللہ اف کا مطالبہ کریں گے۔"

یہ تڑکی بہ تڑکی جواب سن کر ابن زیاد غصہ سے بے تاب ہو گیا اور بولا :-

"خدا نے تمہارے سرکش اور باغی اہل بیت کے ذکن سے میرا مقصد ٹھنڈا کر دیا"

زینبؓ اپنے شہید بھائی پر یہ حملہ برداشت نہ کر سکیں اور فرمانے لگیں :-

"میری قسم تم نے ہمارے ادھیڑ عمر کے لوگوں کو قتل کیا۔ ہمارے گھر والوں کو بے گھر، ہماری شاخوں کو قلم کیا۔ اور ہماری جڑ کو اکھاڑا۔ اگر اسی سے تمہاری تسکین ہوتی۔ تو بس ہو گئی۔"

ابن زیاد زینبؓ کے یہ دلیرانہ جوابات سن کر بولا :-

"یہ ہمت اور دلیری میری عمر کی قسم! تمہارے باپ بھی بہادر تھے۔"

زینبؓ بولیں :-

"مستورات کو شجاعت سے کیا واسطہ[1]"

بعد ازاں امام زین العابدین پر ابن زیاد کی نظر پڑی۔ اس نے پوچھا، تمہارا نام کیا ہے آپ نے جواب دیا ، علی بن حسینؓ ، وہ نام سن کر بولا کیا اللہ تعالیٰ نے علی بن حسینؓ کو قتل نہیں کیا؟

---

[1] : ابن اثیر ج ۴ ص ۳۷

زین العابدینؒ چپ رہے۔ ابنِ زیاد نے کہا، بولتے کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میرے دوسرے بھائی کا نام بھی علیؒ تھا۔ وہ شہید ہو گئے۔ ابنِ زیاد نے کہا یہ کہو کہ ان کو خدا نے قتل کیا۔ زین العابدینؒ پھر خاموش ہو گئے۔ ابنِ زیاد نے پھر انہیں بولنے پہ مجبور کیا۔ آپ نے جواب میں آیت ذیل کی تلاوت کی:۔

"اللہ یتوفی الانفس حین موتھا وما کان لنفس ان یموت الا باذن اللہ"

(ترجمہ) اللہ تعالےٰ مخلوق پہ موت وارد کرتا ہے۔ جب اس کی موت کا وقت آتا ہے۔ کوئی شخص اذنِ الٰہی کے بغیر مر نہیں سکتا۔

ابنِ زیاد بولا۔ اچھا تم بھی انہیں میں سے ہو۔ اور ان کی بلوغت کی تحقیق کے بعد قتل کا حکم دیا۔ اس حکم پہ زین العابدینؒ نے کہا ان مستورات کو کس کے سپرد کرو گے؟ ان کی پھوپھی زینبؓ یہ ظالمانہ حکم سن کر بے تاب ہو گئیں اور ابنِ زیاد سے کہا۔ ابھی تک ہمارے خون سے تمہارا پیٹ نہیں بھرا۔ کیا کوئی آسرا بھی باقی نہ چھوڑو گے؟ ؎

نکل کے سینے سے اے آہ برق سے کہہ آ
کہ ایک ڈال تو رہنے دے آشیاں کے لئے

یہ کہا اور امام زین العابدینؒ سے لپٹ گئیں۔ اور ابنِ زیاد سے کہا کہ تمہیں خدا کی قسم اگر انہیں قتل کرنا چاہتے ہو۔ تو ساتھ ہی مجھے بھی تہ تیغ کر دو۔ امام زین العابدین پر مطلق کوئی خوف یا اضطراب کی کیفیت حاصل نہ تھی۔ آپ نے نہایت متانت اور سنجیدگی سے کہا اگر تم مجھے قتل ہی کرنا چاہتے ہو۔ تو قرابت داری کا لحاظ کرتے ہوئے اتنا تو کرو کہ کسی پرہیز گار شخص کے ہمراہ ان مستورات کو روانہ کر دینا۔ زین العابدینؒ کی اس متانت آمیز گفتگو پہ ابنِ زیاد ان کے منہ کی طرف دیکھتا رہ گیا۔ اور اس ظالم کے دل پر بھی اثر ہوا۔ اس نے کہا خیر اس

Marfat.com

لڑکے کو مستورات کے ساتھ باقی رہنے دو۔[1]

شام کا سفر ابنِ زیاد نے اہلِ بیت کے حالات کے تجسس اور شہدائے کربلا کے سروں کے معائنہ کے بعد حکم دیا کہ انہیں شام لے جاؤ۔ معلوم ہونا چاہیے کہ ابنِ زیاد کا سخت رویہ اور ظالمانہ سلوک یزید کی ہدایت کے تحت نہ تھا۔ ابنِ زیاد پر اس سفاکانہ بے رحمی کا الزام عاید ہوتا ہے۔ یزید کا جرم یہ ہے کہ اس نے اس علم کے باوجود کہ امام حسینؓ اور ان کے رفقاء کو ابنِ زیاد اور اہلِ کوفہ و عراق نے ظلم و ستم سے شہید کیا۔ کسی ایک سے بھی قصاص نہیں لیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعات تو اس کے علم اور اجازت سے ظہور میں نہیں آئے۔ ان سے اس کی رضامندی اور خوشنودی کا اندازہ ضرور ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے یزید کی پیشانی سے یہ داغ معصیت نہیں دُھل سکتا۔

یزید کا اظہارِ غم زحر بن قیس نے انعام کے لالچ میں یزید کو امام حسینؓ اور ان کے رفقاء کی شہادت کی خبر سنائی۔ اس مردود ازلی نے واقعات شہادت کو ظریفانہ انداز میں نمک مرچ لگا کر پیش کیا۔ تو یزید کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور یہ کہا :-

"اگر تم لوگ حسینؓ کو قتل نہ کرتے تو میں تم سے زیادہ خوش ہوتا۔ ابنِ زیاد پر خدا کی لعنت اور پھٹکار۔ اگر میں ہوتا تو خدا کی قسم حسینؓ کو چھوڑ دیتا۔ اللہ حسینؓ پر رحمت کرے۔"[2]

یزید نے زحر بن قیس کو ایک حبہ بھر بھی انعام نہیں دیا۔[3]

امام حسینؓ کے سر سے خطاب جب محضر بن ثعلبہ اہلِ بیت کے لٹے ہوئے قافلہ کو لیکر

---

[1] ابنِ اثیر ج ۴ ص ۱۰۱۔ [2] اخبار الطوال ص ۲۶۲۔ [3] طبری ج ۷، ص ۳۷۵۔

Marfat.com

پہنچا۔ تو یزید کے محل کے پھاٹک ہی پر چلا یا ۔ محضر بن ثعلبہ امیر المومنین کی خدمت میں فاجروں اور فاسقوں کے سر لایا ہے۔ یزید نے یہ شور سن کر کہا :

"ام محضر نے جو بیٹا جنا ہے ۔ وہ اشر الناس اور افسق الفجار ہے۔"

بعد ازاں جب امام حسینؓ اور دیگر مقتولین کے سر یزید کے سامنے پیش کئے گئے ۔ تو اس نے امام حسینؓ کے سر پہ ایک نظر ڈالی ۔ اور کہا :

"خدا کی قسم ! حسینؓ ! اگر میں ہوتا تو تمہیں قتل نہ کرتا۔"

یحیٰ بن حکم نے ایک قطعہ پڑھا جس میں ابن سمیّہ کی مدح و ستائش تھی ۔ اور اہل بیت پہ طعن و تشنیع کی گئی تھی ۔ یزید نے اس کے سینے پہ ہاتھ مارا ۔ اور اُسے ڈانٹ کر خاموش کر دیا۔[۱]

یزید نے شہدائے کربلا کے سروں کے معائنہ کے بعد اہل بیت کے قافلہ کو بلوایا اس نے امرائے شام کی موجودگی میں امام زین العابدین سے کہا :

"علیؓ ! تمہارے والد نے میرے ساتھ قطع تعلق کیا ۔ میرے حق کی پروا نہ کی ۔ اور حکومت میں نزاع کی صورت پیدا کی اسی کا نتیجہ ہے ۔ جو تمہیں نظر آ رہا ہے ۔

امام زین العابدینؓ نے اس کے جواب میں یہ آیت پڑھی :

ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرأها ان ذالک علی اللہ یسیر لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما آتکم واللہ لا یحب کل مختال فخور (حدید) تمہاری کوئی مصیبت بھی نہیں ہے ۔ جو پہلے سے لکھی ہوئی نہ ہو یہ خدا کے لئے بالکل سہل ہے ۔ یہ اس لئے کہ نقصان پر تم افسوس نہ کرو ۔ اور فائدہ پہ مغرور نہ ہو ۔ خداوند تعالیٰ مغروروں اور فخر و ناز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

---

[۱] : طبری ج ۷ صفحہ ۲۶۷ ۔

یہ جواب سن کر یزید نے اپنے لڑکے خالد سے کہا کہ تم اس کا جواب دو لیکن اس کی سمجھ میں نہ آیا۔ تو یزید نے بتایا کہ تم یہ کہو:

"ما اصابکم من مصیبۃٍ فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر"

جو مصیبت بھی آتی ہے۔ خود تمہارے اپنے ہاتھوں آتی ہے۔ اور بہت سی غلطیاں اللہ تعالےٰ معاف کر دیتا ہے۔

اہل بیت سے حسن سلوک

اس گفتگو کے بعد مستورات اور بچوں کو اپنے سامنے بٹھایا۔ اس وقت یہ سب کس مپرسی کے عالم میں تھے۔ یزید نے انہیں اس حال میں دیکھ کر کہا، خدا ابن مرجانہ کو سمجھے اگر اس کے اور تمہارے درمیان قرابت دارانہ تعلقات ہوتے تو وہ تمہارے ساتھ ہرگز یہ بدسلوکی نہ کرتا اور نہ اس بے سرو سامانی کی حالت میں تمہیں روانہ کرتا۔ فاطمہ بنت علیؓ کا بیان ہے۔ کہ جب ہم لوگ یزید کے سامنے پیش کئے گئے۔ تو اسے ہماری حالت پر رونا آگیا۔ اور اس نے بڑی نرمی اور مہربانی کا برتاؤ کیا[1]۔

یزید کے گھر میں ماتم

یزید نے معائنہ اور دریافت حال کے بعد مستورات کے قیام کا حرم سرا میں اہتمام کیا۔ یزید خود امام حسینؓ کا رشتہ دار تھا۔ اس کی مستورات بھی قرابت داری کے تعلقات رکھتی تھیں اس لئے گھر میں شور و ماتم برپا ہوگیا۔ سب عورتوں نے آہ و زاری کی۔ تین دن تک متواتر یزید کا گھر ماتم کدہ بنا رہا۔ اس دوران میں یزید امام زین العابدینؒ کو اپنے ہمراہ دسترخوان پر کھانا کھلاتا تھا[2]۔

تلافیٔ مافات کی کوشش

گذشتہ صفحات میں ہم نے ذکر کیا ہے کہ شامیوں نے

---

[1] طبری ج ۷ ص ۳۷۷ ۔ [2] ایضاً ص ۳۷۵ ۔

Marfat.com

اہلِ بیت کے خیموں سے سارا مال و متاع لوٹ لیا تھا اور ابن سعد کے حکم کے باوجود کسی نے لوٹا ہوا مال واپس نہیں کیا تھا۔ یزید نے اس کی تلافی کی اور پوچھ پوچھ کر دوگنا مال دلوا دیا۔ سکینہ بنت حسینؓ پر اس حسنِ سلوک کا کافی اثر ہوا۔ وہ فرماتی ہیں۔ کہ میں نے منکرین خدا اور رسول میں یزید سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا۔

یزید کے ہمدردانہ جذبات

چند روزہ قیام کے بعد جب اہلِ بیت کو قدرے سکون و اطمینان حاصل ہوا۔ تو یزید نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ انہیں خیر و عافیت کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچا دیا جائے۔ سب کو اپنے پاس بلا کر امام زین العابدینؓ سے یزید نے یہ خطاب کیا۔

"ابنِ مرجانہ پر خدا کی پھٹکار! اگر اس کی بجائے میں ہوتا۔ تو حسینؓ جو کہتے ہیں۔ مان لیتا۔ اور ان کی جان بچانے کی پوری پوری کوشش کرتا۔ خواہ اس کوشش میں میری اولاد ہی کیوں نہ کام آجاتی۔ لیکن قضائے الٰہی میں کسی کا کوئی چارہ نہیں۔ بہرحال جب کبھی تمہیں کسی قسم کی ضرورت پیش آئے تو مجھے فوراً تحریر کرنا[1]"

سفرِ مدینہ اور مناسب اہتمام

اس رخصتی ملاقات کے بعد نعمان بن بشیر کو حکم دیا۔ کہ اہلِ بیت کی ضروریات کا کل سامان فراہم کیا جائے۔ اور چند دیانتدار اور نیک دل شامیوں کے ہمراہ انہیں رخصت کیا جائے۔ حفاظت کے لئے مدینہ منورہ تک سواروں کا ایک دستہ ہمراہ جائے[2]۔ اس حکم کی تعمیل میں فوراً ضروری سامان مہیا کیا گیا۔ اور یزید نے ان سب کو نہایت عزت و احترام کے ساتھ

---

[1] طبری ج ۷ صـ ۳۷۹ ـ [2] ایضاً

Marfat.com

رخصت کیا۔ جن لوگوں کو حفاظت کے لئے متعین کیا گیا تھا۔ انہوں نے پوری ذمہ داری کے ساتھ اپنے منصبی فرائض سرانجام دیئے۔ وہ ایک لحظہ کے لئے بھی ادھر سے اُدھر نہیں ہوئے۔ جہاں قافلہ پڑاؤ کرتا تھا۔ یہ لوگ پردہ کے خیال سے الگ ہو جاتے تھے۔ غرض امن و سلامتی کے ساتھ قافلہ مدینہ منورہ پہنچا۔ اہل بیت نے ان محافظین کے شریفانہ سلوک کا شکریہ ادا کیا۔ چنانچہ فاطمہؓ اور زینبؓ نے اپنے کنگن اور بازوبند شکریہ کے طور پر بھیجے۔ اور یہ پیغام دیا کہ اس وقت ہم معذور ہیں۔ اسی قدر معاوضہ دے سکتے ہیں نعمان بن بشیر نے یہ معاوضہ واپس کر دیا۔ اور کہلا بھیجا اگر ہم سے یہ خدمت دنیاوی فائدہ کے لئے کی ہوتی۔ تو یہ چیزیں فی الواقع قبول کی جا سکتی تھیں۔ لیکن خدا کی قسم ہم نے جو کچھ برتاؤ کیا ہے۔ وہ خلوص سے حسبۃ للہ اور رسول کریم صلعم کی قربت کے خیال سے کیا ہے[1]

اسوۂ حسینؓ

یہ واقعہ ہائلہ ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے۔ کہ دعوتِ حق کا علم وہی انسانِ خدا آگاہ بلند کر سکتے ہیں جنہیں مال تو مال جان کی پروا بھی نہیں ہوتی بنی امیہ کی شخصی حکومت غیر شرعی حکومت تھی۔ ضرورت تھی کہ اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی جائے۔ لیکن یہ خدمت کوئی معمولی دل گردے کا آدمی سرانجام نہیں دے سکتا تھا اور پھر ایسے حالات میں جب ایک ظالم و جابر حکمران کے ہاتھوں میں تمام اختیار ہو۔ یہ کام اور بھی مشکل تھا۔ امام حسینؓ نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا۔ کہ اس خدمت کے لئے قدرت نے صرف مجھے اور میرے چند جاں نثاروں کو منتخب کیا ہے ؎

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا　　ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

---

[1]: ابن اثیر ج ۴ ص ۹۰۔

Marfat.com

عقلِ مصلحت اندیش کہہ سکتی ہے کہ اگر امام حسینؓ اور ان کے اہلِ بیت حق پر تھے تو کربلا کی زمین ان کے خون سے لالہ زار کیوں ہوئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی کبھی قدرت باطل کو اتنی ڈھیل دے دیتی ہے۔ کہ وہ اپنے حسرت و ارمان نکال لے لیکن یہ ڈھیل عارضی ہوتی ہے۔ انجام کار فتح حق ہی کی ہوتی ہے۔ اور باطل کو کسی نہ کسی وقت اپنی بد عملیوں کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ فتح و نصرت کا تاج امام حسینؓ ہی کے سر رکھا جا چکا تھا یزید کی بادشاہت تو پورے سال بھر بھی نہ رہ سکی۔ لیکن امام حسینؓ نے دلوں پر جو حکومت کی داغ بیل ڈالی تھی۔ وہ آج بھی قائم و دائم ہے۔ اور قیامت تک رہے گی۔

موت کے سیلاب میں ہر خشک و تر بہہ جائے گا
ہاں مگر نام حسینؓ ابنِ علی رہ جائے گا

مختار بن عبید ثقفی نے واقعہ شہادت کے معاً بعد قاتلین امام حسینؓ سے جو انتقام لیا۔ یہ بھی دراصل خونِ حسینؓ کا اعجاز تھا[1]

---

[1] البدایہ ج ۲ ص ۱۳۱

Marfat.com

قاتلین امام حسینؓ کا حشر

حادثۂ کربلا میں اہلِ بیت پر جو کچھ بیتی۔ اُس کے مطالعہ سے خاندانِ نبوت کے عقیدت مندوں کے دل ڈوب جاتے ہیں۔ اور ان کے جذبات پر اوس پڑ جاتی ہے۔ ظاہر ہے جو مصائب و آلام اہلِ بیت پر کربلا میں ٹوٹے، تاریخ عالم میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ ارادتمندانِ آلِ رسولؐ کے دلوں میں قدرتی طور پر یہ خیال اُبھرتا ہے۔ کہ خداوند قدوس نے اس موقعہ پر جب کہ اس کے محبوب کی آل پر قیامت گزر رہی تھی۔ اپنی شانِ قہاری کا مظاہرہ کیوں نہیں کیا؟ سابقہ اُمم پر عذاب نازل ہوتے رہے۔ اور دُنیا پر یہ حقیقت واضح ہوتی رہی۔ کہ جو قومیں خدا کے پیاروں کے ساتھ بدسلوکی کرتی ہیں۔ قدرت انہیں صفحۂ ہستی سے ناپید کر دیتی ہے۔ آخر کربلا میں سُنّتِ الٰہی کیوں بدلی؟ یزید، ابنِ زیاد، شمر، خولی، سنان اور حرملہ بن کاہل وغیرہ کشتگانِ کربلا کی تڑپتی ہوئی لاشوں کا تماشا دیکھنے کے لئے کس طرح زندہ رہ گئے؟ اس باب میں ہم انہی سوالات کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ پہلے تو یہ سمجھ لیجئے کہ اللہ نے اہلِ بیت پر دشمنانِ دین کی سختیاں اس لئے گوارا کیں کہ اسے رہتی دُنیا تک کے لئے اپنے بندوں کو یہ سبق دینا تھا۔ کہ حق و صداقت کی خاطر خاک و خون میں بھی لوٹنا پڑے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اور یہ فرض صرف عوام ہی کا نہیں۔ بلکہ ان خاصانِ بارگاہِ خداوندی کا بھی ہے جنہیں وہ دُنیا میں بھی اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے۔ اور آخرت میں بھی جن کے لئے بلند مقامات ہیں۔ خاصانِ خدا کی تواضع، ان کا ایثار اور ان کی شہادت

Marfat.com

عوام کی چشم کشائی اور عبرت پذیری کے لئے ہے۔ اس طرح گویا عوام کو بالواسطہ یہ پیغام دیا جاتا ہے کہ جب دین کی خاطر ہمارے پیارے جانیں دے سکتے ہیں۔ تو پھر انہیں یہ کہاں زیبا ہے کہ وہ بے غیرتی کی زندگی گذاریں اور حق کو اپنی نگاہوں کے سامنے پامال ہوتا دیکھیں۔ انہیں یہ سمجھ لینا چاہیئے

مسلماں جی نہیں سکتا ہے مرلیتا نہیں جب تک
یہ دریا چڑھ نہیں سکتا اُتر لیتا نہیں جب تک

رہا قدرت کے انتقام کا سوال، اوّل تو بات یہ ہے کہ ہم اس حکیمِ مطلق کی حکمت بالغہ کا بھید نہیں پا سکتے۔ ہم واقعات کو عقل کے پیمانے سے ناپنے اور اس کی ترازو میں تولنے کے عادی ہیں۔ حالانکہ عقل کتنی ہی دور رس کیوں نہ ہو۔ اسرارِ قدرت کی پردہ کشائی نہیں کرسکتی۔ اسے کیا خبر کہ اس کے انتقام کی نوعیتیں مختلف ہوتی ہیں۔ کہیں وہ زود گیری میں مصلحت سمجھتا ہے۔ اور کہیں دیر گیری اسے منظور ہوتی ہے۔ محدود پیمانے پر عبرت و عظمت اسے مقصود ہوتی ہے۔ تو وہ فوری انتقام لیتا ہے۔ لیکن جب اس کی یہ منشا ہوتی ہے کہ قیامت تک کے لئے ایک نظیر قائم ہو جائے۔ تو پھر اتمامِ حجت کے بعد عذاب کے نزول میں تاخیر و امہال سے کام لیا جاتا ہے۔ امم سابقہ پر جو عذاب نازل ہوئے۔ وہ پہلی قسم میں داخل ہیں۔ امام حسینؓ اور ان کے اہل وعیال پر جو کچھ گذری اس کا تعلق دوسری قسم سے ہے ؎

نہ جا اس کی کریمی پر کہ ہے بدڈھب گرفت اسکی
ڈر اس کی دیر گیری سے کہ ہے سخت انتقام اُسکا

تاریخ بتاتی ہے کہ قدرت نے قاتلین امام حسینؓ سے انتقام لیا۔ اور انتقام

Marfat.com

بھی ایسا کہ انہیں صفحۂ ہستی سے ناپید کر دیا۔ دیکھتی آنکھوں یزید کے ہاتھوں میں زمام اختیار آگئی تھی۔ اور تمام دنیائے اسلام پر اس کا تسلط تھا۔ لیکن واقعات یہ بتاتے ہیں کہ حادثۂ کربلا کے بعد اسے سکون نصیب نہیں ہوا۔ اس کی راتوں کی نیندیں حرام ہو گئی تھیں ہر لحظہ اسے کشتگانِ کربلا کے خون کے چھینٹوں کا تصور کالے ناگ کی طرح ڈستا رہتا تھا۔ ۶۴ھ میں جب کہ اس کی عمر صرف ۳۹ سال کی تھی۔ یزید درد قولنج میں اس بری طرح مبتلا ہوا کہ تین دن تک تڑپ تڑپ کر اس نے جان دی۔ شدتِ مرض میں اس نے اپنے بیٹے معاویہ کو بلا کر کچھ وصیت کرنی چاہی۔ لیکن وہ یہ کہہ کر چلا گیا کہ

"مجھے ایسی سلطنت نہیں چاہیئے جس کی بنیاد اولادِ رسولؐ کے خون پر رکھی گئی ہے۔"

۶۶ھ میں مختار بن عبید ثقفی نے اقتدار حاصل کیا۔ برسرِ اقتدار آتے ہی اس نے یہ قہرمانی احکام جاری کر دیئے۔ کہ میں قاتلین امام حسینؑ میں سے کسی کو بھی زندہ نہیں رہنے دوں گا۔ ان احکام کی فوری تعمیل ہوئی۔ اور مختار کے سامنے عمر و سعد کی فوج کے بہت سے آدمی پابجولاں حاضر کئے گئے۔ ان لوگوں نے اپنی صفائی میں یہ بیان دیا کہ ہم ابن زیاد اور عمر و سعد کے حکم سے مجبور تھے۔ ورنہ ہم ہرگز آلِ رسولؐ پر تلواریں نہ اٹھاتے۔ مختار نے اس کے جواب میں صرف یہ کہا کہ تم ابن زیاد اور عمرو بن سعد کے حکم سے مجبور تھے۔ میں خدا اور اس کے رسولؐ کے حکم سے مجبور ہوں۔ تمہیں چھوڑ دوں گا نہیں۔ یہ کہا اور جلاد کو حکم دے دیا۔ کہ ان کے سر نہایت بیرحمی کے ساتھ قلم کر دو۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی۔

عمرو بن سعد اور دوسرے قاتل و سفاک کہیں روپوش ہو گئے تھے۔ مختار نے ان کی تلاش

Marfat.com

میں آدمی بھیجے۔ جو انہیں پکڑ لائے۔ عمر وسعد، ابو عمرہ کے ہاتھوں بے دردی سے قتل ہوا۔ شمر کو مختار کے سامنے لایا گیا۔ اُس نے کہا، میں بے گناہ ہوں۔ مجھے تو عمر وسعد نے حکم دیا تھا۔ مختار نے کہا۔ نابکار تو ہی تھا جس نے امام حسینؑ پہ بڑھ بڑھ کر وار کیئے تھے۔ دیکھ تو سہی تیرا کیا حال کرتا ہوں۔ جلاد کو طلب کیا گیا۔ اور اسے یہ حکم دیا۔ کہ اسے پورے جذبۂ انتقام کے ساتھ جہنم رسید کرو۔ جلاد نے ایسا ہی کیا۔ حرملہ بن کاہل کی پیشی ہوئی۔ مختار اسے دیکھتے ہی بولا۔ تو ہی ہے جس نے معصوم علی اصغر کا حلق تیروں سے چھیدا تھا۔ حکم دیا گیا کہ اس کا حلقوم تیروں سے چھلنی کیا جائے۔ اس کے ہاتھ پیر کاٹے جائیں۔ اور پھر اسے آگ کا ایندھن بنا دیا جائے۔ چنانچہ اس پہ عمل ہوا۔ خولی بن یزید اصبحی جس نے امام حسینؑ کا سر نیزہ پر چڑھایا تھا۔ مختار کے سامنے لایا گیا۔ مختار نے اس کے ہاتھ پیر قطع کروائے۔ اور اس کا دھڑ سر سے جدا کر کے پھینک دیا گیا۔ سنان بن انس فرار ہو گیا تھا۔ آخر کار اسے بھی گرفتار کر لیا تھا۔ ابراہیم بن مالک نے پہلے خنجر سے اُس کی آنکھیں پھوڑیں۔ پھر ہاتھ پیر کاٹے۔ اس کا سر مختار کے پاس بھیج دیا۔

ابن زیاد کی تلاش جاری تھی۔ آخر اُس کی بھی شامت آ گئی۔ ابراہیم بن مالک اشتر نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔ اور اُس کی مشکیں باندھ لیں۔ ہر شخص اس کے منہ پہ تھپڑیں رسید کرتا تھا۔ ابراہیم نے گلے میں طوق اور پاؤں میں زنجیریں پہنا کر اسے جلتی آگ میں ڈلوا دیا۔ بعض روایتوں میں یہ ہے کہ آگ میں ڈالنے سے پہلے اُس کے جسم کی بوٹیاں کی گئی تھیں۔ اس کا سر بھی مختار کے سامنے بھیج دیا گیا۔

فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ دُنیا اور اس کی خرافات نے کربلا اور شامیوں

کہ امام حسینؑ کے قتل اور ان کے رفقاء کی جاں ستانی پر آمادہ کیا تھا۔ لیکن ان کی حسرتیں نہ نکل سکیں۔ یزید صرف تین سال ۷ ماہ زندہ رہا۔ اور وہ بھی درد و کرب اور بے چینی کے عالم میں۔ تف ہے ایسی بادشاہت پر۔ ابنِ زیاد نہ معلوم اپنے دل میں کیا کیا آرزوئیں لیئے ہوئے تھا۔ اس کم بخت کی ایک آرزو بھی پوری نہ ہوسکی۔ چند سال کے بعد اسے بھی خاک و خون میں لوٹنا پڑا۔ عمرو سعد ایک معتدر صحابی کا ناخلف بیٹا۔ صرف رے کی جاگیر کی ہوس میں خاندانِ رسولؐ پر ہاتھ صاف کر بیٹھا۔ لیکن ہوا یہ کہ رے کی جاگیر بھی نہ ملی۔ اور اُلٹا گناہ عظیم اپنے سر لیا۔ شمر، خولی، سنان، حرملہ وغیرہ جو انعام و اکرام کے لالچ میں نشۂ ظلم و ستم میں دھت تھے۔ انہوں نے بھی اپنا انجام دیکھ لیا۔ دُنیا میں بھی رسوائی۔ اور آخرت میں بھی روسیاہی۔ مختار بن عبید ثقفی کی عدالت تو پھر ایک دُنیاوی عدالت تھی۔ یہاں اس نے ان قاتلین سے جو انتقام لیا۔ وہ اپنی طاقت اور مقدرت کے مطابق لیا۔ لیکن کون اندازہ کر سکتا ہے کہ قیامت میں جب ربِ ذوالجلال ان سے ان کے اعمال و افعال کا مواخذہ کرے گا۔ تو ان پہ کیا بیتے گی؟

سیاہ پوش انہی کے لئے ہے شامِ ابد!
جو مٹ کے رہ گئے دو دن کی زندگی کیلئے

Marfat.com

زینبؑ کبریٰؑ کی خطابت

خطابت شروع ہی سے خاندانِ رسولؐ کی امتیازی خصوصیت رہی ہے۔ اگرچہ عرب میں بے شمار خطیب پیدا ہوئے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان میں سے اکثر باکمال تھے۔ لیکن ایمان اور انصاف کی بات یہ ہے کہ وہ خطبات جن سے سامعین کے دل و دماغ کی صلاحیتیں پیدا ہوتی رہی ہیں۔ یا تو خود آنحضرت صلعم کی زبان وحی و الہام کے مرہونِ منت ہیں۔ یا پھر خلفاء راشدین کے جلال و جمال کے شرمندۂ احسان۔ ہم خلفاء راشدین میں سے ہر خلیفۂ راشد کو صاحبِ کمال خطیب سمجھتے ہیں۔ اور اس اعتبار سے ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دی جا سکتی البتہ یہ بات ضرور ہے کہ ان کے خطبات کی جداگانہ خصوصیتیں تھیں۔ ان کا مظاہرہ اپنے اپنے دور کی رعایت اور تقاضے سے ہوا۔ عہدِ صدیقی میں فتنہ ارتداد نے سر اُبھارا تھا اس لئے ضرورت اس امر کی تھی کہ کتاب و سنت کے احکام پر نہایت سختی سے عملدرآمد کرایا جائے۔ چنانچہ اس عہد میں جو جنگیں ہوئیں۔ وہ بھی اس غرض کے لئے تھیں اور موقعہ بہ موقعہ خلیفۂ اوّل نے جو خطبات ارشاد کئے اُن کے موضوع

کی بھی یہی صورتِ حال تھی۔ عہدِ فاروقی میں توسیعِ مملکت، نظم و اہتمام، نفقہی احکام پر عملدرآمد، اصلاحِ معاشرہ، تہذیبِ اخلاق، عدل و انصاف کا دور دورہ تھا فاروقِ اعظم کے خطبات میں بھی انہی امور پر زور دیا جاتا تھا۔ عہدِ عثمانی میں شروع کے چند سال چھوڑ کر انتشار کا آغاز ہوا۔ اور انجام کار یہی انتشار خلیفۂ ثالث کی شہادت کا سبب بنا۔ خلیفۂ ثالث باشعار اور حلیم الطبع صحابی تھے۔ آپ نے مرنجانِ مرنج طبیعت پائی تھی چنانچہ یہی رنگ آپ کے خطبات میں جھلکتا تھا۔ رہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ وہ اپنے دور میں خلیفہ ہو گئے۔ جبکہ مختلف قسم کے مسائل درپیش تھے۔ کوئی ایسا موضوع نہیں جس پر آپ نے خطیبانہ انداز میں اپنے خیالات کا اظہار نہ کیا ہو۔ سیاسی یا تمدنی حالات ہوں کہ مملکت کے داخلی امور، صدق و صفا، زہد و اتقاء، حقائق و معارف کے موضوعات ہوں۔ کہ علم و حکمت کے اسرار و رموز آپ کی خطابت کا خمیر ابہ تھے۔ خطابت کے آئینے پر جن علوم و فنون سے جلا آتی ہے۔ اُن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ آپ کے خطبات میں شعر و ادب کے جوہر بھی ہوتے تھے۔ اور تشبیہات و استعارات کی خصوصیتیں بھی۔ ہم نے اس کتاب میں بابُ العلمؓ کا جو وصیت نامہ کہیں اُوپر نقل کیا ہے اس سے ان کی ادبی صلاحیتوں کا بہت کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ آپ کے ایک فصیح و بلیغ خُطبہ کا اقتباس ہم ذیل میں دیتے ہیں۔ اس خُطبہ کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے رفقاء کو بار بار اس چیز پر آمادہ کیا تھا کہ وہ اہلِ شام کے مقابلے کے لیئے نکلیں۔ ان رفقاء نے کوئی عذر نہیں کیا۔ لیکن جنگ پر آمادہ نہ ہوئے اس موقعہ پر شیرِ خدا نے فرمایا کہ:

Marfat.com

"ہر صبح کو میں چوب شمشاد کی طرح تمہیں سیدھا کرتا ہوں۔ اور شام کو جب میری طرف واپس آتے ہو تو جیسے کمان کی پشت ہو جس کا قابو میں آنا دشوار ہو۔ اور جس کا سیدھا کرنے والا ناتواں و عاجز آچکا ہو ۔۔۔ پس بخدا میں گمان کرتا ہوں کہ اگر کبھی آتشِ جنگ تیزی سے بھڑکی اور تلواریں تیزی سے چلیں تو تم ابنِ ابی طالب سے اس طرح پراگندہ اور جدا ہو جاؤ گے۔ جس طرح عورت ہنگام زائیدن اپنے بچہ شکم سے دور ہو جاتی ہے۔ (منتخب البلاغۃ)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خطابت اہلِ بیت کو ورثہ میں ملی تھی۔ امام حسنؑ بھی بلند پایہ خطیب تھے۔ اور پھر امام الشہداء کے خطیبانہ کمالات کا لوہا تو ایک زمانے کے فصحا و بلغا نے مانا ہے۔ ہم نے گذشتہ صفحات میں ان کے جو خطبات دیئے ہیں۔ ان سے ہمارے بیان کی تصدیق کی جا سکتی ہے۔ زینب کبریٰؑ بھی شیرِ خدا کی دخترِ نیک اختر تھیں۔ بھلا یہ اس جوہرِ خطابت سے کیسے محروم رہ سکتی تھیں۔ آپ کے وہ خطبات جو ہم آئندہ صفحات میں نذرِ قارئین کرنا چاہتے ہیں۔ اتنے بلند پایہ ہیں کہ ان سے مرتضوی اندازِ خطابت کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ ان کے اس وصف کی داد ابنِ زیاد ایسے دشمنِ اہلِ بیت نے بھی دی۔ خواہ بانداز طعنہ ہی سہی۔ سچ کہا ہے کسی نے جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے۔ نسبت بڑی چیز ہے ذرہ کو صحرا اور قطرہ کو دریا آشنا بنا دیتی ہے۔ شیرِ خدا کی خطابت کے نور کا باڑا تاریخ کے ہر دور میں بٹتا رہا ہے:

میں اپنی رہگذر میں یادگاریں چھوڑ آیا ہوں ۔۔۔ ستاروں کی چمک قدموں کی تابانی نہیں جاتی

Marfat.com

پہلے اس سے کہ ہم زینب کبریٰؑ کے خطبات سے اپنے قارئین کو روشناس کرائیں بر سبیلِ تمہید خطیب کے خصائص اور خطابت کے اجزائے ترکیبی سے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں[۱]۔

خطیب کے خصائص جن لوگوں نے خطابت کے اصول مدوّن کیئے ہیں، ان کے نزدیک ایک خطیب کی بنیادی خصوصیتیں یہ ہیں :-

— بے ریا کردار : جس سے خطیب کی شخصیت ترکیب پاتی ہے۔
— نصب العین : جس سے جماعت میں وحدتِ فکر پیدا ہوتی ہے۔
— صداقت شعاری : جس پہ سامعین ہمہ تن گوش ہوتے ہیں۔
— اخلاص : جس سے زورِ بیان نکھرتا ہے۔
— وجاہت ذاتی : جس سے عوام مرعوب ہوتے ہیں۔
— باخبر ذہن : جس سے مقرر کا اعتماد بڑھتا ہے۔
— اشارات : جو الفاظ کے سفیر ہو کر ان کی طاقت میں تائیدی اضافہ کرتے ہیں۔
— مرتب آواز : جس کا خطابت سے وہی رشتہ ہے جو سورج سے کرنوں کا ہے۔
— صحیح تلفظ : جس سے خطابت کی خوبصورتی مرجھاتی نہیں۔
— محل شناسی : جس سے خطابت کی عظمت بڑھتی ہے۔
— فہمِ عامہ : جس سے خطابت کی جڑ مضبوط ہوتی ہے۔

---

[۱] خطابت کے خصائص اور اجزائے ترکیبی سے متعلق جو کچھ ہم نے تحریر کیا ہے آغا شورش کاشمیری کی کتاب "سید عطاء اللہ شاہ بخاری" سے ماخوذ ہے — (مؤلف)

Marfat.com

——— مطالعہ : جس کے بغیر خطابت محض ایک آواز ہے۔

——— مشاہدہ : ہم اسے خطابت کی بینائی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

خطابت کے اجزائے ترکیبی

خطابت ہے تو ایک جوہر لیکن اسے ہم مفرد نہیں کہہ سکتے، چند اجزائے ترکیب پائے بغیر خطابت، خطابت نہیں ہوتی۔ خطابت کے اجزائے ترکیبی یہ بیان کیے جاتے ہیں:۔

——— سلاست : جس سے آواز میں نکھار پیدا ہوتا ہے۔

——— مستعدی : جس کا دوسرا نام برجستہ گوئی اور حاضر جوابی ہے۔

——— مزاح : جس سے طبیعتوں کی تھکاوٹ رفع ہوتی ہے۔

——— تجربہ : جس سے قوتِ بیان مضبوط ہوتی ہے۔

——— تمثیلات : جس سے دلائل کو تقویت پہنچتی ہے۔

——— تکنیک : جس پر خطابت کے مؤثرات کا انحصار ہے۔

——— دعویٰ : جس کے بغیر خطابت میں یقین پیدا ہوتا ہے۔

——— اشارات : جنہیں الفاظ و مطالب کی امدادی سپاہ بھی کہا جاتا ہے۔

——— استدلال : جس کے بغیر خطابت الفاظ کا نقارخانہ ہے۔

——— اسلوب : خطابت کا پیراہن۔

——— اُپج : بناؤ سنگھار۔

——— انفرادیت : جو مقرر کو صاحبِ طرز بناتی ہے۔

خطیب کے یہ خصائص اور خطابت کے یہ اجزائے ترکیبی جب چودھویں صدی کے ایک سیدزادہ[1] میں بدرجۂ کمال پائے جاتے ہیں۔ تو پھر خود ہی سوچئے۔ کہ اس

---

[1] مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری

Marfat.com

بنتِ مرتضیٰ کی خطابت کا کیا عالم ہو گا جس نے زبانِ وحی و الہام کا لعاب چوسا خاتونِ جنت کا دودھ پیا اور شیرِ خدا کے زیرِ نگرانی تعلیم و تربیت پائی۔ اس باکمال خاتون کے کمال پر جس کی نظر پڑتی۔ پکار اُٹھتا تھا۔

اس مرکزِ جمال پہ اب ہے مری نگاہ

جلوے بھی دیکھ لیں تو طوافِ نظر کریں

بنتِ زہراؑ کی زندگی مصائب و آلام میں گزری۔ لیکن اس کے باوجود آپ کے خطبات میں بلا کا زور پایا جاتا ہے۔ ہر ایسے مخاطب کو جس نے آپ کو کربلا میں بے سروسامانی کے عالم میں دیکھا۔ ان کی خطابت یہ پیغام دیتی تھی کہ:

بینوائی پہ نہ جا میری کہ فیضِ عشق سے

ماہ و پرویں ہیں مرے دستِ غبار آلود میں

عہدِ مرتضوی میں یہ تو ہم پہلے تحریر کر چکے ہیں کہ عہدِ مرتضوی میں زینب کبریٰؑ کوفہ میں درسِ قرآن دیا کرتی تھیں۔ اور بعض ایسے ایسے تفسیری نکات بیان کرتی تھیں۔ جن تک دسترس بڑے سے بڑے علما کو نہیں ہو سکتی۔ ایک دفعہ جب یہ خطیبہ اہلِ بیت مشغولِ درس تھی۔ تو بابُ العلمؑ کا نزول اجلال ہوا۔ آپ نے کچھ فقرے سُن چکے تھے۔ فرمانے لگے بیٹی! ایسے رموز و نکات نہ بیان کیا کرو۔

اس دور میں جب جمل و صفین کے معرکے پیش آئے۔ تو بنتِ زہراؑ نے اپنے پدرِ بزرگوار کے موقف کی حمایت میں تقریریں بھی کیں۔ اور وعظ بھی۔ قدرت نے شرح و بیان کی جو صلاحیتیں انہیں عطا کی تھیں۔ ان کی مثال نہیں ملتی۔

اپنے باپ کے قاتل سے جب آپ کی آنکھیں چار ہوئیں۔ تو آپ نے اس

Marfat.com

سے خطاب کیا۔ غالباً ان الفاظ میں :

کم بخت ! تو نے یہ بھی نہ سوچا کہ میں کس پر خاتلانہ وار کر رہا ہوں ؟ تو نے نہ معلوم کیوں اپنی دُنیا بھی خراب کی اور عاقبت بھی۔ میرے باپ کو تو حیاتِ جاوداں نصیب ہوئی۔ تو بتا تجھے کیا ملا۔ دُنیا میں رُسوائی اور آخرت میں عذاب۔"

بچپن ہی سے بنتِ زہراؓ کی زبان چلتی ہوئی تلوار تھی۔ اور کیوں نہ ہوتی۔ اس پر آنحضرت صلعم کے لعابِ دہن نے صیقل کیا تھا۔ مظہر العجائب والغرائب نے اس پہ جلا دی تھی۔ خاتونِ جنت کے صدق و صفا نے ان کے بیان میں سوز و گداز کے جوہر سمو دیئے تھے۔ امام حسنؓ کی طبیعت اور ان کے مزاج میں جو متانت تھی۔ اگرچہ بنتِ زہراؓ پر ان کی پرچھائیں نہ پڑی تھیں۔ تاہم ان کی معاملہ فہمی کا وصف ان کے اندر بھی تھا۔ امام حسینؓ سے تو بنتِ زہراؓ نے بہت کچھ سیکھا تھا۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ بہن بھائی اخلاق و فضائل، زورِ خطابت، زہد و اتقا اور دیگر اوصاف میں چولی دامن تھے تو اس میں بھی مبالغہ کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ امام حسینؓ کے خطبات میں جو رُوح کارفرما ہے۔ وہی اُن کے خطبات میں کام کر رہی ہے۔

امام حسینؓ کی شہادت پر

زینب کبریٰؓ کو اپنے بھائی سے کتنی محبت تھی۔ اس کا حال آپ اس کتاب کے آغاز میں بھی پڑھ چکے ہیں۔ آپ کے ذہن میں ان وصیتوں کے نقش بھی تازہ ہوں گے۔ جو خاتونِ جنتؓ اور شیرِ خداؓ نے انہیں نزع کے عالم میں کی تھیں۔ شوہر سے اجازت لے کر کوفہ کے سفر میں بھائی کی رفاقت و معیت اسی محبت کا تقاضا تھا اور یہ کون نہیں جانتا کہ

Marfat.com

سفر میں کتنی تکلیفیں پیش آتی ہیں۔ اور پھر ایسا سفر جس کی ہر منزل سفرِ آخرت کا منظر پیش کر رہی تھی۔ زینب کبریٰ کی ہمت اور ان کا حوصلہ تھا۔ کہ انہوں نے اپنے بھائی کے ہمراہ شدائد سہے اور خود اپنی مرضی سے یہی نہیں بلکہ اپنے دو لال بھی شہادت کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دیئے۔ عزیزو! اس موقعہ پر جب ان کی نگاہیں بھائی کی تڑپتی ہوئی لاش پر پڑی ہوں گی۔ تو ان کے دل پر کیا کچھ گذری ہو گی۔ ہم آج صدیاں گذر جانے کے بعد اس سانحہ عظیم کا تصور بھی کرتے ہیں۔ تو کلیجہ شق ہونے لگتا ہے بشری تقاضے تو بنتِ زہرؑا کے ساتھ بھی تھے۔ ان کے پہلو میں پتھر تو تھا نہیں۔ ایک دھڑکتا ہوا دل تھا۔ اور وہ بھی جذبۂ محبت سے لبریز لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ اس نازک مرحلہ پر انتہائی غم و الم کے باوجود زینب کبریٰ کے ہوش و حواس درست رہے۔ جب سیاہ باطن کوفیوں اور شامیوں نے امام حسینؑ کا سر تن سے جدا کیا تو آپ نے ابن الانباری کی روایت کے بموجب بلند آواز سے یہ اشعار پڑھے:

مَاذا تقولون ان قال النبی لکم	مَاذا فعلتم وانتم آخر الاُمم
بعترتی و با ھلی بعد فرقتکم	منھم اسارٰی و منھم ضرّ جوابدم
ما کان ھذا جزائی اذ نصحت لکم	ان تخلفونی بسوء فی ذوی رحمی

(ترجمہ) اگر نبی کریم صلعم نے تم سے یہ پوچھا کہ میرے وصال کے بعد تم نے میری آل اور میری ذریت کے ساتھ آخری اُمت ہونے کے باوجود کیا۔ تو تم کیا جواب دو گے؟ تم نے ان میں بعض کو قیدی بنا رکھا ہے۔ اور بعض کا خون بہایا ہے کیا میرے وعظ و نصیحت کا تم نے مجھے یہ صلہ دیا۔ کہ میرے بعد میرے اہل بیت کے ساتھ تم نے بدسلوکیاں کیں۔

رُوحِ مصطفےٰ سے خطاب

ابنِ اثیر اپنی تاریخ میں رقمطراز ہے کہ جب امام حسینؓ نے بھی جامِ شہادت نوش کیا۔ اور دشمنانِ اہلِ بیت کی دِلی مُرادیں پوری ہوگئیں۔ تو زینب کبریٰ نے مدینہ منورہ کی جانب متوجہ ہو کر اپنے نانا جان کی رُوحِ مطہرہ سے اس طرح خطاب کیا[۱]:

"اے جدِّ امجد! دیکھئے تو سہی یہ تڑپتی ہوئی لاش جو خاک و خون میں آلودہ نظر آرہی ہے۔ آپ کے لاڈلے حسینؓ کی ہے۔ دشمنوں نے اس کا وہ جسم جو اکثر آپ کے دوش کی زینت بنا ہے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے دیکھئے آپ کی بیٹیاں طوق و سلاسل میں جکڑی ہوئی ہیں۔ اے دوجہاں کے آقا! آج آپ کے حسینؓ کی جی بھر کے رُسوائی کی گئی ہے۔ اسے غلامزادوں نے بے رحمی سے تہ تیغ کیا ہے۔ اے شاہِ دوسرا! قیدیوں کی طرح حسینؓ کی اولاد کو ٹھکایا اور ہنکایا جا رہا ہے، اے خاتم النبیین! آپ کے حسینؓ کا سر قلم کر لیا گیا ہے۔ سر سے عمامہ اور جسم سے چادر بھی اُتار لی۔ چاشت کے وقت تک حسینؓ خیمہ میں تھا۔ اب نہ خیمہ ہے نہ خیمے طنابیں تک کاٹ دی گئی ہیں۔ آپ کے حسینؓ نے زخم پر زخم کھائے۔ آخر نڈھال ہو کر بھوکا پیاسا دنیا سے سدھار گیا یہی وہ حسینؓ ہے۔ جس کا نانا، امام الانبیاءؐ اور حبیب کبریا تھا۔"

امام حسینؓ سے

زینب کبریٰؓ امام حسینؓ کی سر بریدہ لاش سے لپٹ کر یوں گویا ہوئیں:

---

[۱] بحر المصائب بحوالہ طراز المذہب المظفری ص۲۵۱

"اے برادرِ عزیز! میں نے تجھے خدا کے حوالے کیا۔ میں غم و الم کے مارے تجھ سے جدا نہیں ہو رہی ہوں۔ بلکہ دیکھ تو سہی مجھے تیرے قاتل تیری لاش کے پاس سے جبراً ہٹا رہے ہیں۔ اے بھائی! اے میری آنکھوں کی روشنی جدّا مجد والدِ محترم، والدہ محترمہ اور برادرِ بزرگ سے میرا سلام کہہ دینا۔ اور ہم پر جو ان کوفیوں اور شامیوں کے ہاتھوں گذری اس کا حال بھی سُنانا۔"

زینب کبریٰؓ جب لٹے ہوئے قافلہ کی معیت میں میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے کوفہ جا رہی تھیں۔ تو اچانک ان کی نظر امام حسینؓ کے سر پر پڑی۔ دیکھتی کیا ہیں۔ کہ اس سے خون کی بوندیں ٹپک رہی ہیں آپ نے انتہائی غم و الم کے عالم میں اپنا سر پھوڑ لیا اس سے بھی خون بہنے لگا۔ اس موقعہ پر بلند آواز سے آپ نے کچھ اشعار پڑھے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے:

"اے بھائی! تو کرنیں بکھیرتے ہوئے سورج کی مانند تھا۔ اِدھر تو غروب ہوا۔ اُدھر یہ عالم ہے کہ" دن کو بھی یہاں شب کی سیاہی کا گماں ہے"۔ اے پہلی رات کے چاند مصائب و آلام کی کالی کالی گھٹاؤں میں تو نے اپنا منہ چھپا لیا ہے۔ اے میرے بھائی! میرے بہتے ہوئے خون کا تحفہ قبول کر۔ اور اسے اپنی بارگاہ میں تقرب کا شرف عطا کر۔"

کوفہ میں تقریر

اہلِ بیت کا یہ لٹا ہوا قافلہ بے سروسامانی کے عالم میں کوفہ پہنچا تو مکانوں کی چھتوں سے عورتیں اور بچے اور کوچہ و بازار میں مرد تماشا دیکھ رہے تھے۔ زینب کبریٰؓ نے جب یہ نقشہ دیکھا۔ تو گرج کر کہا لوگو

Marfat.com

اسلام نے غضِ بصر کا حکم دیا ہے۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کیا دیکھ رہے ہو۔ نظریں نیچی کیوں نہیں کرتے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا چُپ رہو اور سُنو:

"ہر قسم کے محاسن اور ہر قسم کے محامد اللہ تبارک وتعالیٰ کو زیب دیتے ہیں۔ میرے جدّ امجد محمد مصطفےٰؐ اور ان کی آل اطہار پر خدا کی رحمتیں اور نوازشیں ہوں۔ اے کوفیو! اے بد عہدو! تم وہی تو ہو۔ جنہوں نے وعدہ خلافی اور عہد فراموشی کی اور اب تم رو رہے ہو۔ تمہاری مثال اس عورت کی سی ہے جو سُوت کاتتی ہے۔ اور جب کات چکتی ہے۔ تو اپنے ہاتھوں سے اس کے دھاگے توڑ ڈالتی ہے۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ تم میں سے ایک شخص بھی ایسا ہے۔ جو دروغ گو، عہد شکن اور بڑ بولا نہ ہو۔ جس کے دل میں فتور، نظر میں کھوٹ نہ ہو، جس کی سرشت میں روباہ مزاجی نہ ہو۔ جو دشمنوں کی طرح دل میں بغض نہ رکھتا ہو۔ جو راہِ حق سے منہ موڑ کر بے دینی پر تُلا ہوا نہ ہو۔ یاد رکھو تم نے اپنے اعمال کا جو نمونہ پیش کیا ہے۔ بہت کافی گھناؤنا ہے۔ تم سے تمہارا خدا غضب آلود ہے۔ اور تم پر اس کا قہر نازل ہو کر رہے گا... جھوٹے اور فریبی کوفیو! تم میرے بھائی پر آنسو بہا رہے ہو، ہاں خدا کی قسم! خوب آہ وزاری کرو، خوب آنسو بہاؤ۔ تمہارے لیئے یہی بہتر ہے۔ ہنسو کم اور روؤ زیادہ تمہارے نفس نے تم کو بڑے بڑے جھانسے اور پھسلاوے دیئے ہیں۔ یہ بدنما داغ جو تمہارے دامن پر ہیں۔ آنسوؤں سے نہیں دُھلیں گے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خاتم النبیینؐ کے نواسے کے خون کے چھینٹے تمہارے

Marfat.com

دامن سے صاف ہوجائیں۔ تم سردار نوجوانانِ جنّت کے خون کے دھبّے نہیں مٹا سکتے۔ وہ جنگ وجدل میں تمہارا ملجا و ماویٰ تھا۔ تمہاری گروہی اور جماعتی تنظیم کا پاسبان تھا۔ مصائب و آلام میں تمہارا اگر کوئی مرجع تھا۔ تو صرف اُسی کا وجود وہ تمہارے لئے حجت و برہان اور دلیل تھا۔ وہی تھا جس کے دم سے تمہاری تمدّنی اور معاشرتی روایات کا بھرم تھا۔ باہمی گفت وشنید اور مذاکرات میں تمہارا حکم کون تھا؛ وہی تو تھا۔ افسوس! تم نے کتنی شقاوت کا ثبوت دیا۔ کہ اپنے محسن کے خون سے اپنے ہاتھ دھوئے۔ قیامت میں تمہارا جو حال ہوگا۔ تم اس کا اس دنیا میں تصوّر بھی نہیں کرسکتے۔ جس بدکرداری کا تم نے مظاہرہ کیا ہے۔ اس نے تمہیں جنّت سے محروم کردیا ہے۔ تمہاری یہ غلط روش تمہیں سانپ بن کر ڈسے گی، تم ذلّت وخواری کی جس دلدل میں پھنسے ہو تمہیں اس کا احساس نہیں۔ تمہاری آرزوؤں، حسرتوں اور ارمانوں کا خون ہوگا۔ قدرت نے اب نیکی کی صلاحیتیں تم سے سلب کرلی ہیں۔ تم بے دست وپا ہو تمہاری صورتیں مسخ ہوچکی ہیں۔ تم اپنی بدعملیوں اور بے اعتدالیوں کے سبب اس چیز کے مستحق ہو کہ خدا کا غضب تمہیں اپنے تعزیری شکنجوں میں بُری طرح کھینچے۔

اے کوفیو! تم جانتے ہو۔ تم نے امام الانبیاء کے لختِ جگر کے خون سے اپنی پیاس بجھائی ہے تمہیں شاید یہ خبر نہیں کہ تم نے ایک بہت بڑے عہد کی خلاف ورزی کی ہے۔ کوفیو! تم نے حضورِ رسالت مآب کی دختر

Marfat.com

نیک اختر (اور اس کی صاحبزادیوں) کی تذلیل و تحقیر کی ہے۔ تم نے کس کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے ہیں، تمہیں خبر نہیں۔ افسوس تم نے ایک ایسے کریہہ و شنیع فعل کا ارتکاب کیا ہے۔ جس پر تمہاری جتنی بھی مذمت کی جائے تھوڑی ہے ۔۔۔۔ تمہارا جرم اتنا سنگین ہے۔ کہ اس کی پاداش میں تمہاری صورتیں مسخ ہوں گی۔ اور تم ہمیشہ مصائب و آلام میں مبتلا ہو گے کیا عجب ہے کہ تم پر خون کی بارش ہو۔ یاد رہے کہ آخرت میں تم پر جو عذاب نازل ہوگا۔ وہ کہیں سخت، دردناک اور مہیب ہوگا۔ تمہاری روسیاہی اور رسوائی میدان حشر میں ہو گی۔ تم ایسے سیاہ اعمال لوگوں کا قیامت میں کوئی پرسان حال نہ ہوگا۔ کوئی حامی ہوگا نہ مددگار۔ خدا فعال لما یرید ہے۔ اس کے معاملات میں کوئی دخل نہیں دے سکتا۔ اگر وہ انتقام لینا چاہے تو اس سے اُسے کون روک سکتا ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ خدا تمہارے افعال و اعمال سے باخبر نہیں ہے اس کی ہمہ باز نگاہیں ایسے بدکرداروں کی تاک اور گھات میں رہتی ہیں"۔

اس تقریر کا کوفیوں پر اثر کیا ہوتا تھا۔ ان کے دل تو پتھر تھے۔ لیکن پھر بھی جب ان کی بدعملیوں کی عریاں تصویر ان کی نگاہوں کے سامنے آئی۔ تو شرم و ندامت سے ان کی گردنیں جھک گئیں۔ اپنی خفت مٹانے کے لئے بعض کوفیوں نے کہا تو یہ کہا کہ "زبان و بیان کی تیزی و طراری جو ان کے باپ علیؓ میں تھی وہی ان میں بھی ہے"۔ بعض دشمنوں کی زبانوں پر یہ فقرہ بھی تھا "جلد فصاحت اور بلاغت میں ان کا جواب کہاں؟ آخر شیر خدا کی بیٹی جو ٹھہریں"۔ مکارم ابن کثیر جو اپنے وقت کا ایک فصیح و

بلیغ ادیب و خطیب تھا، سامعین میں تھا۔ زینب کبریٰ کی تقریر سے اتنا متأثر ہوا۔ کہ اس کی زبان سے یہ تحسین آفریں کلمات نکلے:

"میرے ماں باپ تم پر نثار! اس میں کوئی کلام نہیں کہ تمہارے عمر رسیدہ بزرگ تمہارے جوان، تمہاری عورتیں، غرض تمہاری نسل دوسروں سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں تم وہ ہو کہ جن کی گردنیں باطل کے آگے نہیں جھکتیں۔ اور تم وہ ہو کہ صدق مقالی اور حق گوئی تمہاری سرشت میں داخل ہے۔"

کسی بیدار مغز شاہد کا بیان ہے کہ "جب زینب کبریٰ نے اپنی تقریر کا آغاز کیا۔ تو سننے والوں پر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ فضا میں ایسا سناٹا تھا کہ سانس تک کی آواز سے کان محروم تھے۔ خاتون جنت کی صاحب زادی کی تقریر سنتے وقت ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ زینبؓ تقریر نہیں کر رہی ہیں۔ بلکہ خود حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ خطبہ دے رہے ہیں۔

دیکھو مجھے کیا جذب تصور نے بنایا
حیران ہے دنیا کہ یہ میں ہوں کہ تمہیں ہو

چند اشعار

الاقوار میں مرقوم ہے کہ دمشق میں زینب کبریٰ نے اپنے تأثرات غم و الم کو دردانگیز اشعار میں نظم کیا۔ ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے

"اے اہل بیت کیا تم اس حادثہ سے ملول نہیں ہوئے کہ امام حسینؓ بھوکے پیاسے شہید ہوئے۔ جبکہ ان کے علاوہ ہر شخص سیراب تھا۔ حسینؓ نے لوگوں سے ہر چند کہا کہ میرے پدر بزرگوار علی مرتضیٰؓ ہیں۔ جو صاحب صلاح و تقویٰ

Marfat.com

تھے۔ میری والدہ محترمہ فاطمہ زہراؑ ہیں۔ جو زہد وداع میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھیں۔ لیکن انہوں نے کہا تو یہی کہا کہ تمہارے لئے آبِ تیغ تو ہے آبِ فرات نہیں۔ بیعت کیجئے اور حاکمِ وقت کی اطاعت کیجئے۔ اس کے جواب میں حسینؑ بولے۔ مَیں راہِ خدا میں لڑنے اور جان دے دینے کو تیار ہوں آخر ایک ظالم نے کمان سے تیر چلایا۔ یہ بدکار فاسق زبان سے تہلیل و تکبیر بھی کرتے تھے۔ اور قتلِ امام پر بھی اُدھار کھائے بیٹھے تھے۔ آخر انہیں تلوار سے شہید کیا .... ان کی بہن کو قید اور ان کی ذرّیت کو شہر بہ شہر پھرایا.. مبارک جو ماہِ تاباں کی طرح باآب وتاب تھا۔ اسے بدترین خلائق کے سامنے رکھا گیا..... اے چشمِ گریاں! فرزندان و دخترِ رسولِ خدا پر آنسو بہا؛

یزید کے دربار میں تقریر خصائص زینبیہ میں زینب کبریٰؑ کی ایک تقریر درج ہے جو انہوں نے یزید کے دربار میں کی تھی۔ اس تقریر کا ترجمہ یہ ہے :۔

"حمد وثناء زیبا ہے۔ اُس خداوند قدوس کو جو دونوں جہان کا رب بلکہ رب العٰلمین ہے۔ درود وسلام اور رحمتِ کردگار میرے جدِ امجد پر جو امام الرسل ہیں۔ خداوند تعالیٰ کا یہ ارشاد حقیقت پر مبنی ہے کہ آخر کار بدکردار اپنے کیفرِ کردار کو پہنچے۔ کیونکہ انہوں نے آیاتِ الٰہی کی تکذیب کی اور احکام خداوندی کا تمسخر اُڑایا۔ یزید! اگر تو نے زمین کو باوجود اس کی وسعتوں کے ہم پر تنگ کر دیا۔ اور ہم تیری گرفت میں آگئے۔ اس عالم میں کہ ہمیں پابجولاں تیرے پاس کشاں کشاں لایا گیا۔ تو کیا تو نے یہ سمجھ لیا کہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں

Marfat.com

ذلت میں مبتلا کیا اور تجھے اعزاز بخشا ہے۔ تو غرور اور تکبر کے نشے سے سرشار ہے۔ تجھے اس بات پر فخر ہے۔ کہ لوگ تیری ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔ تو اس چیز پر نازاں ہے کہ تو اپنی خواہش کے مطابق اپنے ہاتھوں میں زمام اختیار سنبھالے ہوئے ہے۔ اب جبکہ تو ملک پر قابض ہے اور تیرے لئے راہیں ہموار ہو چکی ہیں۔ تو شاید تو یہ سمجھتا ہے۔ کہ ہمیشہ کے لئے سیادت و قیادت کا منصب تیرے حصہ میں آ گیا۔ کچھ دن ٹھہر (خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں ہے۔ لیکن وہ تجھ سے انتقام ضرور لے گا۔) توقف کر ابھی سے اتنا مغرور نہ ہو۔ طیش میں نہ آ۔ کیا تو خداوند تعالیٰ کا یہ ارشاد بھول گیا کہ "منکرین یہ نہ سمجھیں۔ کہ ہم جو انہیں مہلت دیتے ہیں۔ اس میں ان کے لئے فلاح ہے۔ مہلت تو ہم اس لئے دیتے ہیں۔ تاکہ ان کا دامن اور گناہوں میں ملوث ہو۔ آخر کار ان کے لئے رسوا کن عذاب ہے"۔ کیوں اے یزید! یہ کوئی انصاف ہے کہ تیری عورتیں تو پردہ میں رہیں اور رسول کریم صلعم کی بیٹیاں کی پردہ دری اور بے پردگی ہو۔ انہیں قیدی بنایا جائے۔ دشمن انہیں شہر بہ شہر لئے پھریں۔ تیرے سر پھرے سپاہی نہایت بے باکی کے ساتھ انہیں گھور گھور کر دیکھیں۔ ان کے ساتھ نہ ان کے مردوں میں سے کوئی سرپرست ہے۔ اور نہ کوئی ان کا حامی۔ اے یزید! تیرا یہ فعل خدا سے بغاوت نہیں تو اور کیا ہے۔ اگر اسے خدا کے رسول سے انکار نہ کہا جائے۔ تو اور کیا کہا جائے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خدا کا رسول جو احکام لے کر آیا۔ ان کی تو نے صریحاً خلاف ورزی کی ہے۔ تجھ ایسے شخص سے جو کچھ بھی ظہور میں آئے۔ تھوڑا

Marfat.com

ہے۔ بھلا اس شخص سے کیا اُمید کی جا سکتی ہے۔ جس کی تیغ زبان نے شہدا کے قلب مجروح کیے۔ جس نے پاکیزہ اور برگزیدہ اشخاص کے جگر چاب ہے...... عرب میں خدا کی جو منکر جماعت ہے۔ تم اس سے بھی سخت جو خدا کے رسول کے منکر ہو۔ خدا کے رسوؐل سے تمہیں خدا واسطے کا بیر ہے۔ تو نے اے یزید اولادِ نبیؐ کو بے دردی سے ذبح کرا کے پرانی عداوت کا بدلہ لیا ہے۔ ایک دن وہ آئے گا کہ تیری خواہش یہ ہو گی کہ کاش! دُنیا میں نہ تیرے ہاتھ ہوتے نہ زبان تاکہ جو کچھ تو کرتا رہا نہ کرتا اور جو کچھ تو نے کہا نہ کہتا۔

جو شخص ہم کو بُری نظر سے دیکھتا ہے۔ اُسے ہم اہلِ بیت سے اتنی عداوت ہے۔ وہ رسولؐ کا منکر ہے۔ وہ اپنی زبان سے اس انکار کا واضح الفاظ میں اعلان کرتا ہے۔ اور خوشی خوشی یہ کہتا ہے کہ مَیں نے رسول اللہؐ کی آل کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے۔ ان کی ذریت کو قید کیا۔ اس چیز کو نہ گناہ سمجھتا ہے۔ اور نہ اسے کوئی وزن دیتا ہے۔

یزید: تو نے جنّت کے نوجوانوں کے سردار کا خون بہا کر میرے زخم ہرے کر دیئے ہیں۔ تو نے سید العرب کے بیٹے کا خون بہا کر سینے کے داغ تازہ کر دیئے ہیں۔

یزید! عنقریب تو اور شہدائے کربلا ایک جگہ جمع ہوں گے۔ تیری ماں اس وقت یہ خواہش کرے گی۔ کہ کاش! تو اس کے پیٹ سے پیدا نہ ہوُا ہوتا۔ اور تیرے باپ کی خواہش یہ ہو گی کہ کاش! تو اس کا بیٹا نہ

Marfat.com

ہوتا، ہاں! اس وقت ہم لوگ تجھے غیظ وغضب اور قہر الٰہی کا ہدف پائیں گے۔ ہم کہیں گے کہ اے خدا اس پر اپنا قہر نازل کر۔ رسولِ خدا بھی تجھ سے برہم ہوں گے۔

اے اللہ! دشمنوں نے ہم سے ہمارا حق چھینا ہے۔ ہم پر ظلم کیا ہے ہمارا خون بہایا ہے۔ ہمارا شیرازہ منتشر کیا ہے۔ ہمارے حامیوں کو تہ تیغ کیا ہے۔ ہماری پردہ دری کی ہے۔ اور جو کچھ نہ کرنا چاہیئے تھا۔ وہ سب کچھ کیا ہے۔

اے یزید! تو نے ہم کو فریب نہیں دیا اور ہم کو نقصان نہیں پہنچایا بلکہ اپنے آپ کو ہی نقصان پہنچایا ہے۔ تو نے ہمارا گوشت نہیں کاٹا۔ اپنا ہی گوشت کاٹا ہے۔ ہم عنقریب رسول اللہ کے حضور حاضر ہو کر ان مصائب کا حال بیان کریں گے۔ جو تیرے ہاتھوں حضور کی اولاد نے سہی ہیں۔ اس بے عزتی اور رسوائی کے تذکرے بھی ہوں گے۔ جو تو نے ہمارے لئے روا رکھی۔ ہم تیری خونریزی کے بارے میں بھی خدا کی بارگاہ میں فریاد کریں گے اور یہ سب کچھ وہاں ہوگا۔ جہاں رسولِ خدا کی آل کے ساتھ عدل وانصاف کا معاملہ ہوگا۔ جہاں ان کے چہروں سے گرد جھاڑی جائے گی۔ اور جہاں ان لوگوں سے بدلہ لیا جائے گا۔ جنہوں نے ان پر ظلم وستم توڑے ہیں۔ تو ان کے قتل پر جامے سے باہر نہ ہو۔ اور نہ ان کے قتل پر خوشی کا اظہار کر جو راہِ خدا میں شہید ہوئے ہیں۔ انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھ۔ وہ اپنے رب کے پاس ہیں۔ اور زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا ولی اور حاکم ہے۔

Marfat.com

تجھ سے بحث و تکرار اور مخاصمہ کے لئے وہ کافی ہیں۔ جن کی خدمت جبرئیلؑ کی سپرد ہے۔

عنقریب ان لوگوں کو جنہوں نے تجھے مسلمانوں پر مسلط کیا ہے۔ معلوم ہو جائے گا کہ کون بہتر ہے اور کون بدتر۔ کون صحیح راستہ پر تھا اور کون گمراہ یہ راز بھی ہویدا ہو جائے گا۔ اے یزید! زمانہ کے انقلابات ہیں جو مجھے تیرے سامنے لب کشائی پر مجبور کر رہے ہیں۔ ورنہ یہ یقین جان کہ مجھے تجھ سے سخت نفرت ہے۔ میں تجھے ذلیل سمجھتی ہوں۔ تیری سخت گیری اور دشمنی کا میرے دل پر بڑا اثر ہے۔ میرے دل سے ہوک اور میرے سینے سے آہیں نکلتی ہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ حق کی فوج باطل کے لشکر سے شکست کھائی نہ صرف شکست بلکہ شہادت تک نوبت پہنچی۔ یہ دیکھ ہمارا خون دشمنوں کے ہاتھوں بہہ رہا ہے۔ اور اُن پاک جسموں پر خونخوار درندے منہ مار رہے ہیں۔ اگر آج ہمیں تباہ و برباد کر کے تجھے بظاہر کچھ فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ تو کل تجھے ان کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔

اے یزید! کبھی بھول کر بھی یہ خیال نہ کرنا کہ مجھے تجھ سے کوئی غرض ہے تو نے اس حادثہ سے مسلمانوں کی رگوں اور شریانوں میں حرارت دوڑا دی ہے۔ ان کے قلوب اس ذکر سے گرمی پاتے ہیں۔ وہ قلوب جو اس حادثہ کے محرک تھے۔ یقیناً ان کی سختی اور قساوت میں کوئی کلام نہیں کرسکتا۔ جن کے پہلوؤں میں ایسے دل ہیں۔ وہ انتہا درجے کے فتنہ پرداز اور مفسدہ

Marfat.com

پرداز ہیں۔ خدا کا غضب اور رسولِ خدا کی ناراضی انہوں نے مول لی ہے ان کے جسم شیطان کے گھروندے ہیں۔ اور تیری حالت بھی ایسی ہے کہ تو نہ شریک ہونے کے باوجود اس حادثہ میں شریک رہا ہے۔ تجھے پرہیزگاروں کے قتل سے خوشی ہوئی۔ جن سنگدلوں نے آلِ رسولؐ کا خون جو سارا اور انہیں بیدردی سے قتل کیا۔ اور جن کے ہاتھ ہمارے خون سے رنگے گئے۔ وہ آخر تیرے ہی تو فرمانبردار تھے۔

اگر تو نے یہ سمجھا ہے۔ کہ ہم بکریوں کا ریوڑ ہیں۔ تو عنقریب تجھ پر یہ حقیقت روشن ہوگی کہ ہم قہر و غضب کے عالم میں بھیرے شیروں سے بھی زیادہ غضبناک ہیں۔ اور اس بات کا علم تجھے اس وقت ہوگا۔ جب تیرے اردگرد حشم و خدم اور کنیزوں کا ہجوم نہ ہوگا۔

اللہ تعالےٰ اپنے بندوں پر کبھی ظلم و ستم نہیں کرتا۔ ہم اُسی کی ذات پر اعتماد اور توکل رکھتے ہیں۔ ہمیں اُسی کی جانب رجوع ہونا ہے اور اسی کی ذات ہمارا آخری مرجع اور بازگشت ہے۔ یزید! تو اپنے آپ میں مگن رہ اور جو تدبیریں چاہے کیا جا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے ہمارے خاندان کو وحی و الہام کے غیر معمولی شرف سے نوازا ہے۔ ہم کو زیادہ عرصہ تک اس حال میں نہیں رہنے دے گا۔ وہ ہماری آرزوئیں پامال نہیں کرے گا۔ جریدہ عالم سے ہمارے نقوش مٹیں گے نہیں۔ تو نے جو ہم پر ستم توڑے ہیں۔ ان کا ہمیں حادثہ ملے گا۔ یزید! تو مکر و فریب کی ایک پوٹ ہے۔ اور یہ تیرا اقتدار بھی چند روزہ ہے۔ یہ تیری مملکت تباہ و برباد ہونے والی چیز ہے۔ حمد و ثنا، زیب

Marfat.com

دیتی ہے اس قادرِ مطلق کو جس نے اپنے پیاروں کو نیک بختی کی تلقین کی ہے اور جس نے اپنے خاص بندوں کو ہمیشہ اپنی رحمتوں سے نوازا ہے۔ ہم خدا سے دُعا کرتے ہیں کہ اپنے دوستوں کو بہترین اجر عطا فرمائے۔ بلاشبہ وہ رحیم ہے اور ودود ہے۔" لہ

خواتین کے مجمع میں زینب کبریٰؓ کو دمشق میں کچھ روز توقف کے بعد خواتین سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ ایک دن آپ نے اُن سے عام خطاب کیا :

"اے زنانِ شام! دیکھو اس جفا شعار قوم نے اہلِ بیت سے کیا بدسلوکی کی۔ کیا تمہیں یہ خبر نہیں کہ کربلا میں ہم پر کیا قیامت گذری ؟ مُجھ سے سُنو :

داستانِ عہدِ گل را از نظیری باز پُرس
عندلیب آشفتہ تر می گوید ایں افسانہ را

میدانِ کربلا میں رسولِ خدا کے نواسے حسینؓ مع اعزّہ و اقارب بھوکے پیاسے شہید ہوئے ان کی شہادت کے بعد ابن زیاد نے بیواؤں اور یتیموں کو قید کیا۔ ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنائیں کوفہ کے کوچہ و بازار میں ان کی تشہیر کی گئی۔ اور انہیں سرِ بازار رسوا کیا گیا۔ زین العابدینؓ کو جو بیمار تھے بھاری طوق پہنایا گیا۔ اور انہیں زنجیروں میں جکڑا۔

پھر کربلا میں دمشق سے اہلِ بیت کا قافلہ اثنائے راہ میں کربلا پہنچا۔ اپنے بھائی حسینؓ کی

لہ۔ طراز المذہب المظفری ص۳۷۷ ۔

قبر پر نظر پڑی۔ تو دل بے قابو ہو گیا۔ بولیں:

"اے برادرِ مشفق! اے میری ماں کے نورِ عین! کس مُنہ اور کس زبان سے وہ مصائب و شدائد بیان کروں جو ہم پر آپ سے جدائی کے بعد کوفہ و شام میں گذرے۔ اس قوم نے ہمیں رسوا کیا۔ ہماری تشہیر کی۔ ہمیں طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں۔ کن کن مصائب کا دُکھڑا جھیلا کن کن سختیوں کا حال بیان کروں۔ ہم سے سخت کلامی بھی کی گئی۔

مدینہ میں اہل بیت کا قافلہ مدینہ منورہ کے نزدیک پہنچا تو زینب کبریٰ نے شہر کے منظر سے خطاب کیا:

"اے ناناجان کے شہر! وہ خوشی و خرمی کے دن کیا ہوئے جب ہم نے تجھے خیرباد کہا تھا۔ ہمارے ساتھ ایک اچھی خاصی جماعت تھی۔ آج ہم اس عالم میں لوٹے ہیں۔ کہ غم و الم کے بار نے ہماری کمریں توڑ دی ہیں۔ ہمارے ساتھ جو مرد اور بچے تھے۔ انہیں ہم خدا کی راہ میں بھینٹ چڑھا آئے ہماری جمعیت کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ زمانے نے ہم سے متاعِ سکون و قرار چھین لی۔ زمانہ کی یہ پُرانی روش ہے۔ کہ یہ دوستوں کا شیرازہ ہمیشہ پریشان ہی رکھتا ہے۔"

اس موقعہ پر زینب کبریٰ نے چند اشعار بھی پڑھے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے:

"اے ہمارے ناناجان کے شہر! کیا تو ہمارا خیر مقدم نہیں کرے گا! ہم غم و الم کے مارے ہوئے بڑی بڑی حسرتیں اور بڑے بڑے ارمان لئے ہوئے آئے ہیں۔"

Marfat.com

اس کے بعد زینب کبریٰؓ نے گنبد خضرا کا رُخ کیا اور زبان سے یہ عرض کی:

"اے جدِ امجد! میں خبر بد لے کر آئی ہوں اور وہ یہ کہ آپ کی آل کربلا میں بے دردی کے ساتھ بھوکی پیاسی شہید کی گئی۔ آپ کی بیٹیاں ہیں کہ رسوائی اور بے سرو سامانی کے عالم میں قید و بند کی صعوبتیں جھیل کر لوٹی ہیں"۔

بعدازاں زینب کبریٰؓ نے اہلِ شہر کی جانب رُخ کیا۔ اور ان سے ان الفاظ میں مخاطب ہوئیں کہ:

"اے یثرب و بطحا کے ساکنو! اہلِ بیت کے حامی اور یاور کہاں ہیں؟ ہاشمی خاندان کے مرد اور عورتیں کہاں ہیں؟ وہ کیوں نہیں آتے؟ کیوں مجھے جواب نہیں دیتے۔ کیوں میری مدد کے لئے ہاتھ نہیں بڑھاتے؟ کیا انہیں یہ علم نہیں۔ ہم کن کن مصائب و آلام میں مبتلا ہیں۔ کیا وہ یہ نہیں جانتے۔ کہ ہمارے مردوں کو ذبح کیا گیا ہے۔ ہمارے خون سے ہاتھ رنگے گئے ہیں۔ ہمارے سروں اور تنوں سے چادریں چھینی گئی ہیں ہمارے مال و اسباب پر دن دہاڑے ڈاکہ ڈالا گیا ہے کیا انہیں یہ نظر نہیں آتا۔ کہ ہم گریباں چاک ہیں۔ ہمارے بچے رو رہے ہیں۔ اور ہمارے خیمے خالی اور اُجڑے پڑے ہیں"۔

زینب کبریٰؓ نے گنبد خضرا کے سامنے کھڑے ہو کر اور دشمنانِ دین کو مخاطب کر کے بہت کچھ کہا ہوگا لیکن ہمارے مؤرخ اس باب میں خاموش ہیں۔ اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ آپ نے اپنے نانا جان کے حضور ان تمام واقعات کا تذکرہ کیا ہوگا۔ جو انہیں کربلا، کوفہ اور دمشق میں پیش آئے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بھی کہا ہو کہ:

Marfat.com

نانا جان! ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ آپ کے وصال کے بعد آپ کی امت کتاب وسنت کے احکام پر مضبوطی سے قائم رہے گی۔ آپ کے خاندان کے ساتھ اس کا سلوک مہر و مروت کا ہو گا۔ وہ اپنی سیرت سے یہ ثابت کر دے گی۔ کہ میرے اندر وہی سلف کے آثار پائے جاتے ہیں۔ نانا جان! ہم نے تو یہ دیکھا ہے کہ یہ امت بہت جلد کتاب وسنت کے احکام بھول گئی۔ اس نے آپ کے خاندان کے ساتھ اس بے رحمی اور اس بے دردی کا سلوک کیا۔ کہ خدا کی پناہ! یہودی اور عیسائی بھی ان مسلمانوں کے مظالم کی داستان سنیں تو شرم و ندامت سے گردنیں جھکا لیں۔ نانا جان! یہ مسلمان ہیں؟ یہ تو درندوں سے بھی گئے گزرے۔ ان کے اندر شرم نہ حیا، نہ مروت نہ غیرت، نہ احساس نہ ہمدردی۔ ہم نے بار بار انہیں آگاہ بھی کیا، لیکن پھر بھی یہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوئے۔"

Marfat.com

بنتِ زہراؓ کی مسافرت پسندی

بعض طبائع سیماب روش ہوتی ہیں۔ انہیں کسی ایک حالت پر قرار نہیں آتا جیسے غالب نے کہا ہے ع

ایک چکر ہے میرے پاؤں میں زنجیر نہیں

سیدہ محترمہ بھی اپنی افتادِ طبع کے اعتبار سے قیام ناپذیر واقع ہوئی تھیں۔ بچپن میں مدینہ سے مکہ کا سفر کیا پیش آیا تھا۔ کہ اس سے اسفار کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ یہ پہلا سفر ۱۱ھ میں پیش آیا تھا۔ آنحضرت صلعم کی معیت میں یہ سفر خیر و خوبی سے ختم ہوا۔

جنگِ جمل میں جب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہٗ عازم بصرہ ہوئے۔ تو ان کی ہمراہی میں زینب کبریٰؓ اور ان کے شوہر عبداللہ بن جعفرؓ بھی تھے۔ بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے۔ کہ زینب کبریٰؓ نے اس سفر میں ان غلط فہمیوں کے ازالے کی کوشش بھی کی تھی جو اس وقت عام تھیں۔ اور جن کی وجہ سے یہ جنگ کی فضا پیدا ہوئی تھی۔ یہ سفر بصرہ ۳۶ھ میں پیش آیا۔

مدینہ کی بجائے جب کوفہ دار الخلافہ ہوا تو امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کے

Marfat.com

ہمراہ ان کی بیٹی اور ان کے داماد بھی کوفہ میں آ بسے۔ یہی وہ زمانہ ہے۔ جب زینب کبریٰؑ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ان کی مجالس پند و نصیحت میں کوفہ کی خواتین کافی تعداد میں شریک ہوتی تھیں۔ گویا ہمیں یہ کہنا چاہئے کہ بنت زہرا کی عمومی خطابت کے جوہر پہلی بار میں کھلے۔ انہیں کیا خبر تھی کہ اس شہر میں کبھی ان کی معرکۃ الآراء تقریر بھی ہوگی اور ایسے عالم میں کہ جب ان کے سر سے ان کے بزرگوں کا سایہ اُٹھ چکا ہوگا۔ اس قیام کا سن ۳۷ھ ہے۔

جب امام حسنؑ خلافت سے رشتہ منقطع کر کے مدینہ میں آ بسے تو زینب کبریٰؑ بھی اپنے بھائیوں اور شوہر کے ہمراہ مدینہ چلی آئیں۔ یہ واقعہ ۴۱ھ کا ہے۔

مدینہ سے مکہ کو روانگی جسے آخری سفر کہنا چاہئے ۶۰ھ میں پیش آئی یہ سفر زینب کبریٰؑ نے اہل بیت کے قافلے کے ہمراہ کیا۔

مکہ سے کربلا کا سفر بھی اسی قافلہ کی معیت میں کیا۔ اس سفر میں حادثہ کربلا پیش آیا۔ اور آپ نے اپنی آنکھوں سے وہ سب کچھ دیکھا۔ جسے دیکھنے کے لئے پتھر کا کلیجہ اور لوہے کا دل ہونا چاہئے۔ آپ نے کیا دیکھا:

گردوں کے ستم دیکھے اُجڑا ہوا گھر دیکھا
دیکھا تو نہ جاتا تھا ناچار مگر دیکھا

کربلا سے کوفہ کا سفر ۶۱ھ میں پیش آیا۔ ابن زیاد سے مکالمے بھی اسی سفر میں ہوئے۔ اور ایک معرکۃ الآرا تقریر بھی اسی سفر کی یادگار ہے۔

اسی سال کوفہ سے دمشق کو روانگی ہوئی۔ زینب کبریٰؑ نے اس سفر میں وہ تقریر کی۔ جو فصاحت و بلاغت کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔

Marfat.com

پھر اسی سال اہل بیت کا لُٹا ہوا قافلہ دمشق سے مدینہ روانہ ہوا۔ مدینہ میں زینب کبریٰ نے مکین گنبد خضریٰ کی رُوح پر فتوح سے خطاب کیا۔ اور اہل مدینہ سے بھی مخاطب ہوئیں۔

آخری سفر مدینہ سے مصر کا ہے۔ اس کی صورت یہ پیش آئی کہ جب مدینہ کی عورتیں زینب کبریٰ کے پاس جمع رہنے لگیں۔ اور اہل مدینہ کا ازدحام بھی ہونے لگا تو والی مدینہ نے یزید کی صورت حال کی اطلاع دی۔ اور یہ خطرہ ظاہر کیا کہ اگر یہی نقشہ رہا تو حکومت آپ کے ہاتھوں سے چھن جائے گی۔ یزید نے جواب میں والی مدینہ کو یہ لکھا کہ وہ زینبؑ کو مدینہ سے جس مقام پر چاہیں روانہ کر دیں۔ والی مدینہ نے یہ پیغام زینب کبریٰ کو سنایا۔ تو انہوں نے کہا کہ ایسا نہیں ہو گا۔ لیکن اس کے بعد دوسروں کے سمجھانے بجھانے سے مصر میں قیام پر آپ نے رضامندی کا اظہار کیا۔ آخر دم تک زینب کبریٰ کا قیام مصر ہی میں رہا۔ مسلمہ بن مخلد انصاری جو والی مصر تھا آپ کے ساتھ حسن سلوک اور مروت سے پیش آتا تھا۔ اسی کے محل دارالحمرا میں ان کا قیام رہا۔ مؤرخ طبری کی روایت کے بموجب بنت زہرا کا دسواں سفر، سفر مصر نہیں بلکہ سفر شام ہے۔ صورت یہ بیان کی جاتی ہے کہ ۶۲ھ میں مدینہ میں طاعون کی وبا پھیلی تھی۔ یا قحط سالی کا زور تھا۔ اس لئے عبداللہ بن جعفرؓ نے مصلحت اسی میں سمجھی کہ شام کا سفر کیا جائے۔ اس سفر میں بنت زہراؑ بھی اپنے شوہر کے ہمراہ تھیں۔ شام میں عبداللہ بن جعفرؓ کی زمینداری تھی۔ جس مقام پہ آپ کا قیام تھا۔ اس کا نام زینبیہ۔

اگرچہ تذکرے اور سیرت کے سوانح حیات میں انصار کی تفصیلات نہیں ملتیں۔ لیکن قیاس یہ چاہتا ہے کہ آپ نے کچھ اور سفر بھی کئے ہوں گے۔ یہ بات ہم اس

Marfat.com

بنیاد پر کہہ رہے ہیں۔ کہ عبداللہ بن جعفرؓ ایک مشہور تاجر تھے۔ اور ان کے تجارتی مشاغل کا تقاضا تھا کہ وہ قیام پر سفر کو ترجیح دیں۔ چنانچہ آپ نے ضرور سفر کئے ہونگے اور ان کے اہل و عیال بھی ان کے ہمراہ رہتے ہوں گے۔ زینب کبریٰؑ کے ساتھ ان کے تعلقات آخر تک بڑے خوشگوار اور خوش آیند رہے۔

ان اسفار میں سیدہ محترمہ اپنی خاندانی شرافت کے پیش نظر اسلام کی خدمت سے غافل ہرگز نہ رہی ہوں گی۔ درس و تدریس اور خطابت کے جوہر قدرت نے ان کے اندر ودیعت کئے تھے۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ خاموش رہتیں اور فرض تبلیغ جو ان پر ان کے بزرگوں نے عائد کیا تھا۔ اس سے پہلو تہی برتتیں۔ آغاز شباب میں جبکہ ابھی آپ کے خیالات میں بھی پختگی اور استواری نہیں آئی تھی۔ زینب کبریٰؑ کوفہ میں درس قرآن دیتی تھیں۔ پھر بڑی عمر میں زندگی کے تلخ تجربات کے بعد تو انہوں نے پورے انہماک کے ساتھ ان علمی و تعلیمی مشاغل میں حصہ لیا ہوگا۔

حادثۂ حرّہ اور زینبؓ کبریٰ

حادثۂ حرّہ تاریخ اسلام کا ایک مشہور واقعہ ہے۔ خلاصہ اس واقعہ کا یہ ہے۔ کہ حاکم مدینہ نے مدینہ کے سربرآوردہ لوگوں کا ایک وفد یزید کے پاس اس لئے بھیجا۔ کہ یزید تحائف وعطایا کے ذریعہ ان کے دل مٹھی میں لے اور اس کی حکومت پہ کوئی آنچ نہ آئے۔ تاریخ امم اسلامیہ کے مصنف نے یہ بیان کیا ہے کہ یزید نے اس وفد کی بڑی آؤ بھگت کی اور جب یہ رخصت ہوئے۔ تو انہیں انعام واکرام سے نوازا۔ جب یہ وفد مدینہ آیا تو اس نے یزید کے خلاف بہت کچھ بیان کیا۔ اور اس خیال کا اظہار بھی کھلے بندوں کیا۔ کہ ہم نے یزید کی بیعت ختم کر دی ہے۔ اب اس کی اطاعت کا قلادہ ہماری گردن میں نہیں رہا۔ اس بات چیت اور گفتگو کا اثر یہ ہوا کہ عوام جو پہلے ہی یزید سے برہم تھے۔ اور برافروختہ ہو گئے۔ اس برہمی اور برافروختگی نے بغاوت اور انقلاب کی شکل اختیار کر لی۔ یزید کو جب اس صورتِ حال کا علم ہوا۔ تو اس نے ان پہ قابو پانے کے لئے بارہ ہزار کی ایک فوج بھیجی۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ فوج کو یہ ہدایات دے دیں۔ کہ علی بن حسینؓ (امام زین العابدینؓ) اور ان کے خاندان کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ وہ باغیوں کے ساتھ نہیں ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ اہل بیت اس موقعہ پر مدینہ سے

Marfat.com

کسی محفوظ مقام پر چلے گئے تھے۔

مسلم بن عقبہ یزید کے حکم سے مدینہ میں داخل ہوا۔ اور اہلِ مدینہ کو فہمائش کی۔ کہ امیرالمومنین یزید کی قوت بے پناہ ہے۔ تم خلاف ورزی اور سرتابی کی روش اختیار نہ کرو ورنہ میرے ہاتھوں تمہارا حشر بہت بُرا ہوگا۔ اہلِ مدینہ کے کانوں پہ اس کی باتوں سے جوں تک نہیں رینگی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سخت گھمسان کا رَن پڑا۔ حکومت کی فوج کا مقابلہ بھلا یہ کیا کر سکتے۔ انہیں آخر کار شکست ہوئی۔ مسلم بن عقبہ نے ان سے یہ انتقام لیا۔ کہ ان کے گھروں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ تین دن تک قتل و غارت گری کا طوفان بپا رہا۔ چوتھے دن ان سے شرط کے ساتھ بیعت کر لی گئی۔ کہ امیرالمومنین یزید کو اہلِ مدینہ کی جان، مال اور اولاد پہ پورا اختیار ہوگا کہ وہ جیسا چاہیں۔ ان سے سلوک کریں۔ چنانچہ یہ ہوا۔ کہ جن لوگوں نے بیعت کر لی۔ انہیں کچھ نہیں کہا۔ لیکن جنہوں نے تامل، تذبذب اور انکار سے کام لیا انہیں تہ تیغ کیا گیا۔

اس موقعہ پر مسلم بن عقبہ یزید کی ہدایت کے بموجب امام زین العابدین سے ملا۔ اور تحفے تحائف پیش کئے۔ زینب کبریٰ نے یزید کا وظیفہ قبول نہیں کیا۔ اور اسے نہ قبول کرنے کی وجہ یہ تھی کہ ان کے شوہر کافی دولتمند تھے۔ اور انہیں کسی قسم کی مالی اعانت اور وظائف کی ضرورت مطلق نہ تھی۔ دوسرے انہیں یہ خیال بھی نہ تھا۔ کہ کل تک امیر معاویہ خود نازک مواقعے پہ عبداللہ بن جعفر سے قرض لیتے تھے۔ بلکہ یزید کو بھی انہوں نے کئی لاکھ درہم اُدھار دیئے تھے۔ اگر یہ بات نہ بھی ہوتی۔ تو حضرت زینب کبریٰ کی غیرت یہ ہرگز گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ انہیں اس حکومت سے مالی امداد ملے۔ جس نے ان کے بھائی کو پیاسا شہید کیا۔ زینب کبریٰ کی زندگی صلاح و تقویٰ کی زندہ اور چلتی پھرتی

تصویر تھی۔ انہیں اگر سیم و زر کا لالچ اور دولت کی طمع ہوتی۔ تو حادثہ کربلا ہی کیوں پیش آتا۔ سارا جھگڑا تو امارت کا تھا۔ اس کی خواہش یزید کو ہمہ وقت گدگداتی رہتی تھی اپنی امارت اور بیعت کی خاطر یزید امام حسینؓ اور اہلِ بیت کے لئے اپنے خزانے کا منہ کھول سکتا تھا۔ آخر کوفیوں اور شامیوں کے دامن بھی تو ابنِ زیاد نے یزید کے حکم ہی سے بھرے تھے۔ لیکن اہلِ بیت کے اندر استغنا کی شان تھی :-

تو اگر خود دار ہے منت کشِ ساقی نہ ہو
عین دریا میں حباب آسا نگوں پیمانہ کر

انتقالِ پُرملال

موت برحق ہے۔ اس کی دستبرد سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ ایک نہ ایک وقت ہر انسان کو اس کی دعوت پہ لبیک کہنا پڑتا ہے۔ ہاں البتہ موت، موت میں فرق ہوتا ہے۔ کہیں یہ موت آتی ہے، تو زندگی کے آثار مٹا تی آتی ہے۔ لیکن کہیں اس انداز سے موت کا پیام آتا ہے کہ اس پر حیاتِ جاوداں کو بھی رشک آتا ہے۔ بعد کی قسم میں جو موت داخل ہے۔ وہ سر چشمۂ حیات ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جن خوش نصیبوں پر یہ موت وارد ہوتی ہے۔ وہ دُنیا کی آنکھوں سے تو ہمیشہ کے لئے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ لیکن قدرتِ الٰہی انہیں عقبٰی میں اور ہی حیات کی سوغات عطا کرتی ہے۔ دُنیا میں ان کے تذکرے اتنے عام ہوتے ہیں۔ کہ کبھی کبھی تو یہ گمان ہونے لگتا ہے۔ کہ وہ زندہ ہیں۔ اور نہ معلوم اس دُنیا میں کب واپس آ جائیں یہ ہی طبقہ ہے جو حافظ شیراز کی زبان میں یہ کہہ سکتا ہے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق!

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

زینب کبریٰ پر بھی آخر یہ نازک ترین مقام آیا۔ کیسے؟ کہاں؟ اور کن اسباب

کے تحت ان سوالات کے جواب ملتے تو ہیں لیکن ان سے ذہن کو سکون اور دل کو قرار نہیں آتا۔ ولادت و وفات کے بارے میں اتنی روایات ہیں کہ ع

ع شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا

یا اردو میں کسی کا یہ شعر اس حقیقت کا آئینہ دار ہے ؎

کس کا یقین کیجیے کس کا یقیں نہ کیجیے
لائے ہیں بزم یار سے لوگ خبر الگ الگ

وفات کے سلسلہ میں جتنی روایات ہیں۔ ہم ذیل میں دیئے دیتے ہیں:

۱۔ مصر میں مرض الموت میں مبتلا ہوئیں اور یہیں اللہ کو پیاری ہو گئیں۔

۲۔ اہل بیت کو مدینہ پہنچے ہوئے صرف چھ ماہ گزرے تھے کہ پہلے ان کی بہن اُم کلثوم کا انتقال ہوا۔ اور اس کے تقریباً تین ماہ بعد زینب کبریٰ بھی اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔ یہ روایت اس لیے غیر معتبر ہے کہ اکثر تذکرے اس پر متفق نہیں ہیں۔ مدینہ میں تو ان کی بہن ام کلثوم رقیہ کا انتقال ہوا تھا یعنی وہ ام کلثوم جن کا عقد حضرت عمرؓ الفاروقؓ سے ہوا تھا۔

۳۔ واقعہ حرہ اور فتح مدینہ سے فراغت کے بعد مسلم بن عقبہ نے زین العابدینؓ کو قید کیا۔ اور اپنے ہمراہ شام لے گیا۔ اس سفر میں زینب کبریٰ بھی ہمراہ گئیں۔ راستہ میں آپ بیمار ہوئیں اور آخرت کا سفر اختیار کیا۔ اس روایت کا پہلا جزو نادرست ہے۔ اس لئے کہ امام زین العابدینؓ واقعہ حرہ میں شریک نہ تھے۔ اور وہ ان ایام میں مدینہ سے باہر کسی مقام پر سکونت پذیر تھے۔ دوسرا جزو بھی غلط ٹھہرا۔

Marfat.com

۴۔ ۶۲ھ میں بعض شورہ پشت لوگوں نے یزید کو مطلع کیا۔ کہ امام زین العابدینؓ اپنے عقیدت مندوں کی شہ پر خلافت کے حصول کی کوشش میں ہیں۔ اس پر بروقت قابو پا یا جائے۔ ورنہ پھر پانی سر سے اونچا ہو جائے گا۔ یزید نے یہ سنا تو یہ احکام جاری کر دیئے۔ کہ امام کو دمشق میں نظر بند رکھا جائے یہ خبر مدینہ پہنچی۔ تو ہیجان برپا ہو گیا۔ امام زین العابدینؓ کی چھوٹی بہن فاطمہ صغرا کہنے لگیں کہ یزید کی یہ طلبی شر کا پہلو لئے ہوئے ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ امام حسینؓ کی طرح وہ انہیں بھی شہید کرا دے۔ زینب کبریٰؓ ان دنوں بیمار تھیں۔ انہوں نے دلاسا دیا کہ جب تک میں زندہ ہوں یہ بات نہیں ہونے دوں گی زین العابدینؓ کے ہمراہ خود جاؤں گی۔ مجال ہے کسی کی جو میرے بھتیجے کو شہید کر دے۔ انہیں ان کے اعزہ نے ہر چند سمجھایا۔ لیکن یہ نہیں مانیں اور امام زین العابدینؓ کے ہمراہ دمشق روانہ ہو گئیں۔ اثنائے راہ میں کربلا کا میدان آیا تو آپ نے اپنی خادمہ فضہ کو جو اس سفر میں ہمراہ تھیں۔ یہ کہا کہ تو وہ درخت تلاش کر۔ جس کے نیچے میرے بھائی حسینؓ کا سر رکھا گیا تھا۔ درخت مل گیا۔ تو اٹھیں اور اس کے نیچے لیٹ کر آنسوؤں سے روتی رہیں۔ قریب ہی خارجی کا ایک باغ تھا۔ وہ رونے کی آواز سن کر باہر آیا۔ اور جب اسے یہ پتہ چلا کہ یہ امام حسینؓ کی بہن زینبؓ رہیں۔ تو الٹے پاؤں لوٹا۔ اور ایک بیلچہ لے کر آیا۔ اور آتے ہی اس زور سے دوش مبارک پر اس کی ضرب رسید کی کہ زینب کبریٰؓ جاں بحق ہو گئیں۔

۵۔ کہا جاتا ہے کہ زینب کبریٰؓ نے ایک عاشق اہلِ بیت کے باغ میں قیام کیا ایک رات آپ اپنے حوادث و آلام پر رو رہی تھیں۔ کہ روتے روتے

Marfat.com

بیہوش ہو گئیں۔ لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے بعد میں اُٹھیں۔ تو ایک نہر میں گر پڑیں۔ اس کا پانی رُک گیا۔ مالی باغ میں پانی دے رہا تھا۔ جب اس نے دیکھا۔ کہ پانی رُکا ہوا ہے۔ تو وہ اس مقام پر پہنچا۔ اور بے خبری میں آپ کے سر پر بیلچہ دے مارا۔ اس کے صدمہ سے آپ جانبر نہ ہو سکیں۔ بعد میں آپ کو اس باغ میں دفن کیا گیا۔

بہر حال یہ روایات ہیں۔ ان میں سے نہ ہم کسی کی تصدیق کرتے ہیں۔ نہ تغلیط۔ ہمارے قارئین کو اختیار ہے وہ کسی ایک روایت پر اعتماد کر سکتے ہیں۔ مزار کے سلسلے میں بھی اختلاف ہے۔ اور ہونا بھی چاہیئے۔ اس لئے کہ جب وفات سے متعلق اتنی روایات ہیں۔ تو مزار کا تعین کیسے ہو سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں روایات ان گنت ہیں۔ ہم ایک علیحدہ باب میں نئے عنوان سے چند روایات نقل کریں گے۔ اور اس کا فیصلہ ہمارے قارئین پر ہے۔ کہ وہ کس روایت کی صحت پر اعتماد کرتے ہیں۔ اور کس روایت کو غیر مستند قرار دیتے ہیں۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ ط

Marfat.com

زینبؑ کبریٰؑ کا مزار کہاں ہے؟

ابو عبد اللہ محمد کوہینی اندلسی سنہ ۳۶۹ھ میں قاہرہ پہنچا۔ یہ سیاح رقمطراز ہے کہ میں نے زینبؑ بنت علیؑ کا مزار اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یہ مزار وسیع و عریض رقبے میں دریا کے کنارے واقع ہے۔ مزار کا گنبد پختہ بنا ہوا ہے۔ چونے اور گچ سے اس کی تعمیر میں کام لیا گیا ہے۔ تین محرابیں ہیں جن پر گلکاری نے حسن و زیبائش کے غلاف چڑھا دیے ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ چھٹی صدی ہجری میں شاہ عادل سیف الدین ابوبکر بن ایوب نے اس احاطے میں جہاں زینب کبریٰ کا مزار ہے۔ ایک شاندار عمارت کی بنا ڈالی۔ ایک مشہور عالم جو علامہ زینبی کے نام سے مشہور تھے۔ اور جن کا اصلی نام فخر الدین تھا۔ یہاں درس و تدریس کی خدمت پر مامور تھے سنہ ۹۵۶ھ میں امیر علی پاشا نے سلطان خان ابن سلطان سلیم فاتح کی طرف سے ایک مسجد کا اضافہ کیا۔ سنہ ۱۱۷۶ھ میں امیر عبد الرحمان کتخدا نے اس عمارت کی مرمت کرائی۔ اور یہاں وضو کے لئے ایک حوض کی تعمیر بھی کرائی۔ سنہ ۱۲۱۰ھ میں مزار کے اردگرد چاندی اور تانبے کا ایک کٹہرا بھی تعمیر کیا گیا۔ یا سیدہ زینبؑ یا بنت فاطمۃ الزہرؑا کے الفاظ اس پہ مرقوم تھے۔ سنہ ۱۲۱۲ھ میں عثمان بک مرادی کے عہد میں مسجد کی دیوار کی مرمت ہوئی۔ سنہ ۱۲۱۶ھ میں یوسف

Marfat.com

پاشا وزیر نے نامکمل تعمیر کی تکمیل میں حصہ لیا۔ ۱۲۹۷ھ میں اس عمارت کی تجدید ہوئی۔ ۱۳۰۲ھ میں اس کی تکمیل ہوئی۔

وزارت اوقاف مصر کی جانب سے محمد غالب عبداللہ نے جو مسجد زینبی میں تیس لکھے۔ ۱۳۵۱ھ میں زینب کبریٰؑ کی وفات اور مزار سے متعلق یہ تحقیق کی ہے کہ:

"علیؑ ابن ابی طالب اور خاتونِ جنت فاطمۃ الزہراؑ کی دختر نیک اختر، امام حسینؑ کی ہمشیرہ نے ۶۱ھ میں مدینہ سے ہجرت کی۔ اور مصر آئیں۔ یہاں عقبہ بن نافعؓ اور متعدد علمائے مصر اور عوام نے آپ کا خیر مقدم کیا والیٔ مصر نے خود ان کی خدمت میں حاضری دی۔ گیارہ ماہ بعد ۶۲ھ میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ اور آپ اسی محل میں مدفون ہوئیں۔ جو اب "زینبی" کہلاتا ہے۔"

۱۲۱۲ھ میں مسجد کی حالت کسی قدر شکستہ ہوئی تو ترکوں نے عثمان بک مرادی کے ذریعہ اس کی دوبارہ تعمیر کرائی۔ عباس شاہ نے اس مسجد میں کچھ اور اضافے کئے سعید پاشا کی کوششوں سے ۱۲۷۶ھ میں یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ ۱۲۹۷ھ میں توفیق پاشا نے گنبد اور حرم کی از سر نو تعمیر کرائی۔ شاہ فواد اول نے مزار شریف کے لئے قیمتی غلافوں اور جواہرات کا انتظام کیا۔ اور بھی اس کے لئے زینت و آرائش کے سامان بہم پہنچائے

ابن جبیر کی تحقیق کے مطابق زینب کبریٰؑ کا مزار دمشق (شام) کے قریب قصبہ زینبیہ میں ہے۔ اس مزار پر گنبد بھی ہے۔ قندیلیں سونے چاندی کی ہیں۔ جھاڑ فانوس بھی ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ جاگیر بھی وقف ہے۔

مؤرخ سید جعفر کا بیان بھی اسی سے ملتا جلتا ہے۔ یعنی یہ کہ دمشق کے بیرونی حصہ

Marfat.com

میں ایک مقام زینبیہ کہلاتا ہے۔ وہاں جو مزار ہے۔ اس کے بارے میں یہی مشہور ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کی بڑی صاحبزادی زینب کبریٰؓ کا ہے۔

ایک مؤرخ عماد زادہ جنہوں نے شیخ جعفر نقوی کی ایک کتاب (یہ کتاب زینب کبریٰؓ کے حالات سے تعلق رکھتی ہے) کا ترجمہ کیا ہے۔ مزار کے بارے میں مجملاً اختلافات کے پیش نظر اپنے تحقیقی مقالہ میں رقمطراز ہیں کہ:

"مؤرخین کا ایک گروہ بیان کرتا ہے کہ زینب کبریٰؓ عبداللہ بن جعفرؓ کے عقد میں تھیں۔ اور ام کلثوم عمر بن الخطابؓ کے نکاح میں جب عمر الفاروقؓ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ تو ام کلثومؓ کی شادی عون بن جعفرؓ سے ہوئی۔ اور جب ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ تو عبداللہ بن جعفرؓ سے ان کا عقد ہوا۔ اور یہ عقد ان کی بہن زینب کبریٰؓ کے انتقال کے بعد ہوا تھا۔ اکثر مورخین اس پہ متفق ہیں۔ کہ خاتونِ جنت فاطمۃ الزہراؓ کی دو صاحبزادیاں تھیں۔ ام کلثوم رقیہؓ جو عمر الفاروقؓ کے عقد میں آئی تھیں۔ ان کا انتقال امام حسنؓ کی زندگی میں ہوا۔ اور ان کا مزار بقیع میں ہے۔ ام کلثوم صغریٰ جو بعد میں زینب کبریٰ کے نام سے مشہور ہوئیں۔ ان سے عمر میں چھوٹی تھیں۔ اور ان کا مزار دمشق کے پاس ہے۔ مؤرخین کا ایک گروہ کہتا ہے کہ حضرت علیؓ کی خاتونِ جنتؓ کے بطن سے تین بیٹیاں تھیں۔ ۱۔ ام کلثوم رقیہؓ جن کا انتقال امام حسنؓ کے زمانہ میں ہوا۔ ۲۔ ام کلثوم کبریٰ یہ کربلا میں موجود تھیں۔ ۳۔ ام کلثوم صغریٰؓ یا زینب صغریٰؓ یہ بھی کربلا میں موجود تھیں۔ بعض مؤرخین زینب کبریٰؓ اور رقیہؓ دونوں کو ایک ہی سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ان کی وفات

Marfat.com

کے بعد چونکہ وہ بڑی بہن تھیں۔ زینب وسطےؓ اور زینب کبریٰؓ کے نام سے مشہور ہوئیں۔ اور یہی امام حسینؓ کی معیت میں کربلا میں موجود تھیں۔ طبری کی تحقیق ہے کہ مدینہ میں طاعون پھیل جانے کے سبب زینب کبریٰ اپنے شوہر کے ہمراہ شام چلی گئی تھیں۔ اور وہیں اللہ کو پیاری ہو گئیں اس بیان کی تائید علامہ شہرستانی نے بھی کی ہے۔ یعنی ان کا بھی خیال یہی ہے کہ زینب کبریٰؓ کا مزار شام میں ہے۔"

خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہ ام کلثوم جو عمرؓ الفاروق کے عقد میں آئی تھیں۔ وہ رقیہؓ اور زینبؓ دو ناموں سے مشہور تھیں۔ ان کا انتقال امام حسنؓ کے زمانہ میں ہوا۔ اور جنت البقیع میں انہی کا مزار ہے۔ (ب) زینب کبریٰؓ کی کنیت بھی ام کلثوم تھی۔ شروع شروع میں زینب صغریٰؓ کے نام سے مشہور تھیں۔ بعد میں انہیں زینب کبریٰ کہا گیا غالباً ان کی عظمت، علم و فضل کی وجہ سے ان کی شادی عبداللہ بن جعفرؓ سے ہوئی تھی۔ ان کا مزار قصبہ زینبیہ میں ہے۔ جو اطراف شام میں واقع ہے۔ (ج) ثعلبیہ کے بطن سے بھی حضرت علیؓ کی ایک صاحبزادی زینب صغریٰؓ نام کی تھیں۔ ان کی کنیت بھی ام کلثوم تھی۔ ان کا مزار مصر میں ہے۔ قناطر السباع کے مقام پر بہت ممکن ہے۔ کہ زینب کبریٰؓ کے انتقال کے بعد ہی زینب صغریٰؓ زینب کبریٰؓ کے نام سے مشہور ہو گئی ہوں۔ نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ زینب کبریٰؓ کا مزار زینبیہ میں ہے۔ اور یہ زینبیہ دمشق کے قریب ایک قصبہ ہے۔ باقی دوسری روایات پر اس روایت کو ترجیح دی جا سکتی ہے۔

Marfat.com

عجائب الغرائب

زینب کبریٰ کی زندگی میں کچھ واقعات ایسے بھی ہیں جنہیں ہم عجائب الغرائب کہہ سکتے ہیں۔ ہم ترتیب وار یہ واقعات نقل کرتے ہیں :

ا۔ سہل بن سعد کی روایت ہے کہ جب کوفی سر مبارک دمشق لے جا رہے تھے۔ تو راستے میں ایک نصرانی نے یہ منظر دیکھا۔ سر مبارک کے قریب آیا۔ اور اس نے اپنے کانوں سے قرآن شریف کی یہ آیت سر مبارک کے ہلتے ہوئے ہونٹوں سے سنی :

"ولا تحسبن اللہ غافلاً عما یعمل الظالمون"

(ترجمہ) اور تو یہ ہرگز خیال نہ کر کہ اللہ تعالےٰ ظالموں کے اعمال و افعال سے بیخبر ہے

یہ آیت سنتے ہی یہ نصرانی ایمان لے آیا۔ جب زینب کبریٰ کے علم میں یہ بات لائی گئی۔ تو آپ نے فرمایا :

"واعجبا النصاریٰ یحتشمون لدین الاسلام وامۃ محمد الدین تیرکمون انھم علیٰ دین محمد یقتلون اولادہ ولیسبون مریم ولکن العاقبۃ للمتقین وما ظلمونا ولکن کانوا انفسھم یظلمون"

(ترجمہ) بڑے تعجب کی بات ہے کہ عیسائی تو دین اسلام کی حشمت سے متاثر ہو کر

Marfat.com

مشرف باسلام ہو رہے ہیں۔ لیکن اہل کوفہ کا یہ عالم ہے کہ اس کے افراد ایک طرف تو یہ دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ ہم دینِ محمدؐ پر قائم ہیں۔ لیکن حالت یہ ہے کہ وہ نبی برحقؐ کی اولاد کو تہ تیغ کرنے اور ان کی مستورات کو اسیر کرنے میں پس و پیش نہیں کرتے۔ لیکن بات یہ ہے کہ انجام کار جیت پرہیزگاروں کی ہوگی۔ ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ بلکہ وہ خود اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔

(۲) جب اہلِ بیت کا قافلہ کوفہ کے بازاروں میں گذر رہا تھا۔ تو مکانوں کی چھتوں سے عورتوں اور بچوں نے کھجوریں اور اخروٹ پھینکنے شروع کیے۔ زینب کبریٰ نے انہیں اس فعل سے منع کیا۔ اور یہ فرمایا کہ اہلِ بیت پر صدقہ حرام ہے۔ اہلِ بیت کے قافلہ میں سے بچوں تک نے بھی کھجوروں کو منہ نہیں لگایا۔ یہ ایک ایسی چیز ہے کہ جس کا جواب نہیں۔

(۳) سفرِ کوفہ کے دوران میں (واقعہ شہادت کے بعد) زینب کبریٰ سے ام حبیبہؓ نام ایک خاتون کی ملاقات ہوئی۔ اس نیک دل خاتون نے اپنا تعارف اس انداز میں کرایا کہ:

"میں امام حسینؑ کی کنیزوں میں سے ہوں۔ آپ نے میرا عقد عبداللہ بن رافع سے کر دیا تھا۔ میں چاہتی تھی کہ انہی کی کنیز بنی رہوں۔ لیکن انہوں نے یہ بات منظور نہیں کی۔"

ام حبیبہؓ نے زینب کبریٰ کو پہچان لیا۔ اور وہ ان کی بے چارگی اور بے چادری سے سخت متاثر ہوئیں۔ ام حبیبہؓ نے انہیں اور دیگر خواتین اہلِ بیت کو پہننے کے کپڑے نذر کیے۔ لیکن نابکار کوفیوں نے یہ نذر لوٹ لی۔ اور ام حبیبہؓ کی آرزو پوری نہ ہونے دی کم سے کم اس پیشکش سے خلوص کا ثبوت تو دے ہی دیا۔ ایسے ماحول میں جہاں شر کے مظاہر عام ہو رہے ہوں۔ اور ہر طرف بغض و عناد کی آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں۔ خیر کی

Marfat.com

ہلکی سی جھلک اور مہر و مروّت کے بانی کا معمولی سا چھینٹا بھی بہت کچھ ہوتا ہے۔ ام حبیبہؓ نے اپنے عمل اور اپنے کردار سے رہتی دُنیا تک کے لئے یہ مثال قائم کردی۔ کہ انسان کو ہر حال میں ہمدردی اور اپنے بزرگوں سے تعلق خاطر کا ثبوت دینا چاہیئے۔ قطع نظر اس سے کہ اس کا یہ فعل سُود مند ہو یا نہ ہو۔

افشائے رازِ عشق میں گو ذلتیں سہی
لیکن اسے جتا تو دیا، جان تو گیا

Marfat.com

حرفِ آخر

بنتِ زہراؑ کے سوانحی حالات کے آخر میں ہم اپنے قارئین کو ان حوادث و آلام سے متعلق جو کربلا میں اہلِ بیت کو پیش آئے۔ اور خصوصیت کے ساتھ جن سے حادثۂ کربلا کے دوران میں اور اس کے بعد زینب کبریٰؑ کو سابقہ پڑا۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے منظوم و منثور کلام سے مستفید کرنا چاہتے ہیں۔ آپ حیران ہونگے کہ ہم یہ کیا بات کہہ رہے ہیں۔ اس لئے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تو حادثۂ کربلا سے بیس اکیس سال پیشتر شہادت پا چکے تھے۔ کربلا اور حادثۂ کربلا سے متعلق ان کے ارشادات کے کیا معنی؛ واقعی یہ سوال اتنا پیچیدہ ہے کہ ہم خود حیران ہیں کہ اس کا کیا جواب دیں؛ لیکن حقیقت یہی ہے کہ حادثۂ کربلا سے متعلق آپ نے نظم میں بھی اظہارِ خیال کیا ہے۔ اور نثر میں بھی۔ دیوان بدیع البیان میں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا امام حسینؑ کے نام ایک منظوم پیغام ہے۔ ہم اس کے ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں۔

" دُنیا کے مال و متاع پر اظہارِ مسرت نہ کر اور اگر یہ دولت تیرے ہاتھ سے جاتی رہے۔ تو ملول خاطر نہ ہو۔ مستقبل کا قیاس ماضی پر کر۔ اسی سے تو سکونِ قلب پا سکتا ہے۔ جو چیز حاصل نہیں ہوتی ———— اس کی تلاش

Marfat.com

ہیں خواہ مخواہ سرگرداں نہ ہو۔ چند مصائب ایسے ہیں۔ کہ تجھے غلط راستے پہ چلنے کے لئے مجبور کر دیں گے۔ پس تجھے چاہئے کہ تو پہلے ہی سے کیل کانٹے سے لیس ہو جاتا۔ تیرے دشمنوں کے قتل میں تاخیر نہ ہو گی۔ اور کوئی نرمی ان کے ساتھ نہیں برتی جائے گی۔ ہر خون کے بدلے ہزار ہزار خون ہوں گے۔ اس موقعہ پہ ظالموں کا کوئی حامی و ناصر نہیں ہو گا۔ خواہ وہ کوئی جتن کریں۔ ان کے سر کا وبال نہیں ٹلے گا۔ اے حسینؓ۔ اگر احباب منہ موڑ لیں۔ تو دل پہ میل نہ آنے دینا۔ یہ دنیا تیری بربادی پہ تلی ہوئی ہے"۔

اوپر دیئے ہوئے اشعار میں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے احوال مستقبلہ کی جانب اشارے کئے ہیں۔ ایک خطبہ کے چند اقتباسات ملحوظ خاطر رہیں:

"اے لوگو! میں نے شر و فساد کی آنکھیں بے نور کر دی ہیں۔ جب شر و فساد کی ظلمتیں چار سو چھائی ہوئی تھیں۔ جرأت کا ثبوت دیتے ہوئے میں نے ان کے انسداد کی پوری پوری کوشش کی۔ جب میں نہ رہوں گا۔ اور نامساعد حالات رونما ہوں گے۔ تو بڑے دلوں پر بدحواسی کا عالم طاری ہو جائے گا۔ یہ کیفیت اس وقت پیش آئے گی جب نت نئی پریشانیاں تم پہ ٹوٹ پڑیں گی۔ دنیا تم پر اتنی تنگ آ جائے گی کہ ایام مصائب و آلام کے سائے بڑھتے ہوئے دکھائی دیں گے۔ یہاں تک کہ خداوند قدوس انہیں جو تمہارے بعد باقی رہ جائیں گے۔ فتح و نصرت عطا کرے گا۔ فتنوں کی یہ صورت ہوتی ہے۔ کہ جب ان کا سیلاب امنڈ آتا ہے۔ تو پھر حق و باطل میں امتیاز کی صلاحیتیں جواب دے جاتی ہیں۔ میرے نزدیک سب فتنوں

Marfat.com

سے خوفناک تمہارے لئے بنی اُمیّہ کا فتنہ ہے۔ جسے نہ خود کچھ نظر آتا ہے اور نہ اس کو کوئی چیز سجھائی دیتی ہے۔ خدا کی قسم! میرے بعد تم بنی اُمیّہ کو اپنے لئے بدترین حکمران پاؤ گے۔ وہ تو اس بوڑھی اور سرکش اونٹنی کی مانند ہیں۔ جو منہ سے کاٹتی ہو اور ادھر اُدھر پیر مارتی ہو۔ اور دودھ دوہنے والے پر ٹانگیں چلاتی ہو۔ اور دودھ دینے سے انکار کر دیتی ہو"

(نہج البلاغہ)

Marfat.com

عورت ــــ اسلام سے پہلے

اس عنوان کے تحت ہم تاریخ کی روشنی میں یہ حقیقت واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام سے پہلے عورت کی کیا حیثیت تھی تاکہ تصویر کے اس تاریک رُخ کے بعد ہمارے قارئین جب اس کے روشن رُخ پر نگاہیں جمائیں تو انہیں یہ تسلیم کر لینے میں مطلق کوئی تامل نہ ہو کہ ظہورِ اسلام کے بعد اس صنفِ نازک کا مقام کتنا بلند ہو گیا تھا۔

تاریخ گواہ ہے کہ دُنیا کی اقوام تہذیب و شائستگی کے دور میں بھی طبقۂ نسواں سے ساتھ کوئی بہتر سلوک نہیں کرتی تھیں۔ ہند اور چین، یُونان اور روما میں عام دستور یہ تھا کہ عورت سے دور دور رہتے تھے اس کا قرب ان پر گراں گذرتا تھا۔ اندرو میکی کے بیان کے مطابق یُونان کے عوام عورت کے بارے میں یہ کہا کرتے تھے کہ "آگ کے جلے اور سانپ کے ڈسے کا علاج تو ممکن ہے لیکن اگر نہیں تو عورت کے شر کا علاج ممکن نہیں سقراط کا قول ہے کہ "دُنیا میں فتنہ و فساد کی جڑ عورت ہی ہے" افلاطون کہتا ہے کہ جتنے بھی ذلیل و ظالم مرد ہیں ان میں عورت کی فطرت کارفرما ہے" مسیحی عالم قدیس برنار کا خیال ہے کہ "عورت شیطان کا آلہ ہے" یوحنا دمشقی کا مقولہ ہے کہ "عورت نے مکر و فریب کی

Marfat.com

گود میں جنم لیا ہے اور صلح و آشتی سے اُسے خدا واسطے کا بیر ہے "

روم تہ الکبریٰ میں جو عیسائیت کا مرکز تھا عورتوں کے ساتھ وحشیانہ برتاؤ ہوتا تھا معمولی معمولی قصور پر انہیں بیدردی کے ساتھ ذبح کر دیا جاتا تھا۔ بے بنیاد الزامات پر انہیں دہکتی ہوئی آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کی نذر کر دیتے تھے۔ سولھویں اور سترھویں صدی میں جب جادو پر لوگوں کا اعتقاد پختہ ہو گیا تھا، طبقہ نسواں کو مشتبہ نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا جہاں کسی پر جادو ہوتا کوئی نہ کوئی عورت ہی ملزم قرار دی جاتی چنانچہ اس پردے میں عورتوں پر بے پناہ مظالم توڑے جاتے تھے۔ الگزنڈر ششم نے ۱۴۹۴ء میں لوئی وہم نے ۱۵۲۱ء میں اڈرین ششم نے ۱۵۲۲ء میں جس بیدردی کے ساتھ عورتوں، اور اُن کے بچوں کو جادوگری کے الزام میں بُری طرح بے رحمی کے ساتھ قتل کرایا۔ ملکہ الزبتھ اور جیمس اوّل کے دور میں ہزاروں عورتیں جادوگری کے جرم میں نذرِ آتش کی گئیں۔ اسکاٹ لینڈ کا بادشاہ جیمس ششم جب ڈنمارک سے شادی کر کے لوٹا تو یہ بات اس کے علم میں لائی گئی کہ چند عورتوں نے اثنائے سفر میں جادو کیا ہے تو اس نے ان عورتوں کی گرفتاری کے احکام صادر کر دیئے۔ اور جب وہ اس کے سامنے پیش ہوئیں تو انہیں وحشتناک جسمانی اذیتیں دی گئیں۔ جب اس تکلیف مالا یطاق سے تنگ آ کر انہوں نے اقبالِ جرم کر لیا تو ان سب کو تہ تیغ کر دیا گیا۔ ڈاکٹر اسپرنگ کا یہ بیان ہے کہ مسیحی یورپ نے تقریباً نوّے لاکھ کو آگ میں جلایا جن عورتوں کو کسی دوسری طرح ختم کیا گیا وہ ان کے علاوہ ہیں۔

ایران میں بیوی اور بہن کے درمیان کوئی تمیز نہ تھی۔ مشرق کے نصاریٰ ماں کو ماں سمجھتے تھے نہ بہن کو بہن۔ ہندوؤں میں ایک عورت کئی بھائیوں کی بیوی بن سکتی تھی۔

Marfat.com

عرب میں بھی عورت کا شمار بدترین مخلوقات میں تھا چنانچہ ایک عرب شاعر کہتا ہے۔

ان النساء شیاطین خلقن لنا   نعوذ بااللہ من شر الشیاطین

(بے شک عورتیں جن کی تخلیق ہمارے لیے ہوئی ہے شیاطین ہیں ہم ان شیاطین کے شر سے پناہ مانگتے ہیں۔)

جب رئیس ہراہ کی لڑکی کا انتقال ہوا تو ابوبکر خوارزمی نے ان الفاظ میں اظہار تعزیت کیا کہ ۔

"اگر تم اس کی عادات وخصائل اور اس کے ستر و حجاب کا ذکر چھیڑتے تو زیادہ بہتر اور مناسب یہ ہوتا کہ بجائے تعزیت کے ہدیۂ تہنیت پیش کیا جائے نا قابل اظہار امور کا اخفا اور لڑکیوں کا سپرد خاک کر دینا یہ بہت بڑی بات ہے ہم ایسے دور میں زندگی بسر کر رہے ہیں کہ اگر کسی شخص کی بیوی اس سے پہلے سدھار جائے تو گویا اس کی نعمتوں کی تکمیل ہو گئی اور اگر بیٹی کو اس نے خود سپرد خاک کر دیا تو اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ اس نے اپنے داماد سے انتقام لے لیا۔

کسی دوسرے عرب شاعر نے اپنے خیالات کا اظہار اس شعر میں کیا ہے :۔

تھوی حیاتی واھوی موتھا شفقاً   والموت اکرم نزال علی الحرم

(وہ میری زندگی چاہتی ہے اور میں از روئے شفقت اس کی موت چاہتا ہوں کیونکہ موت عورت کے حق میں عزیز ترین مہمان ہے)

ایک فرانسیسی مصنف اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ "عورت پر اپنے شوہر کا احترام فرض ہے اس لیے کہ وہ اس کا آقا ہے اسے چاہیئے کہ ہر کام میں اس کی اطاعت کرے اور اپنے

آپ کو اس کی طبیعت اور اس کے مزاج کے مطابق ڈھالے اپنے شوہر کے پیر دھونا گھر کی نگرانی کرنا اس کے فرائض میں داخل ہے۔ جب وہ اپنے شوہر سے علیحدہ ہو تو اُسے چاہیے کہ اپنی صورت بھی کسی کو نہ دکھائے۔"

والٹیر، روسو، مونٹسکو، ڈیڈرو وغیرہ نے طبقۂ نسواں کے خلاف اپنی اپنی تحریروں میں کافی زہر اُگلا ہے۔ مونٹسکو کا قول ہے کہ "فطرت نے مرد کو عقل اور توانائی سے اور عورت کو صرف زیب و زینب سے نوازا ہے اگر عورت سے زیب و زینت کا یہ خارجی لباس چھین لیا جائے تو وہ کسی کام کی بھی نہیں رہتی" ڈیڈرو کا خیال ہے کہ "عورتوں کا مصرف ہی صرف یہ ہے کہ ان سے جسمانی لذت حاصل کی جائے اور بس" روسو نے بھی قریب قریب یہی بات ذرا بدلے ہوا الفاظ میں کہی ہے یعنی یہ کہ "عورت مرد کے سکون کے لیے معرض وجود میں آئی ہے" روسو سے جب کسی نے یہ سوال کیا کہ مرد کے لیے کیا یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ وہ بھی عورت کے سکون کا باعث ہو تو اس نے اس کا یہ جواب دیا کہ "مرد کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے"

نپولین نے بھی جزیرۂ ہلنا میں ایک دفعہ یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ مرد کے لیے عورت قدرت کا ایک انعام ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ توالد و تناسل کا سلسلہ چلے عورت ہمارے قبضہ و اختیار میں ہے ہم پر اس کا کوئی قبضہ و اختیار نہیں ہے"

شوپنہار کہتا ہے کہ "مرد کی عقل ۲۰ سال کی عمر میں بالغ ہوتی ہے جب کہ عورت ۱۸ سال کی عمر میں یہ منزل طے کر لیتی ہے دونوں کی بلوغت عقل میں فرق یہ ہے کہ عورت اس منزل میں رہ جاتی ہے۔ مرد ترقی کی منزلیں طے کرتا چلا جاتا ہے"

نطشے نے دُنیا کو اُن خطرات سے آگاہ کیا ہے جو اس کے خیال میں عورتوں کی

Marfat.com

آزادی سے انسانیت کو پیش آئیں گے وہ یہ کہا کرتا تھا کہ

"ہمارے دور کا المیہ یہ ہے کہ عورت کے دل سے مرد کا خوف زائل ہوتا جاتا ہے حالانکہ اس کی تخلیق کا مقصد ہی یہ ہے۔ کہ وہ مرد کی تابع ہو کر رہے اور اس کی خدمت کو اپنا وظیفۂ حیات سمجھے۔

ویننجر نے عورت کے بارے میں جو اظہار خیال کیا ہے اس میں غرابت کا پہلو زیادہ نمایاں ہے اس نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی جب یہ کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچی تو اس نے خودکشی کر لی اس کی عمر صرف ۲۲ سال کی تھی لیکن اس کتاب نے اس کی شہرت کو چار چاند لگا دیے اس کتاب میں اس نے وہ تمام عیوب و نقائص یکجا کر دیے ہیں جو شروع سے اس کے زمانہ تک طبقہ نسواں سے منسوب کیے جاتے تھے۔ اس نے ان مصائب کو عالمانہ اور فلسفیانہ انداز میں پیش کیا ہے وہ دُنیا سے صرف اس لیے متنفر تھا کہ اس میں قدرت نے عورت جیسی گھناؤنی مخلوق پیدا کی ہے اس کی خودکشی اس نفرت کا بین ثبوت ہے۔ ویننجر کے نظریات کا لب لباب یہ ہے کہ عورت و مرد دو مختلف جنسیں نہیں ہیں۔ ایسا کوئی مرد نہیں ہے جس میں صرف مردانہ اوصاف پائے جاتے ہوں اور نہ ایسی کوئی عورت ہے جس میں خالص نسوانی خصوصیات پائی جائیں بلکہ ہر مرد اور عورت میں دونوں قسم کے اوصاف پائے جاتے ہیں۔ اس لیے مرد وہ ہے جس میں مردانہ صفات کا عنصر نسوانی صفات پر غالب ہو اور عورت وہ ہے جو اس کے برعکس ہو۔ اور جس میں دونوں قسم کی صفتیں مساوی ہوں وہ مخنث ہے۔ اس اصول کی بنا پر چونکہ محبت کی حقیقت صرف فریقین کا جذب باہم قرار پاتی ہے اس لیے سب سے اعلےٰ درجہ کی وہ محبت ہے جو فریقین کے مردانہ و زنانہ اوصاف کے توازن اور توسط پر قائم ہو

Marfat.com

مثلاً اگر کسی شخص میں ۸۰ فی صد مردانہ صفات اور ۲۰ فی صد زنانہ اوصاف پائے جاتے ہیں تو اُسے ایسی عورت تلاش کرنی چاہیے جس میں ۲۰ فی صد نسوانی صفات پائی جائیں اسی طرح وہ عورت جس میں ۳۰ یا ۴۰ فی صد نسائیت ہے اس کے لیے ایسا مرد موزوں ہے جس میں ۶۰ یا ۷۰ فی صد مردانہ خصائل پائے جاتے ہوں۔ وینجر کے نزدیک صنف نازک اور صنف قوی کا جذب باہم اس علمی قانون کے ماتحت ہے جسے ہم قانون استکمال کہہ سکتے ہیں۔ لیکن قوت، اقتدار اور فوقیت اس کے نزدیک مرد ہی کا حصّہ ہے اور دُنیا میں جتنی باکمال عورتیں گذری ہیں ان کا کمال صرف اسی وجہ سے تھا کہ ان میں مردانہ صفات زیادہ پائی جاتی تھیں۔ تاہم اس کے نزدیک بڑی سے بڑی عاقل عورت اوسط درجے کی عقل کے مرد پر فوقیت نہیں پا سکتی۔

اگر کوئی یہ کہے کہ تاریخ عالم میں بعض خواتین ایسی بھی ہیں جن کے کارنامے قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں تو ہم اس کا جواب الشاذ کالمعدوم کی صورت ہی میں دے سکتے ہیں۔ ہم یہ مانتے ہیں کہ لاسلکی ایک عورت کی ایجاد ہے جن کا نام اروسا تھا۔ فن مصوری کی ایجاد کا سہرا بھی اس یونانی عورت کے سر ہے جس کا نام بیروہ تھا۔ صوفیا جرمان علوم ریاضیہ میں اپنی مثال آپ تھی۔ تھسلی کی مشہور عورت اگلا ڈینس اس زمانے میں کسوف و خسوف سے متعلق پیش بینی کر دیا کرتی تھی جب کہ ابھی مرد علم الافلاک سے زیادہ باخبر نہ تھے۔ اسکندریہ کی مشہور فلسفی خاتون ہیپا تھیا نے اصطرلاب ایجاد کیا تھا۔ اختراعات و ایجادات کے سلسلہ میں میڈم کیوری کا نام بھی نہیں بھلایا جا سکتا۔

اوّل تو یہ گنی چنی مثالیں ہیں ہم ان پر کل کا قیاس کیسے کر سکتے ہیں؟ دوسرے جہاں تک ہم سمجھتے ہیں ان چند عورتوں کے کمالات غالباً ازدواجی زندگی میں ناکامی کے

Marfat.com

نتیجے میں اگر مغربی معاشرہ میں ان عورتوں سے وہی بہتر سلوک روا رکھا جاتا جس کا یہ طبقہ مستحق ہے تو ان کی آغوش میں نسل انسانی کے بہترین افراد کی تربیت ہوتی اور جو کام انہوں نے محدود پیمانے پر کیئے ہیں ان کی تربیت یافتہ اولاد انہیں زیادہ خوبصورتی کے ساتھ دُنیا کے سامنے پیش کرتی۔

Marfat.com

عورت ظہور اسلام کے بعد

ظہور اسلام کے بعد عورت کا مقام اتنا اونچا نظر آتا ہے کہ کسی دوسری قوم میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اسلام کی زریں تعلیمات نے مردوں پہ یہ حقیقت واضح کر دی تھی کہ صنف نازک پہ مرد کو برتری تو بے شک حاصل ہے لیکن وہ اس پر جبر و تشدد نہیں کر سکتا مرد پہ اس کے بھی کچھ حقوق ہیں اگر کوئی مرد ان کی رعایت نہیں کرے گا تو اسلامی معاشرہ میں اسے کسی اچھی نظر سے نہیں دیکھا جائے گا۔ آنحضرت صلعم نے کسی مرد کی اچھائی کا معیار ہی یہ قرار دیا ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ خیرکم خیرکم الی النسا (تم میں سے بہتر وہ ہیں جو عورتوں کے ساتھ بہتر سلوک کرتے ہیں) اس پیغمبرانہ اعلان نے رہتی دنیا تک کے لئے عورت کے حقوق کا تحفظ کر دیا ہے۔ نئی پود کے ذہن میں آنحضرت صلعم نے یہ بات بڑی پختگی کے ساتھ بٹھا دی کہ الجنۃ تحت اقدام امہاتکم (جنت تمہاری ماؤں کے قدموں تلے ہے) ھن لباس لکم وانتم لباس لھن (وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو) فرما کر یہ حقیقت آشکارا کر دی کہ مرد اور عورت میں چولی دامن کا رشتہ ہے ایک کا وجود دوسرے کے لئے ناگزیر ہے۔ اگر ایک دوسرے میں نقائص بھی ہوں تو دونوں کا فرض ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کی پردہ پوشی کریں صنف نازک

Marfat.com

کی نزاکت کا لحاظ بھی اسلام نے رکھا ہے ایک دفعہ سفر کے موقع پر کچھ خواتین بھی آنحضرت صلعم اور ان کے رفقا کے ہمراہ تھیں ، آپ نے شتربانوں کو یہ ہدایت کی کہ متاحذ رو نھن فنا نلھن قوارہیر (ذرا ان کا خیال رکھا کیونکہ یہ نازک شیشیاں ہیں کہیں ان میں بال نہ آجائے ۔ فاتح مصر حضرت عمرو بن عاص کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن عمرو کو یہ معلوم ہونے پر کہ وہ اپنی بیاہتا بیوی سے ملتے جلتے نہیں بلکہ ہر وقت مصروف عبادت رہتے ہیں آنحضرت نے ہدایت فرمائی تھی کہ ان علیک حق لنفسک (تجھ پر تیرے نفس کا حق بھی تو ہے) قرآن شریف میں زن وشو (میاں بیوی) کے لئے ایک ہی لفظ "زوج" کا استعمال ہوا ہے شوہر بھی زوج ہے اور بیوی بھی زوج ، اس لفظی وحدت سے غالباً یہی منشا ہے کہ معاشرتی زندگی میں دونوں کی حیثیت قریب قریب مساوی سمجھی جائے وعاشروھن بالمعروف (اپنی بیوی کے ساتھ رہن سہن میں خوش اسلوبی کا لحاظ رکھو) سے اس حدیث کی تائید ہوتی ہے جو ہم نے شروع میں نقل کی ہے ۔ اس سے ملتی جلتی دو حدیثیں اور بھی ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) فاستوصوا بالنساء خیرا میری وصیت قبول کرو اور عورتوں کے ساتھ بہتر سلوک کرو (۲) واتقوا اللہ فی النساء (عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو)

اسلام سے پہلے عرب ، ایران اور ہندوستان میں عورتوں کے حقوق کو بری طرح پامال کیا گیا ہے ہم ذیل میں تصویر کا یہ "تاریک رخ" پیش کرتے ہیں تاکہ اسلام کی برکات کا کچھ اندازہ ہو سکے ۔

عرب میں دستور (۱) عورت کا مال اس کے شوہر کا سمجھا جاتا تھا (۲) وراثت میں اس کا کوئی حصہ نہ تھا (۳) بیوہ یا مطلقہ اپنی پسند سے دوسرا نکاح نہیں کر سکتی تھی (۴) شوہر کی موت کے بعد دوسری جائداد متروکہ کی طرح عورتیں بھی ورثا کو ترکے میں ملتی تھیں (۵)

کبھی مفلسی کے باعث اور کبھی فرضی ننگ و ناموس کے بہانے عورت کو بچپنے میں اور کہیں نوجوانی میں زندہ درگور کر دیا جاتا تھا (۶) بعض کھانے پینے کی چیزیں مردوں کے لئے حلال اور عورتوں کے لئے حرام تھیں (۷) مرد ایک وقت میں کئی بیویوں کا شوہر بن سکتا تھا۔ (۸) طلاق کے مخصوص الفاظ کے علاوہ ظہار و ایلا کو بھی طلاق کے مترادف سمجھا جاتا تھا (۹) نان و نفقہ کا کوئی قانون موجود نہ تھا وغیرہ وغیرہ

ایران میں رواج

(۱) مانی نے تجرد کی زندگی پر زور دیا تھا جس کے معنی یہ تھے کہ نسل انسانی کا سلسلہ مسدود کر دیا جائے یا عورت کے حقوق کی نگرانی سے پہلو بچایا جائے (۲) مزدک نے آگ، پانی اور چارے کی طرح عورتوں کو تمام مردوں کی مشترکہ ملکیت قرار دے دیا تھا (۳) کسی رشتہ دار یہاں تک کہ بیٹی اور بہن سے بھی نکاح جائز سمجھا جاتا اور بعض مواقع پر اسے ثواب خیال کیا جاتا تھا

ہندوستان میں رسم

(۱) عورت زندگی کے ہر دور میں خواہ بچپن ہو یا جوانی، ادھیڑ عمر ہو یا بڑھاپا مرد کی محتاج سمجھی جاتی تھی (۲) مورث کے ترکے میں عورت کا کوئی حصہ نہ تھا (۳) بیوہ کوئی دوسری شادی نہیں کر سکتی تھی نہ سنگار کرنے کی اسے اجازت تھی (۴) بعض بیواؤں کو شوہروں کی موت پر ان کے ساتھ ستی کر دیا جاتا تھا (۵) وہ طلاق لے کر یا کسی دوسری طرح ظالم شوہر سے ساری عمر چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتی تھی (۶) باپ اپنی بیٹی کے لئے جو شوہر تجویز کرے اس کے رد کرنے کا عورت کو کوئی اختیار نہ تھا۔

ظہور اسلام کے بعد

(۱) عورت کو اختیار ہے کہ وہ اپنی پسند سے اپنے شوہر کا انتخاب کرے ولی کی پسند پر نہ رہے (۲) اگر کسی مرد کو عورت پسند نہ کرے تو کوئی ولی حتی کہ باپ، دادا اور بادشاہ بھی اسے مجبور نہیں کر سکتا (۳) شوہر کو چاہیئے کہ نکاح کے بعد

Marfat.com

یا نکاح سے پہلے ایک معین رقم یا مالیت کا مہر ادا کرے (۴) شوہر اس کی تمام ضروریات زندگی کا ذمہ دار ہوگا (۵) اسے کھانا پکانے اور کپڑے دھونے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا (۶) اولاد کے تمام اخراجات کا ذمہ دار بھی شوہر ہی ہے (۷) اگر ماں بچہ کو دودھ نہ پلانا چاہے تو اسے مجبور نہ کیا جائے گا (۸) اگر دودھ پلانے کا معاوضہ طلب کرے تو شوہر کو ادا کرنا ہوگا (۹) اگر وہ اپنے شوہر سے کسی ناپسندیدگی کی بنا پر علیحدہ ہونا چاہے تو جب اس کی مرضی ہو طلاق (خلع) حاصل کر سکتی ہے (۱۰) اس کی ہستی مستقل بالذات ہے اور اس کا مال اس کا اپنا مال ہے (۱۱) وہ اپنے جائز کسب سے روزی حاصل کر سکتی ہے اور یہ کمائی اسی کی ہوگی (۱۲) اپنے شوہر، والدین، اولاد بھائی بہن وغیرہ کے مال سے ترکہ لینا اس کا حق ہے (۱۳) بیوہ یا مطلقہ اپنی عدت گزار کر جہاں چاہے اپنی پسند سے عقد ثانی کر سکتی ہے (۱۴) دوران عدت کے تمام اخراجات شوہر کے مال سے پورے کئے جائیں گے (۱۵) اگر حاملہ ہو تو ولادت تک کے تمام اخراجات بھی شوہر کے ذمے ہوں گے (۱۶) بوقت نکاح عورت کی طرف سے مناسب شرائط رکھی جا سکتی ہیں جن کا پورا کرنا، مرد کے لئے ضروری ہے

یہ حقوق و اختیارات کچھ اس نوعیت کے ہیں کہ ان کی مثال اور کہیں نہیں ملتی اگر ہم اقبال کی زبان میں یہ کہیں تو کچھ بیجا نہ ہوگا کہ

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں

امام غزالی کی نظر میں عورت کا مقام حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے کیمیائے سعادت میں عورت کا وجود مرد کے لئے ناگزیر قرار دیا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کے ملفوظات ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) عورتوں کی رفاقت تسکین دل کا موجب ہوتی ہے (۲) شوہر اگر کبھی کبھی اپنی رفیقۂ حیات

Marfat.com

سے خوش طبعی کے ساتھ پیش آئے تو اس سے اس پر ذمہ داریوں کا بوجھ ہلکا ہو جاتا اور اس کے دل میں عبادت کا جذبہ بھی پوری قوت سے بیدار ہو جاتا ہے۔ (۳) ہمہ وقتی عبادت بھی ٹھیک نہیں اس سے طبیعت میں گرانی اور مزاج میں تکدر پیدا ہو جاتا ہے عبادت میں ازدیاد شوق کے لئے رفیقۂ حیات کے ساتھ وقت گذاری ضروری ہے۔ (۴) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ دل کو متاع سکون و راحت (جو ازدواجی زندگی میں نصیب ہوتا ہے) سے محروم نہ کرو نہ اس سے دل کی آنکھیں بے نور ہو جائیں گی (۵) آنحضرت صلعم کی طبیعت پر جب رسالت کی ذمہ داریاں کچھ گراں گزرتیں تو آپ آسودہ خاطری کے لئے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی سے ارشاد فرماتے۔

کلمینی یا حمیرا — اے حمیرا (عائشہ رض کا لقب ہے) مجھ سے باتیں کر

عارف رومی اپنے مخصوص انداز میں اس حدیث شریف کی شرح فرماتے ہیں ؎

مصطفےٰ آمد کہ سازد ہمدمی | کلمینی یا حمیرا کلمی
اے حمیرا آتش اندر نہ تو نعل | تا زنعل تو شود ایں کوہ لعل
آنکہ عالم بندۂ گفتش بدے | کلمینی یا حمیرا می زدے

اس انداز تکلم سے آنحضرت صلعم رفع ترود اور رفع تشویش کا سامان بہم پہنچاتے تھے (۶) کبھی آنحضرت صلعم یہ فرمایا کرتے تھے کہ

تمہاری دنیا کی تین چیزیں مجھے محبوب ہیں خوشبو، عورتیں اور نماز کہ اس میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے (۷) ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلعم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہم دنیا کی کیا چیزیں اختیار کریں آنحضرت صلعم نے جواب دیا صرف تین چیزیں اختیار کرو (الف) ذاکر زبان (ب) شاکر دل (ج) پارسا عورت (۸) مرد کو عورت لگہ بستگی کے بہت سے کاموں سے بے نیاز کر دیتی ہے اور وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ علم و عمل، دنیاوی امور عبادت میں دلجمعی کے ساتھ مصروف رہ سکے (۹) دین کی راہ میں

عورت، مرد کی مددگار ہوتی ہے (۱) ابو سلیمان دارانی رح کا قول ہے کہ نیک عورت امور دنیا سے نہیں بلکہ اسباب آخرت سے ہے (۱) حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایمان کے بعد نیک عورت سے بہتر کوئی نعمت نہیں ہے

عورت اقبال کی نظر میں اقبال نے مثنوی اسرار و رموز میں یہ حقیقت بے نقاب کی ہے امومت کے حفظ و احترام پہ اسلام کا دار و مدار ہے اور نسل انسانی کی بقا اگر وابستہ ہے تو صرف امومت سے وابستہ ہے۔ اپنی مثنوی میں اقبال رقمطراز ہے۔

نغمہ خیز از زخمۂ زن ساز مرد   از نیاز او دو بالا ناز مرد
پوشش عریانی مرداں زن است   حسن دلجو عشق را پیراہن است
عشق حق پروردۂ آغوش او   ایں نوا از زخمۂ خاموش او
آنکہ نازد بر وجودش کائنات   ذکر او فرمود با طیب و صلوٰۃ
مسلمے کو را پرستارے شود   بہرۂ از حکمت قرآں نبرد
نیک اگر بینی امومت رحمت است   زانکہ اورا با نبوت نسبت است
شفقت او شفقت پیغمبر است   سیرت اقوام را صورتگر است
از امومت پختہ تر تعمیر ما   در خط سیمائے او تقدیر ما
ہست اگر فرہنگ تو معنی رسے   حرف امت نکتہ ہا دارد بسے
گفت آں مقصود حرف کن فکاں   زیر پائے امہات آمد جناں
ملت از تکریم ارحام ست و بس   ورنہ کار زندگی خام است و بس
از امومت گرم رفتار حیات   از امومت کشف اسرار حیات
از امومت پیچ و تاب جوئے ما   موج و گرداب و حباب جوئے ما

Marfat.com

آن تُرُخ رستاق زادے جاہلے — پست بالائے سطبرے بدگلے

ناتراشے پرورش ناداده — کم نگاہے کم زبانے سادهٔ

دل ز آلام امومت کرده خوں — گرد چشمش حلقه ہائے نیلگوں

ملت ار گیرد ز آغوشش بدست — یک مسلمان غیور و حق پرست

ہستی ما محکم از آلام اوست — صبح ما عالم فروز از شام اوست

واں تہی آغوش نازک پیکرے — خانہ پرورد نگاہش محشرے

فکر او از تاب مغرب روشن است — ظاہرش زن باطن او نازن است

بند ہائے ملت بیضا گسیخت — تاز چشمش عشوه ہا حل کرده ریخت

شوخ چشم و فتنه زا آزادیش — از حیا نا آشنا آزادیش

علم او بار امومت بر نتافت — بر سر شامش یکے اختر نتافت

ایں گل از بستان ما نارستہ بہ — داغش از دامان ملت شستہ بہ

لاله زو گویاں چو انجم بے شمار — بستہ چشم اندر ظلام روزگار

پا نبرده از عدم بیروں ہنوز — از سواد کیف و کم بیروں ہنوز

مضمر اندر ظلمتِ موجودِ ما — آں تجلی ہائے ناشہود ما

شبنمے بر برگ گل ننشستۂ — غنچه ہائے از صبا ناشستۂ

بود این لاله زار ممکنات — از خیابان ریاض امہات

قوم را سرمایه اے صاحب نظر — نیست از نقد و قماش و سیم و زر

مال او فرزند ہائے تندرست — تر دماغ و سخت کوش و چاق و چست

حافظ رمز اخوت مادران

قوت قرآن و ملت مادران

Marfat.com

(ترجمہ) عورت کی حیثیت مضراب کی سی ہے اور مرد کی ساز کی سی ہے جب تک مضراب کی چوٹ سے ساز کے تار جنبش میں نہیں آتے اس سے ہرگز نغمے نہیں ابلتے مرد کی شان بے نیازی عورت کے شیوۂ نیازمندی کے طفیل دو بالا ہوتی ہے۔

مردوں کی تن پوشی عورت کے وجود سے ہے کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ عشق کا پیرہن حسن کا جلوۂ دلکش دو لآرا ہوتا ہے۔

خدا کی محبت اس کی آغوش میں پرورش پاتی ہے۔ اس عشق کی لے اس کے خاموش مضراب کی آواز ہے۔

وہ ذات (آنحضرت صلعم) جس کے وجود پر کائنات کو ناز ہیں اس نے عورت کا ذکر خوشبو اور نماز کے ساتھ ہی ساتھ کیا ہے۔

وہ مسلماں جو یہ سمجھتا ہے کہ عورت محض ایک کنیز یا لونڈی ہے وہ قرآن کریم کی حکمت اور اس کے اسرار و رموز سے بے خبر ہے اس کا دامن حکمت کے جواہر پاروں سے خالی ہے اے مخاطب! اگر تو غور و فکر سے کام لے تو تجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوگی کہ امومت کائنات کے لئے رحمت ہے اور وہ اس لئے کہ اس کی نسبت نبوت سے ہے۔

ماں کی شفقت، پیغمبرانہ شفقت کی یاد تازہ کرتی ہے۔ اقوام وملل کی تعمیر سیرت میں ماں کی شفقت کو بہت زیادہ دخل ہے۔

امومت سے ہماری ملی تعمیر کی بنیادیں مستحکم ہوتی ہیں اس کی پیشانی پر ہماری تقدیر کی تحریر کندہ ہے۔

اگر تو الفاظ کی لغوی تحقیق پہ نظر رکھتا ہے تو تجھ پہ لفظ "امت" کی معنوی حقیقت ہویدا ہو سکتی ہے اس کی تہ میں بہت سے معانی پوشیدہ ہیں۔

Marfat.com

وہ ذات جو دراصل امرِ کن فکاں کی مقصود ہے یا جسے باعثِ آفرینش دو عالم کہنا چاہیئے
اس کا ارشاد ہے کہ امت کی ماؤں کے قدموں تلے جنت ہے

ملت کا استحکام تکریم امومت سے وابستہ ہے اور اگر کسی ملت میں یہ جوہر کارفرما
نہیں ہے تو اس کا وجود ناقص ہے اور اس کی بقا کی کوئی توقع نہیں کی جا سکتی۔

امومت سے زندگی کے بازار کی رونق اور اس کی ہماہمی ہے۔ امومت سے زندگی
کے چھپے ہوئے بھید کھلتے ہیں۔

ہمارے دریا کی لہروں کا اتار چڑھاؤ امومت سے ہے ہمارے دریا کی لہریں،
بھنور اور بلبلے اسی امومت کے طفیل اپنا وجود برقرار رکھتے ہیں۔

کسی گنوار کی اجڈ اور پھوہڑ لڑکی جس کا جسم بے ڈول، بھدا، موٹا اور ناکارہ ہے اور قد
معمول سے زیادہ چھوٹا۔ وہ لڑکی جس نے تعلیم و تربیت کے ماحول میں پرورش نہیں پائی جس
کی نظر میں بلندی ہے نہ زبان میں شیرینی۔

اس کے باوجود اس لڑکی نے امومت کے صدمے سہے ہیں اس کی آنکھوں کے گرد نیلے
نیلے حلقے پڑ گئے ہیں۔

اگر ملت کو اس کی آغوش سے ایک حق پرست اور ایک غیور مسلمان مل جاتا ہے
تو پھر ہماری ہستی یعنی ملت کا وجود اس کے صدمات و آلام سے پختگی حاصل کرے گا
اس کی شام صبح عالم فروز کی تابانیوں کو جنم دے گی۔

اس کے مقابلہ میں وہ نازک پیکر خاتون جس کی آغوش اولاد سے خالی ہے جس کی نگاہوں
میں محشر پرورش پا رہے ہیں۔

جس کے افکار کے چراغ، مغرب نے روشن کئے ہیں، جو ظاہر میں تو عورت معلوم ہوتی

Marfat.com

ہے لیکن باطن میں جو کچھ وہ ہے اس سے اس کی نسائیت کی نفی ہوتی ہے۔

اس کی چشم عشوہ ساز کی فسوں کاریوں نے ملت بیضا کے تار پود بکھیر دیئے ہیں۔

اس نے جس مادر پدر آزادی کی ڈگر پہ قدم جمائے ہیں اس کا ضمیر شوخ چشمی اور فتنہ زائی سے اٹھا ہے اس کی آزاد مشربی حیا اور ننگ و عار سے کوسوں دور ہے۔

اس نے وہ علم حاصل کیا ہے جو بار امومت کا تحمل نہیں کرسکتا۔ اس کی شام ایسی شام ہے جس کے تاریک دامن پر ایک ستارہ کی چمک دمک کی پرچھائیں نہیں پڑی۔

یہ پھول ہمارے چمن میں اگر نہ کھلتا تو بہتر تھا۔ اس کا داغ ملت کے دامن سے اگر دھل جائے تو بہتر ہے۔

ان گنت ستاروں کی مانند کہ جو ابھی لیل و نہار کی ظلمتوں میں آنکھیں میچے ہوئے ہیں ان کلمہ گریوں نے ابھی نیستی سے ہستی کا رُخ نہیں کیا ہے۔ ابھی یہ آنے والی نسل کیف و کم کی دنیا اور اس کی حقیقت سے ناآشنا ہے۔

یہ تجلیہائے نامشہود ابھی عالم کون و مکان کی تاریکیوں میں روپوش ہیں۔

یہ شبنم کے قطرے ابھی پھول کی پتی پہ جمے نہیں ہیں۔ نسیم سحر کے جھونکوں سے ابھی یہ غنچے پھوٹے نہیں ہیں۔

یہ لالہ زار ممکنات امومت کے گلستاں میں لہلہائیں گے

اے صاحب نظر اس کا سرمایہ سیم و زر اور مال و متاع نہیں ہے

اس کی متاع تندرست فرزندان ملّت ہیں ایسے فرزندان ملت جو روشن دماغ بھی ہوں اور سخت جان تنومند و توانا بھی ہوں اور چاق و چوبند بھی

مائیں اخوت و مساوات کی روایات کی محافظ ہیں، مائیں قرآن اور ملت کی قوت کا

Marfat.com

کا پتہ دیتے ہیں۔

صحابیات کی اسلامی زندگی

صحابیات بھی عورتیں ہی تھیں لیکن ادب کا تقاضا ہے کہ ہم انہیں عورتیں نہ کہیں یہ ایک ایسی مخلوق ہے جس کی نظیر دنیا نہیں پیش کر سکتی دوسرے انبیاء علیہم السلام کی امتوں میں بھی جلیل القدر خواتین ہوئی ہیں لیکن انصاف کی بات ہے کہ جب ہم اپنے آقا و مولا کی صحابیات کے حالات زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ازمنہ ماضیہ کی خواتین اوس کی ننھی ننھی بوندیں ہیں اور یہ صحابیات ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی لہریں ؎

ہمارے موتیوں کی آبداری اور ہی کچھ ہے
کہ یوں ہونے کو روشن گوہر شبنم بھی ہوتے ہیں

ظہور اسلام کے بعد صحابیات کو جو صبر آزما مشکلات پیش آئیں ان کے تصور سے بھی جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن قربان جائیں ان کی ثابت قدمی اور پختہ عزمی کے کہ ان کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی۔ طبقہ نسواں اپنے اس شرف پر جتنا بھی ناز کرے تھوڑا ہے کہ آفتاب رسالت کی شعاعوں سے پہلے پہل کسی مرد کو نہیں بلکہ ایک خاتون کو کسب ضیا کی سعادت نصیب ہوئی یہ خاتون تھیں ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے جام شہادت بھی ایک خاتون ہی نے نوش کیا[1] یہ خاتون تھیں حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا۔ ام المومنین کے حالات تو ہم کے اوپر بیان کر آئے ہیں حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا بھی سابقات المسلمات میں شمار ہوتی ہیں جب اس نیک دل صحابیہ نے اسلام قبول کیا تو کفار نے ان پر مظالم توڑنے شروع کر دیے مکہ کی تپتی ریت پر لوہے کی زرہ پہنا کر انہیں کھڑا کر دیا جاتا کبھی جھلسا دینے والی دھوپ میں زمین پر لٹا دیا جاتا لیکن ان سختیوں اور ایذا رسانیوں کے باوجود انہوں نے اسلام کا دامن نہیں چھوڑا اس

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا

حالت میں ایک دن آنحضرت صلعم کا گذر ہوا تو آپ نے فرمایا، صبر کرو تمہارا ٹھکانا جنت میں ہے کفار کو اس پر بھی تسکین نہیں ہوئی ایک دن ابوجہل نے اس زور سے ان پر برچھی کا وار کیا کہ ان کی شہادت واقع ہو گئی

حضرت ام شریکؓ ایمان لائیں تو ان کے اعزہ واقارب نے انہیں دھوپ میں لے جا کر کھڑا کر دیا اس حالت میں جب کہ وہ دھوپ میں جل رہی تھیں روٹی کے ساتھ شہد جیسی گرم چیز کھلاتے اور پانی نہیں پلاتے تھے جب اس مصیبت میں تین دن گذر گئے تو ظالموں نے کہا کہ جس مذہب پر تم ہو اس سے منہ موڑ لو وہ اتنی حواس باختہ ہو گئی تھیں کہ ان جملوں کا مطلب نہیں سمجھ سکیں اب ان لوگوں نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر بتایا تو سمجھیں کہ ان کا مطلب یہ ہے کہ میں توحید سے منکر ہو جاؤں ام شریکؓ بولیں خدا کی قسم میں تو اب تک اسی عقیدہ پر قائم ہوں[۲]

عقائد میں پختگی

عربوں کا خیال کہ جو لوگ بتوں کی برائی کرتے ہیں وہ کسی نہ کسی روگ میں مبتلا ہو جاتے ہیں جب حضرت زنیرہؓ قبول اسلام کے بعد نابینا ہو گئیں تو کفار نے یہ کہنا شروع کیا کہ تمہیں لات وعزیٰ نے اندھا کر دیا ہے لیکن حضرت زنیرہؓ نے صاف صاف کہہ دیا کہ لات وعزیٰ کو اپنے پوجنے والوں کی کیا خبر، یہ خدا کی طرف سے ہے[۳]

جاہلیت کے ایام میں لوگ بچوں کے نیچے استرا رکھ دیتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ اس طرح بچے آسیب سے محفوظ رہتے ہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ایک بار کسی بچے کے سرہانے استرا دیکھا تو منع فرمایا اور کہا آنحضرت صلعم ٹوٹکے کو سخت ناپسند فرماتے تھے[۴]

حضرت ہند بنت عتبہ جب ایمان لائیں تو گھر میں جو بت نصب تھا اسے توڑ پھوڑ ڈالا اور کہا تو نے ہمیں بڑے دھوکے میں ڈال رکھا تھا[۵]

---

[۱] اسد الغابہ تذکرہ حضرت سمیہؓ [۲] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ام شریک [۳] اسد الغابہ تذکرہ حضرت زنیرہؓ

حضرت ابو طلحہؓ نے جب حضرت ام سلیم سے نکاح کی خواہش ظاہر کی تو انہوں نے کہا "ابو طلحہ کیا تم کو خبر نہیں کہ جس خدا کو تم پوجتے ہو وہ ایک درخت ہے (یعنی لکڑی کا بت ہے) جو زمین سے اگا ہے اس کو فلاں حبشی نے گڑھ کو تیار کیا ہے" بولے مجھے معلوم ہے۔ بولیں تو کیا تمہیں اس کی عبادت سے شرم نہیں آتی چنانچہ جب تک انہوں نے بت پرستی سے توبہ نہیں کی اور کلمۂ توحید نہیں پڑھا انہوں نے ان سے نکاح کرنا پسند نہیں کیا[۱]

ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے ایک لڑکی کو یہ بد دعا دی کہ "تیرا سن زیادہ نہ ہو" اس نے پختہ اعتقادی کی بنا پر اسے پتھر کی لکیر سمجھا اور حضرت ام سلیمؓ کے پاس روتی ہوئی آئی اور کہا کہ آنحضرت صلعم نے مجھے یہ بد دعا دی ہے اب میرا سن نہ بڑھے گا۔ حضرت ام سلیمؓ بدحواسی کے عالم میں حاضر خدمت ہوئیں اور عرض کیا کہ آپ نے میری یتیمہ کو یہ بد دعا دی ہے آنحضرت صلعم ہنس پڑے اور فرمایا میں بھی آدمی ہوں اور آدمیوں کی طرح خوش بھی ہوتا ہوں اور رنجیدہ بھی پس جس کسی کو میں ایسی بد دعا دوں جس کا وہ مستحق نہیں ہے تو اس کے لئے پاکی، پاکیزگی اور تقربازی کی دعا شمار کی جائے گی[۲]

عبادات پنج وقتہ نمازیں تو صحابیات پڑھتی ہی تھیں ان کے علاوہ نماز اشراق اور نماز تہجد کا بھی اہتمام کرتی تھیں نماز جمعہ اگرچہ مستورات پر فرض نہیں تاہم صحابیات اس کا احترام بھی کرتی تھیں ایک صحابیہ اپنے کھیتوں میں چقندر بو دیا کرتی تھیں جب جمعہ کا دن آتا تو پکا کر نماز جمعہ کے بعد تمام صحابہ کو کھلاتی تھیں[۳] حضرت ام ہانیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے نماز اشراق تمام عمر میں صرف ایک بار پڑھی تھی لیکن بعض صحابیات نے اسے اپنے

---

[۱] طبقات ابن سعد تذکرہ ام سلیم [۲] مسلم کتاب البر [۳] بخاری کتاب الجمعہ

Marfat.com

معمول میں داخل کر لیا تھا چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ اگرچہ میں نے آنحضرت صلعم کو کبھی نماز اشراق پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا لیکن میں خود پڑھتی ہوں کیونکہ آپ بہت سی چیزوں کو پسند کرتے تھے لیکن ان پر اس لئے عمل نہیں کرتے تھے کہیں امت پر فرض نہ ہو جائیں ۔[1]

حضرت ابو ہریرہؓ نے رات کے تین حصے کر دیے تھے ایک میں خود، دوسرے میں ان کی بیوی اور تیسرے میں ان کا خادم تہجد کی نماز پڑھتا تھا ۔[2]

زکوٰۃ وصدقات میں بھی صحابیات پیش پیش رہتی تھیں ۔ ایک بار ایک صحابیہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں اپنی لڑکی کو ہمراہ لئے ہوئے آئیں لڑکی کے ہاتھ میں سونے کے موٹے موٹے کنگن دیکھ کر دریافت فرمایا، کیا تم ان کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ بولیں نہیں فرمایا، کیا تمہیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ خدا قیامت میں ان کے بدلے اس کے ہاتھوں میں آگ کے کنگن پہنائے" انہوں نے یہ سنا تو فوراً کنگن آپ کے سامنے ڈال دیے اور عرض کیا کہ یہ خدا اور خدا کے رسول کے ہیں ۔[3]

ایک بار آنحضرت صلعم نے خطبہ عید میں صدقہ وخیرات کی ترغیب دی صحابیات کا مجمع تھا حضرت بلالؓ دامن پھیلائے ہوئے تھے اور صحابیات اپنے کانوں کی بالیاں گلے کے ہار اور انگلیوں کے چھلے تک پھینکتی جاتی تھیں ۔[4] حضرت اسماءؓ کے پاس صرف ایک ہی لونڈی تھی انہوں نے اس کو فروخت کیا اور روپیہ گود میں لے کر بیٹھیں اسی حالت میں ان کے شوہر حضرت زبیرؓ آئے اور کہا کہ روپیہ مجھے دے دو، بولیں میں نے تو اس کا صدقہ کر دیا ہے ۔[5]

ایک بار حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بی بی حضرت زینبؓ نے ان سے کہا کہ تم نادار آدمی

---

[1] مسلم کتاب الصلوٰۃ [2] بخاری کتاب الاطعمہ [3] ابو داؤد کتاب الزکوٰۃ [4] مسلم کتاب الصلوٰۃ [5] ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ

Marfat.com

جو آنحضرت صلعم کے پاس جاؤ اگر آپ اجازت دے دیں تو میں جو صدقہ کرنا چاہتی ہوں انہیں کو دوں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ تمہیں جاؤ وہ آئیں تو دربار رسالت میں ایک دوسری صحابیہ بھی اسی غرض سے حاضر ہوئی تھیں دونوں نے حضرت بلالؓ کے ذریعہ آنحضرت صلعم سے دریافت کرایا کہ دو عورتیں اپنے شوہروں اور چند یتیموں پر جو ان کی کفالت میں ہیں صدقہ کرنا چاہتی ہیں یہ جائز ہے؟ آپ نے فرمایا ان کو دو دو اجر ملیں گے ایک قرابت کا دوسرا صدقہ کا۔

ایک بار حضرت ام سلمہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اگر میں ابو سلمہ کے لڑکوں پر صدقہ کروں تو مجھے ثواب ملے گا میں انہیں چھوڑ نہیں سکتی کیونکہ وہ میرے لڑکے ہیں آپ نے فرمایا، ہاں تمہیں ثواب ملے گا۔ ایک صحابیہؓ نے اپنی ماں کو ایک لونڈی صدقہ میں دی تھی۔ ماں کا انتقال ہو گیا تو انہوں نے آنحضرت صلعم سے اس کی نسبت دریافت کیا آپ نے فرمایا، صدقے کا ثواب تمہیں مل چکا اور وہ لونڈی تمہاری ماں کی وفات کے بعد تمہاری وراثت میں داخل ہو چکی ہے[1]

غزوہ احد میں حضرت صفیہؓ آئیں اور اپنے بھائی حضرت حمزہؓ سید الشہداء کے کفن کے لئے دو کپڑے لائیں لیکن انہوں نے دیکھا کہ ان کی لاش کے پاس ایک انصاری کی لاش بھی ہے اور برہنگی کے عالم میں ہے دل میں شرمائیں کہ حضرت حمزہؓ دو کپڑوں میں کفنائے جائیں اور انصاری کے لئے ایک کپڑا بھی نہ ہو۔ ناپا تو ایک کا قد بڑا نکلا مجبوراً کپڑے پر قرعہ ڈالا گیا اور جو کپڑا جس کے حصہ میں آیا اسی میں اسے کفن دیا گیا[2]

فرض روزے تو صحابیات رکھتی ہی تھیں انہیں نفلی روزے رکھنے کا بھی شوق تھا ایک صحابیہ نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے اور اس پر روزے فرض تھے

---

[1] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ [2] مسند احمد حنبل ج ص ۱۶۵

Marfat.com

کیا میں انہیں پورا کر دوں؟ آپ ان کو اس چیز کی اجازت دے دی[1]

صحابیات کو اعتکاف کا اتنا شوق تھا کہ ایک دفعہ آنحضرتؐ نے اعتکاف کے لیے خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا تو حضرت عائشہؓ نے اپنا خیمہ الگ نصب کرایا ان کی دیکھا دیکھی تمام ازواج مطہراتؓ نے بھی خیمے نصب کرلئے

حج اور جہاد سے بھی صحابیات کو بلا کا شغف تھا ان میں سے اکثر نے پاپیادہ بھی کئے اور سواری پر بھی بوڑھے ماں باپ کے بیٹے بھی حج کا اہتمام کیا ایک صحابیہ کی ماں کا انتقال ہو گیا تھا وہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں آئیں اور کہا کہ میری ماں نے کبھی حج نہیں کیا، کیا میں اس کی طرف سے یہ فرض ادا کر سکتی ہوں؟ آپ نے اس کی اجازت دے دی[2]

ایک صحابیہ حضرت ام ورقہؓ بنت نوفلؓ نے غزوہ بدر کے موقعہ پر شوکت جہاد کی اجازت مانگی تھی یہ دوسری بات ہے کہ آنحضرت صلعم نے اس کی اجازت نہیں دی اور پیش گوئی فرمائی کہ تم گھر ہی پر رہو تمہیں ہیں شہادت کا درجہ مل جائے گا چنانچہ انہیں ان کے غلاموں نے شہید کر دیا[3]

جنون عبادت صحابہؓ تو عبادت کے رسیا تھے ہی صحابیات میں بھی جنون عبادت اپنی انتہا کو پہنچا ہوا تھا اس سلسلہ میں وہ ہر قسم کی ریاضتیں کرتیں اور اپنے آپ کو بعض اوقات ناقابل برداشت مشقتوں میں بھی ڈالتی تھیں حضرت حمنہ بنت جحشؓ ایک صحابیہ تھیں ان کا معمول تھا ہر وقت مصروف نماز رہتی تھیں جب ان پر تھکن غالب آجاتی تو ستون مسجد سے انہوں نے جو رسی باندھ رکھی تھی اس سے لٹک جاتیں آنحضرت صلعم نے جب یہ رسی دیکھی تو فرمایا، نماز اتنی اور اس حد تک پڑھنی چاہیئے جتنی کہ بس اور طاقت میں ہو جب

---

[1] بخاری کتاب الصوم [2] ابو داؤد کتاب الصیام [3] مسلم کتاب الصوم [4] ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ

Marfat.com

اگر کوئی نماز پڑھتے پڑھتے تھک جائے تو اسے بیٹھ رہنا چاہیئے ان الفاظ کے ساتھ آنحضرت صلعم نے رسی کھلوا کر پھنکوا دی ۔[1]

اسلام سے لگاؤ صحابیات کو صرف رسم و آئین کی حد تک نہ تھا بلکہ وہ اس

احترام ہادی

محسن اعظم کی عزت بھی دل و جان سے کرتی تھیں جن کے صدقے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام کی دولت لازوال سے نوازا صحابیات آنحضرت صلعم کی سیرت مطہرہ کے ہر پہلو پر جان چھڑکتی تھیں اور زندگی کے ہر شعبہ میں ان کی نظر اپنے آقا کے اسوۂ حسنہ پر رہتی تھی کبھی کبھی یہ عزت، جوش عقیدت کی شکل اختیار کر لیتی تھی ۔ اس سلسلہ میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں

(۱) جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو یہ صحابیات برکت کے لئے اسے سب سے پہلے آنحضرت صلعم کی خدمت اقدس میں حاضر کرتی تھیں ۔ آنحضرت صلعم بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے، اپنے منہ میں کھجور ڈال کر منہ میں اس کی چوسنی دیتے اور برکت و سعادت کی دعا بھی فرماتے ۔[2]

۲۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس آنحضرت صلعم کا ایک جبہ تھا جب ام المومنین اللہ کو پیاری ہو گئیں تو ان کی ہمشیرہ حضرت اسماءؓ نے اسے اپنی تحویل میں لے لیا چنانچہ جب کوئی شخص ان کے خاندان میں بیمار ہوتا تھا تو حصول برکت و شفا کے لئے اسے دھو کر اس کا پانی مریض کو پلایا جاتا تھا ۔[3]

۳۔ جن کپڑوں میں آنحضرت صلعم کا وصال ہوا تھا حضرت عائشہ صدیقہ رضی نے انہیں محفوظ رکھا تھا چنانچہ ایک دن انہوں نے ایک صحابی کو ایک یمنی تہ بند اور ایک کمبل دکھا کر کہا کہ خدا کی قسم آپ نے انہی کپڑوں میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا تھا ۔[4]

---

[1] ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ [2] مسلم کتاب الفضائل [3] ابو داؤد کتاب [4] ابو داؤد کتاب اللباس

۴۔ ایک بار ایک صحابیہ نے آپ کی دعوت کا اہتمام کیا جس مشکیزہ سے آپ نے طعام سے فراغت کے بعد پانی پیا اس کو انہوں نے محفوظ رکھا جب کوئی شخص بیمار ہوتا یا حصول برکت کا اتفاق ہوتا تو وہ اس سے پانی پیتیں اور پلاتی تھیں[۱]

۵۔ آنحضرت صلعم جب حضرت انس بن مالک رض کے گھر تشریف لاتے تھے تو ان کی والدہ آپ کے پسینے کو نچوڑ کر ایک شیشی میں بھر لیتی تھیں اور اسے اپنے پاس محفوظ رکھتی تھیں[۲]

۶۔ غزوۂ خیبر میں آپ نے ایک صحابیہ کو خود اپنے دست اقدس سے ہار پہنایا تھا انہیں اس ہار کی اس درجہ قدر تھی کہ عمر بھر انہوں نے اسے اپنے گلے سے جدا نہیں کیا۔ جب ان کا انتقال ہونے لگا تو وصیت کی کہ ان کے ساتھ یہ ہار بھی دفن کیا جائے[۳]

۷۔ ایک دن آنحضرت صلعم حضرت ام سلیم رض کے مکان پر تشریف لے گئے گھر میں ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا آپ نے اس کا دہانہ اپنے منہ سے لگایا اور پانی پیا حضرت ام سلیم رض نے مشکیزے کے دہانے کو کاٹ کر اپنے پاس بطور یادگار رکھ لیا[۴]

۸۔ آنحضرت صلعم حضرت شفا بنت عبداللہ کے یہاں کبھی کبھی قیلولہ فرمایا کرتے تھے اس غرض سے انہوں نے آپ کے لئے ایک بستر اور خاص تہ بند بنوا لیا تھا جسے پہن کر آپ استراحت فرماتے تھے یہ یادگاریں ایک مدت تک ان کے خاندان میں محفوظ رہیں۔ اخیر میں مروان نے ان سے لے لیا[۵]

اتباع سنت میں ادب کا لحاظ کون نہیں جانتا کہ اتباع سنت کے اس وقت تک کوئی معنی نہیں جب تک کہ آداب کا لحاظ نہ رکھا جائے۔ اتباع، خوف، طمع

---

[۱] طبقات ابن سعد تذکرہ ام نیاز رض [۲] بخاری کتاب الاستیذان [۳] مسند ابن حنبل ج ۶ صفحہ ۳۸۰ [۴] ابو داؤد کتاب اللباس [۵] طبقات ابن سعد تذکرہ ام سلیم رض

اور دیگر جذبات کے تحت بھی کی جاتی ہے اہل دل کی نظر میں اس قسم کی اتباع کوئی حقیقت نہیں رکھتی، قریب قریب ہر صحابیہ کی شان یہ تھی

تابع حق دیدنش، نادیدنش

خوردنش، خوابیدنش، نوشیدنش

صحابیات کا یہ معمول تھا کہ جب دربار رسالت میں حاضر ہوتیں تو ادب و احترام کے تقاضے سے تمام کپڑے زیب تن کر لیتیں اگر بھولے سے کوئی فقرہ ان کی زبان سے آنحضرت صلعم کی شان کے خلاف نکل آتا تو معافی کی خواستگار ہوتیں ایک صحابیہ کا بچہ مر گیا تھا اور وہ اس پر رو رہی تھیں آنحضرت صلعم کا وہاں سے گذر ہوا تو فرمایا "خدا سے ڈرو اور صبر کرو، بولیں آپ کو میری مصیبت کی کیا پروا ہے، جس پر مصیبت گذرتی ہے کچھ وہی جانتا ہے آپ وہاں سے آگے بڑھے تو کسی نے اس صحابیہ سے کہا کہ یہ آنحضرت صلعم تھے۔ اور یہ دوڑی دوڑی آئیں اور نہایت خجالت سے کہا، میں نے حضورؐ کو پہچانا نہیں[1]

حضرت طلیب بن عمیرؓ نے اسلام قبول کیا تو اپنی والدہ محترمہ اروی بنت عبد المطلب کو اس کی اطلاع دی یہ بولیں تم نے جس شخص کا دامن پکڑا ہے وہ واقعی اس قابل ہے کہ اس کے آگے سر تسلیم خم کیا جائے اگر مردوں کی طرح ہم بھی کچھ مقدرت رکھتیں تو آپ کی حفاظت بھی کرتیں اور آپ کی حمایت میں دشمنوں سے جنگ آزما بھی ہوتیں[2]

حضرت سلمیٰ ایک صحابیہ تھیں انہوں نے اس عزم و ثبات اور پامردی کے ساتھ آنحضرت صلعم کی خدمت کی کہ خادمۂ رسول اللہ کا لقب حاصل ہوا[3]

سفینہ نام کی ایک لونڈی سے حضرت سلمہؓ کی والدہ نے کہا کہ میں تجھے اس شرط پر

---

[1] ابوداؤد کتاب الجنائز [2] استیاب تذکرہ حضرت طلیب بن عمیرؓ [3] ابوداؤد کتاب الطب

Marfat.com

آزاد کر سکتی ہوں کہ تو اپنی عمر آنحضرت صلعم کی خدمت گذاری میں صرف کرے اس نے کہا کہ اگر آپ یہ شرط نہ بھی کریں تب بھی میں آخر دم تک آنحضرت صلعم کی خدمت کرتی [۱]

آنحضرت صلعم سے صحابیات کو اتنا تعلق خاطر تھا کہ وہ آپ کو کبھی خلاف معمول حالت میں نہیں دیکھ سکتی تھیں ایک بار حضرت حدیبیہؓ نے آپ کو مسجد میں اکڑوں بیٹھے ہوئے دیکھا تو ان پر آپ کے اس اندازِ سوز و گداز کا یہ اثر پڑا کہ ان کا جسم لرز اٹھا [۲]

صحابیات تو صحابیات چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کو بھی آنحضرت صلعم سے بے پناہ عقیدت تھی جب آنحضرت صلعم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو لڑکیوں نے دف پر یہ اشعار گائے

طلع البدر علینا	من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا	ما دعی للہ داعی
ایہا المبعوث فینا	جئت بالامر المطاع

(ترجمہ) ثنیات الوداع کی گھاٹیوں سے ہم پر چودھویں رات کے چاند نے طلوع کیا ہے [۳] ہم پر خدا کا شکر واجب ہے جب تک اللہ کو کوئی پکارنے والا باقی ہے اے مبارک ذات آپ کو خداوند قدوس نے مبعوث فرمایا ہے آپ ایسے امور لے کر آئے ہیں جن کی اطاعت واجب ہے۔

حضرت زینبؓ بنت جحش کے بھائی کا انتقال ہوا تو چوتھے دن کچھ عورتیں ان سے ملنے کے لئے آئیں انہوں نے ان سب کے خوشبو لگائی اور کہا کہ مجھے خوشبو لگانے کی ضرورت نہ تھی لیکن میں نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہ کسی مسلمان عورت کو شوہر کے سوائے تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ کرنا جائز نہیں ہے اس لئے میں نے اس حکم کی تعمیل کی تھی جب حضرت ام حبیبہؓ

---

[۱] کتاب العتق [۲] شمائل ترمذی [۳] بخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف

Marfat.com

کے والد کا انتقال ہوا تو انہوں نے تین دن کے بعد تیل منگایا، خوشبو ملی اور کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہ تھی صرف آنحضرت صلعم کے حکم تعمیل کی مقصود تھی۔[1]

ایک دفعہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے پاس ایک سائل آیا انہوں نے روٹی کا ایک ٹکڑا دے دیا پھر اس کے بعد ایک خوش لباس شخص آیا تو انہوں نے اسے بٹھا کر خوب کھانا کھلایا لوگوں نے اس فرق و امتیاز پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ انزلوا الناس علی قدر منازلهم لوگوں کو ان کے درجے پر رکھو یعنی اگر کسی کے ساتھ سلوک کرنا ہے تو اس میں مرتبہ اور حیثیت کا لحاظ رہنا چاہیئے۔

ایک دفعہ آنحضرت صلعم مسجد سے باہر آرہے تھے کہ آپ نے دیکھا مرد اور عورت پہلو بہ پہلو گذر رہے ہیں آپ نے عورتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا پیچھے رہو تم وسط راہ سے نہیں گذر سکتیں اس کے بعد سے عورتوں کا یہ حال ہو گیا کہ گلی کے کنارے سے اس طرح لگ کر چلتی تھیں کہ ان کے کپڑے دیواروں سے رگڑ کھاتے تھے۔[2]

مقام عشق رسول عشق رسول کی منزل میں بھی صحابیات صحابہ سے پیچھے نہ تھیں اس سلسلہ میں بھی ہم چند واقعات قلمبند کرتے ہیں۔

۱۔ آنحضرت صلعم حجۃ الوداع کے لئے تشریف لے گئے تو تمام ازواج مطہرات آپ کے ہمراہ تھیں، سوء اتفاق سے راستہ میں حضرت صفیہ رضؓ کا اونٹ تھک کر بیٹھ گیا وہ رونے لگیں آنحضرت صلعم خود تشریف لائے اور دست مبارک سے ان کے آنسو پونچھے لیکن آپ جتنا زیادہ ان کو رونے سے منع کرتے تھے وہ اور زیادہ روتی تھیں جب وہ کسی طرح خاموش نہ

---

[1] ابوداؤد کتاب الطلاق [2] ابوداؤد کتاب الادب

ہوئیں تو آنحضرت صلعم نے انہیں سرزنش فرمائی اور تمام لوگوں کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا اور خود بھی اپنا خیمہ نصب کرایا اب حضرت صفیہ رضؓ کو خیال ہوا کہ آپ ان سے خفا ہو گئے ہیں اسلئے انہوں نے آپ کو راضی کرنے کی تدبیریں سوچیں اس غرض سے حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے پاس بھی پہنچیں اور کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں اپنی باری کا دن کسی چیز کے معاوضے میں نہیں دے سکتی لیکن اگر آپ آنحضرت صلعم کو مجھ سے راضی کر دیں تو اپنی باری کا دن آپ کو دیتی ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے آمادگی ظاہر کی اور ایک زعفرانی رنگ میں رنگا ہوا دوپٹہ اوڑھا پھر اس دوپٹہ پر پانی کے چھینٹے دیے تاکہ خوشبو خوب پھیلے اس کے بعد آنحضرت صلعم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں، خیمہ کا پردہ اٹھایا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا، عائشہ! یہ تمہاری باری کا دن نہیں ہے اس پر حضرت عائشہ بولیں ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء :- یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے

۲۔ صحابیات نکاح جیسے نازک معاملہ میں بھی آنحضرت صلعم کی رضی اور منشا پر چلتی تھیں آنحضرت صلعم جس صحابی سے چاہتے تھے ان میں سے کسی کا عقد کر دیتے تھے۔ اس پیغمبرانہ فیصلہ کے بعد کسی صحابیہ کو کوئی تامل اور تذبذب نہیں ہوتا تھا۔ حضرت فاطمہ بنت قیس رضؓ ایک صحابیہ تھیں جن سے ایک طرف تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ ایسے دولت مند صحابی نکاح کے خواہشمند تھے اور دوسری طرف آنحضرت صلعم نے حضرت اسامہ بن زید رضؓ کے بارے میں ان سے گفتگو کی تھی حضرت فاطمہ بنت قیس رضؓ نے صاف الفاظ میں یہ کہہ دیا تھا کہ میرے معاملہ میں آپ مالک و مختار ہیں جس کے نکاح میں آپ چاہیں دے دیں[1]

۳۔ حضرت جلیبیب رضؓ ایک خوش طبع اور ظریف صحابی تھے چلتے پھرتے بھی ان کی ظرافت

---

[1] نسائی کتاب النکاح

Marfat.com

کی کھچڑیاں چھوٹتی رہتی تھیں ایک بار آنحضرت صلعم نے ان کے لئے ایک انصاری لڑکی سے پیغام دیا حضرت جلیبیبؓ نے کہا کہ اس کی ماں سے بات چیت ہو جائے ۔ ماں نے جب جلیبیبؓ کا نام سنا تو صاف انکار کر دیا لیکن لڑکی نے جو آنحضرت صلعم کا پیغام سن چکی تھی ۔ کہا کہ آنحضرت صلعم کی بات نامنظور نہیں کی جا سکتی مجھے آپؐ کے حوالے کر دو خدا مجھے ضائع نہیں کرے گا[۱]

۴ ۔ حضرت ام عطیہؓ ایک صحابیہ تھیں وہ جب آپ کا ذکر کرتیں تو کہتیں آپ پر قربان جاؤں[۲]

۵ ۔ ایک بار آنحضرت صلعم کسی غزوہ سے واپس تشریف لائے تو ایک صحابیہ نے کہا یا رسول اللہ! میں نے نذر مانی تھی کہ اگر خدا آپ کو صحیح و سالم واپس لائے گا تو آپ کے سامنے دف بجا کر گیت گاؤں گی[۳]

ع جذبۂ بے اختیار شوق دیکھا چاہیئے

صحابیات کے اخلاقی فضائل

کسی انسان کی عظمت کا معیار فضائل اخلاق ہوتے ہیں ۔ یہی فضائل ہیں جن کی بدولت انسان اشرف المخلوقات قرار دیا گیا ہے ۔ صحابیات کے دامن ان جواہر ریزوں سے بھی خالی نہیں ہیں ۔ ان عنوان کے تحت ہم چند واقعات ذیل میں درج کرتے ہیں ۔

۱ ۔ خاتون جنت فاطمۃ الزہراؓ گھر کے کام کاج سے تنگ آ گئی تھیں ایک دفعہ آنحضرت صلعم کے پاس کئی لونڈی غلام آئے تو خاتون جنت حاضر خدمت ہوئیں اور چاہا کہ ایک غلام مانگیں لیکن شرم کے مارے زبان پر حرف مطلب نہیں آیا[۴]

---

[۱] مسند ج ۴ صفحہ ۴۲۲ [۲] نسائی کتاب الحیض [۳] ترمذی کتاب المناقب
[۴] ابو داؤد کتاب الادب

Marfat.com

۲۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رض نے آنحضرت صلعم اور حضرت صدیق اکبر رض کے پہلو میں اپنی قبر کے لیے جگہ مخصوص کر رکھی تھی لیکن جب حضرت عمر الفاروق رض نے ان سے خواہش کی تو انہوں نے کمال ایثار کا ثبوت دیتے ہوئے یہ تحفۂ جنت آپ کی نذر کر دیا ان الفاظ کے ساتھ[1]

میں نے خود اپنے لئے یہ جگہ مخصوص کر رکھی تھی لیکن آج اپنے اوپر آپ کو ترجیح دیتی ہوں۔

۳۔ ایک دن ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رض روزہ سے تھیں گھر میں ایک روٹی کے سوائے اور کچھ نہ تھا ایک مسکین عورت آئی ام المومنین نے لونڈی سے کہا کہ روٹی اسے دے دو، لونڈی نے عرض کیا، افطار کس چیز سے ہوگا ؟ فرمایا، روٹی تو دیدے، شام ہوئی تو کسی نے بکری کا گوشت بھیجا، لونڈی کو بلا کر آپ نے فرمایا کہ یہ تیری روٹی سے بہتر ہے[2]

۴۔ حضرت ام سلیم رض نے اپنا نخلستان آنحضرت صلعم کے لئے وقف کر دیا تھا[3]

۵۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رض اس قدر فیاض تھیں کہ جو کچھ ہاتھ آجاتا تھا اسے صدقہ کر دیتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رض نے ان کو فیاضی سے روکنا چاہا تو اس قدر برہم ہوئیں کہ ان سے بات چیت کرنے کی قسم کھائی[4]

۶۔ حضرت اسماء رض اپنی بہن ام المومنین عائشہ صدیقہ رض سے بھی زیادہ فیاض تھیں ام المومنین کا تو معمول یہ تھا کہ جمع کرتی جاتی تھیں جب رقم اکٹھی ہو جاتی تھی تو اسے تقسیم کر دیتی تھیں لیکن حضرت اسماء رض کل کے لئے کچھ بھی پس انداز نہیں رکھتی تھیں روز کا روز خرچ کر دیا کرتی تھیں[5]

---

[1] بخاری کتاب المناقب [2] مؤطا امام مالک [3] صحیح بخاری [4] بخاری [5] ادب المفرد باب السخاوۃ

۷۔ ایک بار حضرت منکدر بن عبداللہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رض کی خدمت میں حاضر ہوئے بولیں کہ تمہارے کوئی لڑکا ہے، انہوں نے کہا، نہیں! آپ نے فرمایا، اگر میرے پاس دس ہزار درہم ہوتے تو میں تم کو دے دیتی حسن اتفاق سے شام ہی کو حضرت امیر معاویہ رض نے ان کے پاس روپے بھیج دیے، بولیں، کس قدر جلد میری آزمائش ہوئی فوراً آدمی بھیج کر انہیں بلا بھیجا اور دس ہزار درہم انہیں دیدیے۔ انہوں اس رقم سے لونڈی خرید لی اور اس سے ان کے متعدد بچے پیدا ہوئے[۱]

۸۔ ازواج مطہرات میں حضرت زینب رض بنت حجش نہایت فیاض تھیں اور اپنے ہاتھ سے چمڑے کی دباغت کرتی تھیں اور جو کچھ آمدنی اس سے ہوتی تھی مسکین میں تقسیم کر دیتی تھیں ایک بار آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم میں جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہوگا اس کی مجھ سے پہلے ملاقات ہوگی اس بنا پر ازواج مطہرات اپنے ہاتھوں کی پیمائش کرتی تھیں، حضرت زینب کے ہاتھ سب سے چھوٹے تھے لیکن جب سب سے پہلے ان کا انتقال ہوا تو ازواج مطہرات پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ لمبے ہاتھوں سے مراد فیاضی تھی[۲]

۹۔ حضرت عائشہ رض اور حضرت زینب رض میں باہم چشمک تھی لیکن جب عائشہ صدیقہ رض پر اتہام لگایا گیا اور آنحضرت صلعم نے حضرت زینب رض سے ان کی اخلاقی حالت کے بارے میں دریافت فرمایا تو بجائے اس کے کہ وہ انتقام لیتیں، بولیں کہ میں اپنے کان اور اپنی آنکھ کی پوری حفاظت کرتی ہوں مجھے ان کی نسبت خیر کے سوائے اور کچھ معلوم نہیں ہے حضرت عائشہ رض کو خود اعتراف ہے کہ:

"وہ اگرچہ میری حریف تھیں لیکن خدا نے تورع کی وجہ سے ان کو بچا لیا"[۳]

---

[۱] طبقات ابن سعد تذکرہ منکدر بن عبداللہ [۲] اصابہ تذکرہ حضرت زینب بنت حجش [۳] بخاری کتاب الشہادت

۱۰۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بھائی محمد بن ابوبکرؓ معاویہ بن خدیجؓ کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے ایک دفعہ وہ کسی فوج کے سپہ سالار تھے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ایک شخص سے پوچھا کہ اس غزوہ میں معاویہ بن خدیجؓ کا سلوک کیسا رہا؟ اس شخص نے کہا، بہت بہتر، سب لوگ ان کے مداح رہے اگر کوئی اونٹ ضائع ہو جاتا تھا تو وہ اس کی جگہ دوسرا اونٹ دے دیتے تھے اگر کوئی گھوڑا مر جاتا تھا تو وہ اس کے بدلے میں دوسرا گھوڑا مرحمت فرماتے تھے اگر کوئی غلام بھاگ جاتا تو اس کی بجائے دوسرا غلام مہیا کر دیتے تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے سب کچھ سن کر کہا۔

استغفراللہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں ان سے صرف اس لئے بغض رکھوں کہ ان کے ہاتھوں میرے بھائی کی موت واقع ہوئی ہے۔ میں نے خود آنحضرت صلعم کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا ہے کہ اے خدا! جو شخص میری امت کے ساتھ مہر و کرم کا برتاؤ کرے تو بھی اس کے ساتھ نرمی کا سلوک کر اور جو شخص اس پر سختی کرے تو بھی اس پر سختی کر[1]

۱۱۔ حضرت ام شریکؓ نہایت دولت مند اور فیاض صحابیہ تھیں انہوں نے اپنے مکان کو ایک مہمان خانہ بنا دیا تھا اس لئے آنحضرت صلعم کی خدمت بابرکت میں جو مہمان باہر سے آتے تھے وہ اکثر انہی کے مکان پر ٹھہرتے تھے[2]

۱۲۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جس دن شہید ہوئے اس روز اپنی والدہ محترمہ حضرت اسماءؓ کے پاس آئے انہوں نے ان کو دیکھا تو بولیں، بیٹا! قتل کے خوف سے ہرگز کوئی ایسی شرط قبول نہ کرنا جس پر تم کو ذلت برداشت کرنی پڑے خدا کی قسم! عزت کے ساتھ تہ تیغ ہو جانا اس سے کہیں بہتر ہے کہ ذلت سے کوڑے کھائے جائیں۔

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ معاویہ بن خدیجؓ [2] نسائی کتاب النکاح

۱۳:۔ حضرت ابوطلحہؓ کا لڑکا بیمار ہوا وہ صبح سویرے اسے اسی حال میں چھوڑ کر کام کاج کے لئے باہر چلے گئے ان کی عدم موجودگی میں لڑکے کا انتقال ہو گیا ان کی بی بی (لڑکے کی والدہ) نے لوگوں سے کہا کہ اس چیز کی خبر ابوطلحہؓ سے نہ کرنا حضرت ابوطلحہؓ شام کو لوٹے تو بی بی سے پوچھا کہ بچے کا کیا حال ہے؟ بولیں پہلے سے زیادہ سکون کی حالت میں ہے۔ یہ کہہ کر کھانا لائیں اور انہوں نے نہایت اطمینان سے کھانا کھایا۔ صبح ہوئی تو اس نیک بی بی نے کہا کہ اگر کوئی کسی کو کوئی چیز عاریتاً دے اور پھر اس کا مطالبہ کرے تو کیا اسے اس کے روک لینے کا حق پہنچتا ہے! حضرت ابوطلحہؓ بولے قطعاً نہیں! بولیں تو پھر اپنے بیٹے کے انتقال پر بھی صبر کرو[1]

۱۴۔ آنحضرت صلعم غزوۂ احد سے واپس آئے تو تمام صحابیات اپنے اپنے اعزہ و اقارب کا حال پوچھنے آئیں انہی میں حضرت حمنہ بنت جحش بھی تھیں وہ آئیں تو آپ نے فرمایا کہ حمنہؓ! اپنے بھائی عبداللہؓ بن جحش پر صبر کرو۔ انہوں نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی۔ آنحضرت صلعم نے پھر فرمایا، اپنے ماموں حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب پر بھی صبر کرو۔ انہوں نے اس پر بھی انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور دعائے مغفرت کرکے خاموش ہو رہیں[2]

۱۵۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جب حجاج سے معرکہ آرا ہوئے تو ان کی والدہ حضرت اسماءؓ بیمار تھیں وہ ان کے پاس بیمار پرسی کے لئے آئے اور بولے کہ مرنے میں آرام ہے، بولیں شاید تمہیں میرے مرنے کی آرزو ہے لیکن یہ یاد رہے جب تک دو باتوں میں ایک بات نہ ہو جائے میں مرنا پسند نہ کروں گی یا تم شہید ہو جاؤ اور میں تم پر صبر کروں یا فتح و ظفر تمہیں نصیب ہو اور اس سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں چنانچہ جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ شہید ہو گئے

---

[1] مسلم کتاب الادب [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت حمنہؓ بنت جحش

Marfat.com

توحجاج نے ان کی لاش سولی لٹکا دی حضرت اسماءؓ پیرانہ سالی کے باوجود یہ عبرتناک منظر دیکھنے آئیں اور بجائے اس کے کہ روتی پیٹتیں، حجاج کی طرف مخاطب ہو کر کہا، کیا اس سوار کے لئے ابھی تک وقت نہیں آیا کہ اپنے گھوڑے سے نیچے اترے [1]

۱۶۔ غزوۂ حنین میں کفار نے اس زور شور سے حملہ کیا تھا کہ میدان جنگ لرز اٹھا تھا لیکن حضرت ام سلیمؓ کی شجاعت کا یہ عالم تھا کہ ہاتھ میں خنجر لیے ہوئے تھیں کہ کوئی کافر سامنے آئے تو اس کا کام تمام کر دیں چنانچہ حضرت ابو طلحہؓ نے ان کے ہاتھ میں خنجر دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ بولیں کہ میں چاہتی ہوں کہ کوئی کافر قریب آئے تو اس کے پیٹ میں بھونک دوں [2]

۱۷۔ غزوۂ خندق میں آنحضرت صلعم نے تمام صحابیات کو ایک خیمہ میں کر دیا تھا ایک یہودی آیا اور خیمہ کے گرد چکر لگانے لگا حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب نے دیکھا تو حضرت حسان بن ثابتؓ سے کہا کہ یہ جاسوس معلوم ہوتا ہے اسے قتل کر دو، بولے تمہیں تو معلوم ہی ہے کہ میں اس میدان کا مرد نہیں ہوں اب حضرت صفیہؓ خود اتریں اور خیمہ کی ایک میخ اکھاڑ کر اس زور سے یہودی کے ماری کہ وہ وہیں ٹھنڈا ہو گیا [3]

۱۸۔ ایک بار ایک شخص ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، بولیں ذرا ٹھہر جاؤ میں اپنی نقاب سی لوں اس نے کہا اگر میں لوگوں کو اس سے مطلع کر دوں تو لوگ آپ بخیل سمجھیں گے، بولیں، جو لوگ پرانا دھرانا کپڑا نہیں پہنتا اس کو نیا کپڑا نصیب نہ ہوگا [4]

۱۹۔ ایک صحابیہ کہ جن کی اخلاقی حالت ایام جاہلیت میں اچھی نہ تھی ایک شخص نے اپنی طرف مائل کرنا چاہا تو بولیں، ہٹو اب وہ زمانہ گیا اب اسلام کا دور ہے [5]

---

[1] استیعاب تذکرہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ [2] ابوداؤد کتاب الجہاد (۳۰) [3] اسدالغابہ تذکرہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب [4] ادب المفرد باب الرفق [5] مسند ابن حنبل ج ۴ ص ۸۱

۲۰۔ اسلام کی تعلیم کا اثر یہ تھا کہ لونڈیاں بھی بدکاری سے مجتنب رہتی تھیں۔ مسیکہ ایک لونڈی تھی جس نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں آ کر شکایت کی کہ آقا مجھے بدکاری پر مجبور کرتا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی[۱] جس کا اردو ترجمہ یہ ہے

(کسی شہوانی، نفسانی، مادی یا دنیاوی جذبے سے) اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو

۲۱۔ ایک بار حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے نکاح کرنا چاہا اور آنحضرت صلعم سے مشورہ طلب کیا تو آپ نے فرمایا کہ پہلے عورت کو جا کر دیکھ لو وہ اس غرض سے اس کے گھر گئے عورت نے پردہ سے کہا کہ آنحضرت صلعم کا حکم ہے تو خیر ورنہ نہیں خدا کی قسم۔[۲]

معاشرتی زندگی

فضائل اخلاق کا پرتو جب معاشرتی زندگی پر پڑتا ہے تو معاشرتی زندگی بن جاتی ہے، صحابیات کی سیرتیں صحیفۂ انسانیت کے وہ زریں اوراق ہیں جن سے اس گئے گذرے دور کی مائیں بہنیں بہت کچھ حاصل کر سکتی ہیں اس عنوان کے تحت ہم صحابیات کی معاشرتی زندگی کے کچھ نقوش اجاگر کرتے ہیں۔

(۱) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کسی بات پر اپنے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے ناراض ہو گئی تھیں اور آپ نے یہ قسم کھائی تھی کہ میں ان سے بول چال بند رکھوں گی عفو و درگذر کے بعد جب ان کو یہ قسم یاد آتی تھی تو اس پر وہ اتنا روتی تھیں کہ دوپٹہ تر ہو جاتا تھا[۳]

۲۔ ام المساکین حضرت زینبؓ اپنے اعزہ و اقارب کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتی تھیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں میں نے زینبؓ سے زیادہ دیندار زیادہ پرہیزگار زیادہ سچی اور زیادہ صلہ رحمی کرنے والی عورت نہیں دیکھی[۴]

---

[۱] ابوداؤد کتاب الطلاق [۲] سنن ابن ماجہ کتاب النکاح [۳] بخاری باب الہجرۃ [۴] مسلم کتاب الفضائل باب فضل عائشہ

امیر معاویہؓ نے دی تھی لیکن انہوں نے اس مال وجائداد کو حضرت قاسم بن محمدؒ اور حضرت ابن ابی عتیقؓ پر جو ان کے قرابت دار تھے ہبہ کر دیا تھا[1]

۴۔ حضرت اسماءؓ ہجرت کر کے مدینہ آئیں تو ان کی والدہ جو کافرہ تھیں ان کے پاس آئیں اور مالی امداد مانگی حضرت اسماءؓ نے آنحضرت صلعم سے دریافت فرمایا کہ کیا وہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہیں؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہاں[2]۔ چنانچہ انہوں نے ان کی مالی مدد کی اسی طرح حضرت حفصہؓ نے اپنے ایک یہودی قرابت دار کے لئے ایک جائداد کی وصیت کی تھی[3]

۵۔ حضرت نسیبہ انصاریہؓ اس قدر مفلس و قلاش تھیں کہ ان پر صدقہ کا مال حلال تھا تاہم اس حالت میں بھی وہ ازواج مطہرات کی خدمت میں ہدیے بھیجتی تھیں[4]

۶۔ ایک دفعہ رات کو عبدالملک اٹھا اور اس نے اپنے خادم کو آواز دی اس نے آنے میں تاخیر کی تو عبدالملک[5] نے اس پر لعنت بھیجی۔ حضرت ام الدرداؓ اس محل میں تھیں صبح ہوئی تو آپ نے کہا کہ تم نے رات اپنے خادم پر لعنت بھیجی حالانکہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ لعنت بھیجنے والے قیامت کے دن شفیع یا شہید نہ ہوں گے[6]

۷۔ حضرت اسماءؓ کو روٹی پکانی نہیں آتی تھی ان کے پڑوس میں جو صحابیات رہتی تھیں وہ ان کا ہاتھ بٹا دیتی تھیں اور روٹیاں پکا دیتیں[7]۔ یہ امداد ایک دو بار کی ہو تو قابل ذکر نہیں یہاں تو معاملہ یہ تھا کہ مستقلاً یہ اعانت کا سلسلہ جاری تھا۔

۸۔ ایک دن ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں ایک عورت سبز دوپٹہ اوڑھ کر آئی اور جسم کھول کر دکھاتے ہوئے یہ کہا کہ میرے شوہر نے مجھے اتنا مارا ہے کہ نیل پڑ گئے ہیں

---

[1] بخاری کتاب الہبہ [2] مسلم کتاب الزکوٰۃ [3] مسند داری کتاب الوصایا [4] بخاری کتاب الزکوٰۃ [5] مسلم کتاب البر والصلہ [6] مسلم کتاب الآداب۔

Marfat.com

آنحضرت صلعم تشریف لائے تو ام المومنین نے کہا کہ مسلمان عورتیں جو مصائب برداشت کر رہی ہیں ہم نے ایسی مصیبت نہیں دیکھی دیکھئے اس کا چہرا اس کے دوپٹے سے زیادہ سبز ہو گیا ہے[1]

۹۔ ایک شخص کی اہلیہ بیمار تھیں وہ حضرت ام الدرداؓ کے پاس آئے انہوں نے حال پوچھا تو انہوں نے کہا میری اہلیہ بیمار ہے حضرت ام الدرداؓ نے انہیں بٹھا کر کھانا کھلایا اور جب تک ان کی اہلیہ بیمار رہیں حال پوچھتی اور کھانا کھلاتی رہیں[1]

۱۰ ایک دفعہ اہل صفہ میں سے ایک صحابی بیمار تھے حضرت ام الدرداؓ اونٹ پر سوار ہو کر آئیں اور ان کی عیادت کی[2]

۱۱ حضرت عبداللہ بن مظعونؓ بیمار ہوئے تو حضرت ام العلاؓ اور ان کے تمام خاندان نے ان کی تیمارداری کی ان کا انتقال ہو گیا تو کفن پہنانے کے بعد حضرت ام العلاؓ نے میت کے لیے میں کہا "تم پر خدا کی رحمت ہو۔ میں شہادت دیتی ہوں کہ خدا نے تمہاری عزت کی[3]

۱۲ حضرت زینبؓ مرض الموت میں بیمار ہوئیں تو حضرت عمر فاروقؓ نے ازواج مطہرات سے دریافت کرایا کہ کون ان کی تیمارداری کرے گا۔ تمام ازواج مطہرات نے کہا ہم یہ خدمت سرانجام دیں گے ان کا انتقال ہوا تو پھر دریافت کیا کہ کون ان کو غسل و کفن دے گا اس پر بھی تمام ازواج مطہرات نے اثبات میں جواب دیا[4]

۱۳ ایک بار آنحضرت صلعم ایک صحابی کی رسم تدفین کے بعد واپس آ رہے تھے آپ نے دیکھا کہ آپ کی بیٹی خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراؓ جا رہی ہیں آنحضرت صلعم نے دریافت فرمایا، کہاں سے آ رہی ہو؟ بولیں "اس گھر میں عزاداری کے لیے گئی تھی[5]

---

[1] بخاری کتاب اللباس [2] ادب المفرد باب عیادۃ الصبیان [3] ایضاً باب عیادۃ النساء الرجل المریض [4] بخاری کتاب الشہادت [5] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت زینبؓ [6] ابوداؤد کتاب الجنائز

Marfat.com

۱۴۔ حضرت ام سلیم بیوہ ہوئیں تو حضرت انس بن مالکؓ بچے تھے اس لئے انہوں نے یہ تہیہ کر لیا کہ جب تک ان کی تربیت مکمل نہیں ہو جائے گی وہ دوسرا نکاح نہیں کریں گی چنانچہ حضرت انسؓ خود تشکر کے انداز میں اعتراف کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میری والدہ محترمہ کو جزائے خیر دے انہوں نے میری ولایت اور تربیت کا حق ادا کر دیا[1]

۱۵۔ آنحضرت صلعم تمام صحابیات کو اتنے زیادہ محبوب تھے کہ اس کی انتہا نہیں لیکن اس کے باوجود جب آپ نے حضرت ام ہانیؓ سے نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے معذرت کی اور یہ کہا کہ یا رسول اللہ! آپ مجھے میری آنکھوں سے بھی زیادہ عزیز ہیں لیکن شوہر کا حق بہت زیادہ ہے اس لئے مجھے خوف ہے کہ اگر میں شوہر کا حق ادا کروں گی تو بچوں کی طرف سے بے پروائی برتنی پڑے گی اور اگر بچوں کی پرورش میں مصروف رہوں گی تو شوہر کا نکاح کے بعد آپ کا حق ادا نہیں کر سکوں گی[2]

۱۶۔ حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ کی شادی حضرت زبیرؓ سے ہوئی تھی وہ گھر میں تھیں کہ ایک غریب سوداگر آیا اور کہا کہ اپنے سایۂ دیوار کے نیچے مجھ کو سودا بیچنے کی اجازت دیجئے کشمکش میں مبتلا ہوئیں فیاضی اور کشادہ دلی سے اجازت دینا چاہتی تھیں لیکن شوہر کی اجازت کے بغیر اجازت نہیں دے سکتی تھیں۔ بولیں اگر میں اجازت دے دوں اور زبیر انکار کر دیں تو مشکل پڑے گی زبیرؓ کی موجودگی میں آؤ اور مجھ سے سوال کرو" وہ اسی حالت میں آیا اور کہا ام عبداللہ! میں محتاج آدمی ہوں آپ کی دیوار کے زیر سایہ کچھ سودا بیچنا چاہتا ہوں، بولیں تم کو مدینہ میں صرف میرا ہی گھر ملا؟ حضرت زبیرؓ نے کہا" تمہارا کیا بگڑتا ہے جو ایک محتاج کو بیع وشرا سے روکتی ہو! وہ چاہتی ہی تھیں، اجازت دے دی[3]۔ وہ نہایت فیاض تھیں۔ اس لئے صدقہ وخیرات کرنا پسند کرتی تھیں لیکن شوہر کے مال کے

---

[1] طبقات ابن سعد حضرت ام سلیم [2] طبقات ابن سعد تذکرہ ام ہانیؓ [3] مسلم کتاب الآداب

Marfat.com

سوا نے ان کے پاس اور کچھ نہ تھا اور شوہر کے مال میں اجازت کے بغیر تصرف نہیں کر سکتی تھیں ۔ مجبوراً آنحضرت صلعم سے دریافت فرمایا کہ میں زبیرؓ کی آمدنی میں سے کچھ صدقہ کروں تو کیا کوئی گناہ کی بات ہے؟ ارشاد ہوا کہ جو کچھ ہو سکے دو[1]

۱۷ ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے عورتوں سے بیعت لی تو ان میں سے ایک خاتون اٹھیں اور یہ بولیں کہ ہم اپنے باپ بیٹے اور شوہر کے محتاج ہیں ان کے مال میں سے ہمارے لئے کتنا کچھ لینا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا تازہ کھا پی لو اور ہدیہ دو[2]

۱۸ ایک بار حضرت افلح بن ابی القعیسؓ ام المومنین حضرت عائشہؓ کی ملاقات کو آئے وہ پردہ میں چھپ گئیں بولے تم مجھ سے پردہ کرتی ہو، میں تو تمہارا چچا ہوں۔ بولیں کس طرح؟ بولے میرے بھائی کی بی بی نے تمہیں دودھ پلایا ہے بولیں مرد نے تو دودھ نہیں پلایا[3]

۱۹ ایک صحابیہ کا بیٹا شہید ہو گیا، وہ نقاب اوڑھ کر آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئیں صحابہؓ نے انہیں دیکھ کر کہا بیٹے کی شہادت کا حال پوچھنے آئی اور نقاب اوڑھے ہوئے؟ بولیں میں نے اپنے بیٹے کو کھو دیا ہے، شرم و حیا کو نہیں کھویا[4]

۲۰ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے زمانے میں جب لوگ ہمارے سامنے سے گذرتے تھے تو ہم چہرے پہ چادر ڈال لیتی تھیں اور جب لوگ گذر جاتے تھے تو پھر منہ کھول لیتی تھیں[5]

اسلام کی ترقی میں حصہ

صحابیات نے ہر شعبۂ زندگی میں خدمات سرانجام دیں ۔ ان کی خدمات کی مختلف نوعیتیں ہیں مذہبی، اخلاقی اور علمی حیثیت سے انہوں نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں ان کی فہرست بہت طویل ہے ہم بسبیل اختصار صرف معدودے چند پر اکتفا کرتے ہیں

---

۱ مسلم کتاب الزکوٰۃ ۲ ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ ۳ ابوداؤد کتاب النکاح ۴ ابوداؤد کتاب الجہاد ۵ ابوداؤد کتاب اللباس

Marfat.com

۱۔ حضرت ام شریکؓ ایک صحابیہ تھیں جو ابتدائے اسلام میں پوشیدہ طور پر قریش کی عورتوں کو اسلام کی دعوت دیا کرتی تھیں قریش کو ان کی مخفی کوششوں کا علم ہوا تو انہوں نے انہیں مکہ سے نکال دیا۔[۱]

۲۔ حضرت ام حکیم بنت الحارث کی شادی عکرمہ بن ابی جہل سے ہوئی تھی وہ خود تو فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لے آئیں لیکن ان کے شوہر نے راہ فرار اختیار کی اور یمن میں پناہ گزیں ہو گئے۔ حضرت ام حکیمؓ نے یمن کا سفر کیا اور ان کو دعوت اسلام دی وہ مسلمان ہو کر آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ انہیں دیکھ کر بے حد مسرور و شادماں ہوئے۔[۲]

۳۔ حضرت ابو طلحہؓ نے حالت کفر میں حضرت ام سلیمؓ سے نکاح کرنا چاہا لیکن انہوں نے کہا کہ تم کافر ہو نکاح کیسے ہو سکتا ہے! اگر اسلام قبول کر لو تو وہی میرا مہر ہو گا اس کے سوائے تم سے کچھ نہ مانگوں گی چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے اور اسلام ہی ان کا مہر قرار پایا۔[۳]

۴۔ حضرت ام عطیہؓ ایک صحابیہ تھیں جو آنحضرت صلعم کے ساتھ سات غزوات میں شریک ہوئیں وہ مجاہدین کے سامان کی نگرانی کرتی تھیں اور مریضوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔[۴]

۵۔ غزوہ احد میں خود ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ شریک تھیں اور حضرت ام سلیم اپنی پیٹھ پر مشک لاد کر لاتی تھیں اور لوگوں کو پانی پلاتی تھیں۔[۵]

۶۔ حضرت ربیع بنت مسعودؓ کا بیان ہے کہ ہم سب غزوات میں شریک ہوتی تھیں پانی پلاتیں مجاہدین کی خدمت کرتیں اور مدینہ تک زخمیوں اور لاشوں کو اٹھا اٹھا کر لاتی تھیں۔[۶]

۷۔ حضرت رفیدہؓ کا خیمہ مسجد نبوی میں تھا جو لوگ زخمی ہو کر آتے تھے اسی خیمہ میں وہ ان کی مرہم پٹی کرتی تھیں حضرت سعد بن معاذؓ وہ خندق میں زخمی ہوئے تو اسی خیمے میں ان کا علاج ہوا۔[۷]

---

۱ اسد الغابہ تذکرہ ام شریکؓ ۲ موطا امام مالک کتاب النکاح ۳ اسد الغابہ تذکرہ حضرت زید بن سہل ۴ مسلم کتاب الجہاد ۵ ایضاً ۶ بخاری کتاب الجہاد ۷ ایضاً تذکرہ رفیدہؓ

۸۔ ایک بار حضرت عمر فاروق رضؓ نے مدینہ کی عورتوں میں چادریں تقسیم کیں تو ایک عمدہ چادر تقسیم سے رہ گئی کسی نے کہا یہ اپنی اہلیہ محترمہ ام کلثوم کو دے دیجئے۔ آپ نے فرمایا اس کی مستحق حضرت ام سلیط رضؓ ہیں کیونکہ وہ غزوۂ احد میں مشک بھر بھر کے پانی لاتی تھیں اور ہم کو پلاتی تھیں [۱]

۹۔ ایک بار کسی نے مسجد نبوی میں تھوک دیا تھا (غالباً بھولے سے) آنحضرت صلعم نے دیکھا تو اتنے برہم ہوئے کہ آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا ایک صحابیہ اٹھیں اور اسے مٹا دیا اور اس کی جگہ خوشبو لگائی آپ اس طرز عمل سے نہایت خوش ہوئے اور فرمایا کہ خوب کام کیا [۲]

۱۰۔ فتوحات عجم کے بعد عرب میں نرد بازی، شطرنج بازی اور مرغ بازی وغیرہ کا رواج ہوا تو صحابیات نے اس پر شدت کے ساتھ وارد گیر کی چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے گھر میں کچھ کرایہ دار رہتے تھے ان کی نسبت ان کو معلوم ہوا کہ وہ نرد کھیلتے ہیں تو سخت برافروختہ ہوئیں اور کہلا بھیجا کہ اگر نرد کی گوٹیوں کو میرے گھر سے باہر نہ پھینک دوگے تو میں تمہیں اپنے گھر سے باہر نکلوا دوں گی [۳]

۱۱۔ علمی خدمات کے سلسلہ میں بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ صرف ایک ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی خدمات اتنی بے شمار ہیں کہ اکثر صحابہ بھی ان سے پیچھے ہیں علم التفسیر، علم الحدیث، علم الفقہ، اسرار دین سے محقق ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے جو بصیرت افروز ارشادات ہیں ان سے کتب حدیث بھری پڑی ہیں۔ صحابہ رضؓ اور تابعین اکثر مشکل مسائل میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے صلاح و مشورہ کرتے تھے۔ چونکہ خود آنحضرت صلعم نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ آدھا اسلام عائشہ رضؓ سے سیکھو اس لئے صحابہ اور تابعین کو ہر وقت یہی دھن رہتی تھی کہ ان سے کچھ نہ کچھ سیکھیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کو اسلامیات کے علاوہ ادب، شاعری اور طب میں بھی کمال حاصل تھا یہاں تک کہ نصف الاسلام کی معلمہ قرار پائیں۔

---

[۱] بخاری کتاب الجہاد [۲] نسائی کتاب الصلوٰۃ [۳] ادب المفرد باب الادب

۱۲۔ ازواج مطہرات میں حضرت حفصہؓ اور حضرت ام سلمہؓ لکھنا پڑھنا بھی جانتی تھیں۔ حضرت حفصہؓ نے یہ فن خاص آنحضرت صلعم کے حکم سے شفا بنت عبداللہؓ عدویہ سے سیکھا تھا

۱۳۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ علوم قرآن و حدیث کے علاوہ فصاحت و بلاغت اور علم العروض میں بھی ملکہ رکھتی تھیں آپ کی تقریر میں فصاحت و بلاغت ہوتی تھی

۱۴۔ لڑکے، عورتیں اور جن مردوں کا حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پردہ نہ تھا وہ حجرہ کے اندر آکر مجلس میں بیٹھتے تھے اور دوسرے لوگ حجرے کے سامنے مسجد نبوی میں بیٹھتے۔ دروازہ پر پردہ پڑا رہتا، پردہ کی اوٹ میں وہ خود بیٹھ جاتیں لوگ ان سے سوالات کرتے اور یہ جواب دیتی جاتیں کبھی کوئی سلسلہ بحث چھڑتا اور اس پر گفتگو ہوتی کبھی خود کسی مسئلے کو چھیڑ کر بیان کرتیں اور لوگ خاموشی کے ساتھ یہ بحث سنتے۔ ان طالبان علم کے علاوہ جو کبھی کبھی ام المومنین کے حلقہ درس میں شریک ہوتے تھے وہ خاندان کے لڑکوں اور لڑکیوں اور شہر کے یتیم بچوں کو بھی اپنی آغوش تربیت میں لے لیتیں اور ان کی تعلیم و تربیت میں حصہ لیتیں۔ ان کا معمول تھا کہ ہر سال حج کے لئے جاتیں پہاڑوں کے درمیان حضرت عائشہ صدیقہؓ کا خیمہ نصب ہوتا علم کے پیاسے دور دور سے آتے اور اپنی پیاس بجھاتے، تابعین کی تعداد اٹھاسی۸۸ تک پہنچی تھی

۱۵۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے جن خواتین نے کسب فیض کیا تھا ان میں ایک ان کی ہم نام حضرت عائشہ بنت طلحہؓ بھی تھیں جو رشتہ میں آپ کی بھانجی ہوتی تھیں ان سے اکثر لوگ مسائل میں رجوع کرتے تھے فضیلت و علمیت میں حضرت عائشہ بنت طلحہؓ بعض اکثر علمائے وقت پر بھی فضیلت رکھتی تھیں۔ ہشام بن عبدالملک دمشق سے حج کے لئے آیا تو اس کے ساتھ علمائے کاملین کی ایک جماعت بھی تھی اس نے حضرت عائشہ بنت طلحہؓ کو بھی بلوایا ان علما سے حضرت عائشہ بنت طلحہؓ کے جو مکالمے اور مباحثے رہے ان میں کوئی بھی ان کے مقابل نہیں ٹھہر سکا۔

Marfat.com

عام مسلم خواتین کا بلند مرتبہ

اس عنوان کے تحت ہم ان مسلم خواتین کے کارناموں سے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں جن کا شمار نہ صحابیات میں تھا نہ تابعات میں لیکن اس کے باوجود ان کی سیرتیں اپنے اندر عظمت و جلال کے اثرات لئے ہوئے ہیں۔

۱۔ امام حافظ ابن عساکر مورخ دمشق نے جن اساتذہ سے فن حدیث حاصل کیا تھا ان میں اسّی سے زیادہ خواتین تھیں [۱]

۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی توالی التاسیس میں متعدد جگہ اپنے شیوخ میں خواتین کا نام لیتے ہیں

۳۔ ابن زہر اشبیلیہ کے مشہور طبیب کی بہن اور بھانجی طب اور معالجات میں مہارت تامہ رکھتی تھیں اور نسوانی امراض کے علاج میں تو انہیں کمال حاصل تھا خلیفہ منصور عباسی کے حرم سرا میں انہی سے رجوع کیا جاتا تھا۔

۴۔ امام یزید بن ہارون کو آخر عمر میں ضعف بصارت نے کتب بینی سے معذور کر دیا تھا ان کی جاریہ اس مصیبت میں ان کے کام آتی اور وقت ضرورت کتابیں دیکھ کر ان کے لئے حدیثیں یاد کرلیتی [۲]

۵۔ ابن سماک کوفی نے جو اپنے عہد میں مشہور عالم تھے ایک مرتبہ تقریر کرنے کے بعد اپنی جاریہ سے پوچھا کہ میرا طرز بیان کیسا ہے سخن شناس جاریہ نے جواب دیا کہ تقریر تو اچھی ہے لیکن اتنا نقص ہے کہ تم ایک ہی بات کو بار بار دوہراتے ہو، ابن سماک نے اعادہ کی توجیہ یہ کی کہ میں ان مخاطبین کے ذہن میں جو اول مرتبہ میری بات نہ سمجھ سکے ہوں، بات سمجھا دینی چاہتا ہوں۔ جاریہ نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ اس کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ "جب تک کم فہم سمجھیں گے، سمجھ والے مکدر ہو چکیں گے" [۳]

---

[۱] تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۲۳ [۲] الیفاً ج ۱ ص ۲۹۳ [۳] ابن خلکان ج ۱ ص ۴۹۱

۶۔ امام ابن جوزیؒ کو ان کے والدین تین برس کا چھوڑ کر رحلت کر گئے تھے باپ کے بعد یتیم بچے کی پرورش کی کفیل ان کی پھوپھی ہوئیں ۔ ابن جوزی کو ان کی پھوپھی علی کے حلقہ درس میں لے جائیں تاکہ بچپن ہی سے ان کے کان علمی باتوں سے آشنا ہو جائیں اس حفظ اوقات کا یہ نتیجہ ہوا کہ ابن جوزی دس سال کی عمر میں وعظ فرمانے لگے اور بڑھ کر دنیا کے ایک جلیل القدر امام ہوئے [1]

۷۔ امام ربیعہؒ جو امام مالکؒ وخواجہ حسن بصری کے استاد تھے ان کے والد فروخ دور بنی امیہ میں لشکری تھے اور اپنی ملازمت کے سلسلہ میں گھر سے باہر ہی رہتے تھے جس زمانے میں امام ممدوح اپنی والدہ کے بطن میں تھے اس وقت خراسان کو ایک لشکر خلیفہ دمشق کی جانب سے روانہ کیا گیا اور فروخ کی خدمات اس لشکر سے وابستہ ہو گئیں وہ دور فتوحات اسلام کا دور تھا اور مسلمان فرمانروا بحر و بر کو اسلامی پرچم کے نیچے لانے کا تہیہ کر رہے تھے فروخ کو خراسانی مہم میں ستائیس برس لگ گئے جب وہ واپس آئے تو جس بچے کو ماں کے پیٹ میں چھوڑ گئے تھے وہ بڑا ہو کر امام وقت بن چکا تھا قصہ مختصر فروخ لوٹ کر اپنے وطن مدینہ منورہ کو آئے اور گھوڑے پر سوار نیزہ ہاتھ میں لئے گھر پہنچے اور دروازے کو نیزے کی انی سے کھٹکھٹایا۔ ربیعہ نے جو کھٹکا سنا تو دروازہ کھولا باہر آئے اگرچہ باپ نے بیٹے کو نہیں پہچانا مگر گھر ان کا تھا دروازہ کھلنے پر بے تکلف اندر جانے لگے۔ ربیعہ کو یہ دیکھ کر وحشت ہوئی اور للکار کر کہا کہ اے دشمن خدا تو میرے مکان میں کس لئے گھسا جاتا ہے فروخ کو جس کی رگوں میں فتح کا جوش تازہ تھا یہ سن کر طیش آیا اور کہا خدا کے دشمن میرے حرم میں تیرا کیا کام ۔ غرض بات بڑھی اور پڑوسی جمع ہو گئے امام مالک بھی استاد کا معاملہ سمجھ کر تشریف لے آئے اور مصلحانہ لہجے میں فروخ سے کہا کہ بڑے میاں آپ کو ٹھہرنا ہی ہے تو دوسرا مکان موجود ہے امام صاحب کی نرمی نے فروخ کے دل پر اثر کیا اور کہا حضرت میرا نام فروخ ہے اور یہ مکان میرا ہے ۔ ربیعہ کی والدہ

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۴ صفحہ ۱۳۶ تا ۱۳۷

Marfat.com

نے نام سن کر پہچانا اور کہا کہ یہ تو ربیعہ کے والد ہیں اب تو باپ بیٹے گلے ملے اور مل کر خوب روئے دلوں کی حرارت جب رونے سے کم ہوئی تو دونوں گھر میں آئے اور اندر آ کر پھر جوش محبت میں صاف دل باپ نے بی بی سے پوچھا کہ یہ میرا ہی بیٹا ہے انہوں نے کہا کہ ہاں، فروخ جب اطمینان سے بیٹھ گئے تو ان کو وہ تیس ہزار اشرفیاں یاد آئیں جو چلتے وقت بی بی کو دے گئے تھے اور ان کی نسبت استفسار کیا۔ زیرک بی بی نے کہا کہ گھبرائیے نہیں، حفاظت سے رکھی ہیں۔ ربیعۃ الرائے اس عرصے میں مسجد نبوی میں جا کر اپنے حلقہ درس میں متمکن ہوئے جس میں امام مالکؒ اور خواجہ حسن بصریؒ ایسے اعیان شامل تھے تلامذہ کا یہ ہجوم تھا کہ چاروں طرف سے شیخ کو گھیرے ہوئے تھے فروخ جو نماز پڑھنے مسجد میں گئے تو وہاں یہ عالم دیکھا اور دیر تک شوق سے اس مجمع کو دیکھتے رہے۔ ربیعہؒ اس وقت سر جھکائے ہوئے تھے اور سر پر اونچی ٹوپی تھی اس لئے باپ کو دور سے بیٹے کے پہچاننے میں دقت ہوئی۔ انہوں نے متعجب ہو کر لوگوں سے پوچھا کہ یہ شیخ کون ہے؟ سامعین نے جواب دیا ربیعہ بن عبد الرحمٰن فروخ فروخ کی اس وقت کی مسرت کا اندازہ سوائے عالم الغیب کے کون کر سکتا تھا۔ فرط مسرت میں ان کی زبان سے بے اختیار نکلا۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ اللہ تعالیٰ نے میرے بیٹے کا درجہ اتنا بلند کر دیا جب خوش خوش گھر آئے تو بی بی سے سارا ماجرا بیان کیا۔ بی بی نے کہا کہ آپ کو کیا پسند ہے بیٹے کی یہ شان یا تیس ہزار اشرفیاں۔ شوہر نے کہا واللہ! میں اس شان کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔ بی بی نے کہا میں نے وہ اشرفیاں ربیعہؒ کی تعلیم پر صرف کر دی ہیں، زندہ دل شوہر نے کہا تو نے اچھا کیا قسم خدا تو نے وہ مال ضائع نہیں کیا۔

اس واقعہ میں یہ امر قابل غور ہے کہ ایک بچہ باپ کی تربیت سے محروم ہو کر ماں کی حفاظت میں رہے اور ماں کے قبضے میں تیس ہزار اشرفیاں ہوں پھر اس بچے کو ایسی بیش بہا تعلیم دی جائے کہ اس کے شاگرد دنیا کے نامور امام بنیں بے شک یہ چیز اس دور کی خواتین کے حسن فہم اور حسن تدبر

Marfat.com

کی دلیل ہے [1]

۸۔ عربی کی ریاضیات میں شرح چغمینی جس پائے کی کتاب ہے اس سے ہر ایک مشرقی علوم کا طالب علم واقف ہے لیکن یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہو گی کہ اگر روم کے قاضی زادہ کی خواہر اپنے بھائی کی مالی مدد نہ کرتیں تو ہمارے کتب خانے اس مشہور کتاب سے محروم رہتے۔ شارح چغمینی نے ابتدائی علوم کی تحصیل اپنے وطن روم میں کی تھی جب اساتذہ عجم کے کمال کا شہرہ انہوں نے سنا تو خراسان کا شوق دل میں پیدا ہوا اور چپکے چپکے سامان سفر کرنے لگے۔ بہن فراست سے اپنے بھائی کے ارادہ کو بھانپ گئیں اور بجائے اس کے کہ رو پیٹ کر گھر بھر کو خبردار کر دیتیں اپنا بہت سا زیور بھائی کے سامان سفر میں چھپا چھپا کر رکھ دیا کہ مسافرت میں خرچ کی طرف سے پریشانی نہ ہو۔ بہن کے اس عزیز توشے نے جو نفع دیا ہو گا اس کا اندازہ بھائی کے دل سے کوئی پوچھتا [2]

۹۔ ہارون الرشید خلیفہ بغداد کی بیگم زبیدہ خاتون کی بے شمار کنیزیں تھیں ان میں سے سو کنیزیں حافظ قرآن تھیں ہر روز زبیدہ خاتون کو قرآن شریف سناتی تھیں مولانا شبلی المامون میں رقمطراز ہیں۔

" اس عہد میں نہ صرف خلفا، امرا اور محل کی بیگمات کی تعلیم عام تھی بلکہ کنیزوں اور لونڈیوں تک کی تعلیم پر توجہ کی جاتی تھی [3]

۱۰۔ خلیفہ مامون الرشید کی بیگم بوران زبردست عالمہ تھی یونانی اور لاطینی زبانوں پر اسے عبور تھا اس نے فلسفۂ یونان کی کئی کتابوں کا ترجمہ کیا تھا علم ہیئت میں بھی اسے کمال حاصل تھا۔ اپنی رصدگاہ میں اجرام فلکیہ کا مشاہدہ و معائنہ کرتی رہتی تھی۔

۱۱۔ مامون کے عہد میں عورتوں کی تعلیم عام تھی ایک عورت تھی جسے علم ہندسہ اور دیگر علوم پر اچھا خاصا عبور حاصل تھا۔ خوشنویسی میں بھی یگانۂ روزگار تھی۔

---

[1] ابن خلکان ج ۱ صـ ۱۸۲ [2] شقائق نعمانیہ ج ۱ صـ ۱۰ [3] المامون

۱۲۔ ایک خاتون فاذہ بنت جعفر نے ایک بڑا ذخیرۂ کتب جمع کیا تھا۔ بنت ابی یعقوب مشہور معلّمہ تھی اس کا ایک مدرسہ بھی تھا جس میں لڑکیاں تعلیم پاتی تھیں رضیہ جو نجم سیدہ کے لقب سے مشہور تھی شاعرہ ہونے کے علاوہ فن تاریخ میں امتیاز رکھتی تھی اس نے سفر بھی کیے اور علما وفضلا سے ملاقاتیں بھی کیں اور ان سے اپنی قابلیت پر خراج تحسین وصول کیا۔

۱۳۔ پانچویں صدی میں سیدہ فخر النسا جامع مسجد بغداد میں کثیر التعداد حاضرین کے روبرو علم کلام، شاعری اور ادب پر بڑے بڑے بلیغ خطبات دیا کرتی تھیں جن کی وجہ سے ان کا خطاب فخر النسا پڑ گیا تھا

۱۴۔ چھٹی صدی میں ایک خاتون شہرہ کا درجہ حدیث، تاریخ اور ادب میں اتنا بلند تھا کہ بغداد کا کوئی عالم ایسا نہ تھا جس نے اس کی شاگردی نہ کی ہو۔

۱۵۔ ساتویں صدی میں آسیہ اور آمنہ علم حدیث میں اتنا کمال رکھتی تھیں کہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے ان سے علم حدیث حاصل کیا۔

۱۶۔ ساتویں صدی کے اواخر اور آٹھویں صدی کے اوائل میں فاطمہ بغدادیہ جو مصر میں سکونت پذیر ہو گئی تھیں نہایت جلیل القدر واعظہ تھیں ان کی مجلس وعظ میں بڑے بڑے اکابر حتیٰ کہ شاہ مصر بھی شریک ہوتے تھے ان کا جمع کا وقت عورتوں کے درس فقہ وحدیث کے لئے مخصوص تھا پچاس ساٹھ طالبات کی حاضری ہوتی تھی۔

۱۷۔ تیرھویں صدی ہجری میں ناصر الدین شاہ قاچار کے عہد میں قرۃ العین نے عالمگیر شہرت حاصل کی ایک بڑے عالی خاندان کی نور نظر تھی اس کی تعلیم کا پایہ اور علم وفضل کا درجہ بہت بلند تھا شاعری میں ملکۂ کمال حاصل تھا اس پر "باب" کی تعلیم کا اثر پڑ گیا تھا قرۃ العین نے اس "باپ" کے نئے مذہب کی تبلیغ میں پرجوش حصّہ لیا تھا۔

۱۸۔ سنہ ۱۲۵۶ھ اور سنہ ۱۳۲۰ھ کے مابین ایک خاتون عاشور تیمور تھی عربی وفارسی میں اسے

Marfat.com

کمال کی دستگاہ حاصل تھی ترکی ادب سے بھی دلچسپی تھی میلان طبع شاعری کی جانب تھا عربی، فارسی اور ترکی تینوں زبانوں میں شعر کہتی تھی اس کا عربی دیوان حلیۃ الطراز کے نام سے شائع ہوا۔ اس کی ایک کتاب نثر میں بھی ہے" نتائج الاحوال فی الاقوال والافعال یہ کتاب ۱۳۰۵ھ میں شائع ہوئی

ابن بطوطہ نے آٹھویں صدی ہجری میں ہندوستان کا سفر کیا تھا اس سفر کے تاثرات اس نے اپنے سفرنامہ میں قلمبند کئے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ جنوبی ہند کے ساحل پر ایک اسلامی ریاست ہنور تھی اس میں لڑکیوں کے لئے تیرہ مدرسے تھے یہاں کی عورتیں سب حافظ قرآن ہوتی تھیں یہی سیاح جزائر مالدیپ کے حالات میں لکھتا ہے کہ یہاں ایک ملکہ حکمراں تھی جس کا نام خدیجہ تھا کل احکام اسی کے نام سے جاری ہوتے تھے۔

سلطان محمد تغلق کے دور میں صرف دہلی میں ایک ہزار مدارس تھے۔ خاندان غلاماں کے بادشاہ کی بیٹی سلطانہ رضیہ ایک تعلیم یافتہ شہزادی تھی جو تخت حکومت پر بھی بیٹھی اس کو عوام کی تعلیم سے بھی دلچسپی تھی اس نے دو مدرسے معزی اور ناصریہ جاری کئے معزی میں ایک بخاری عالم اور ناصریہ میں منہاج سراج مولف طبقات ناصری تھے۔ فرشتہ، رضیہ کی نسبت لکھتا ہے۔

" قرآن مجید را با ادب می خواند واز بعضے علوم فی الجملہ نصیبے داشت"

قرآن مجید کی ادب و احترام سے تلاوت کرتی تھی اور بعض علوم میں اسے بہرہ وافر حاصل تھا حیرت کا مقام ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ اور حضرت سلطان نظام الدین اولیاءؒ نے شروع میں اپنی ماؤں سے تعلیم و تربیت حاصل کی تھی یہ ڈھائی سال اور پانچ سال کی عمروں میں یتیم ہو گئے تھے ۸۴۹ھ میں جون پور میں بی بی راجہ بیگم نے ایک مدرسہ قائم کیا تھا جو اسی کے نام سے موسوم تھا۔ اس سلسلہ میں ہم چند خواتین کا تذکرہ اور کریں گے۔

۱۔ سلطان غیاث الدین کے حرم سرا میں جس نے مالوہ پر ۸۷۹ھ سے ۹۰۵ھ تک حکمرانی

Marfat.com

کی پندرہ ہزار عورتیں تھیں جن میں استانیاں، واعظات، مطربات اور ہر قسم کے علم میں ماہر خواتین شامل تھیں

۲۔ بابر کی لڑکی گلبدن بیگم نے ہمایوں نامہ تصنیف کیا تھا اس کے ذاتی کتب خانے میں بے شمار کتابیں تھیں۔

۳۔ ہمایوں کی بھتیجی گل رخ کی بیٹی سلیمہ سلطان بھی تعلیم یافتہ اور فارسی زبان کی شاعرہ تھی اس نے بہت سی نظمیں کہیں وہ اپنے پہلے شوہر بیرم خاں کی وفات کے بعد شہنشاہ اکبر کی عقد میں آئی

۴۔ شہنشاہ جہانگیر کی بیگم نورجہاں فارسی اور عربی میں مہارت تامہ رکھتی تھی اور یہی وہ خاتون تھی جس نے بادشاہ کے حسن حیات سلطنت کا کاروبار خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔

۵۔ شاہجہاں کی بیگم ممتاز محل فارسی میں اچھی خاصی قابلیت رکھتی تھی اور شعر بھی کہتی تھی۔

۶۔ شاہجہاں کی بڑی بیٹی جہاں آرا بیگم تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود ہمیشہ علماء کی قدر و منزلت کرتی اور انعام و اکرام سے نوازا کرتی اس نے اپنی قبر کا کتبہ بھی خود ہی لکھا ہے جس سے اس کے خیالات و جذبات کا پتہ لگ جاتا ہے

۷۔ اورنگ زیب کی سب سے بڑی لڑکی زیب النسا بیگم بھی قابل شہزادی تھی اس نے خود اپنے باپ سے تعلیم پائی۔ قرآن مجید کے معانی و مطالب پر بھی اس کی گہری نظر تھی فارسی اور عربی میں بھی ان کی دست گاہ اچھی خاصی تھی فن خطاطی میں بھی ملکہ تھا تفسیر کبیر کا فارسی ترجمہ اسی شہزادی کی فرمائش سے ہوا تھا

۸۔ شہنشاہ عالمگیر (المتوفی ۱۷۰۷ء) کے بعد ملک میں طویل خانہ جنگی اور طوائف الملوکی کا دور شروع ہوا لیکن اس کے باوجود اس کا تعلیم پر کوئی اثر نہیں پڑا کیونکہ مغلیہ خاندان میں دستور تھا کہ ہر لڑکی کو بطور فرض قرآن و حدیث کی تعلیم دی جاتی تھی اور اس کے بعد دیگر پڑھائے جاتے تھے چنانچہ فرخ سیر کی بیگم احمد النسا اور رفیع الدرجات کی بیگم سلطانہ تعلیم یافتہ تھیں اس دور میں ایسے جلیل القدر

علما پیدا ہوئے کہ پہلے دور میں بھی نہیں ہوئے تھے۔ ۱۸۴۰ء میں ایک امیر نواب احمد قلی خاں کے گھر میں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام زینت النساء بیگم تھا اس نے ایک نہایت عالم و فاضل خاتون سے تعلیم پائی اور تکمیل کے بعد خود محلہ کی شریف لڑکیوں کو تعلیم دینے اور امور خانہ داری کی تربیت کا مشغلہ جاری رہا۔ ابوظفر بہادر شاہ سے شادی ہوئی نواب زینت محل خطاب ملا تعلیم کے ساتھ ساتھ فوجی فنون میں بھی مہارت تھی۔